ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی دیر سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آفتاب خطابت

حضرت مولانا
ضیاء القاسمیؒ کی سوانح حیات

مؤلف:
مولانا محمد یونس حسن
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

حسن معاویہ اکیڈمی
چک موسیٰ جھاوریاں تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا

(2)

جملہ حقوق محفوظ ہیں.

نام کتاب: آفتاب خطابت مولانا ضیاء القاسمیؒ سوانح حیات

مؤلف: مولانا محمد یونس حسن

تعداد: گیارہ سو

اشاعت دسمبر 2004ء

مطبع: حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور

ٹائٹل کتابت: صدیقی کتابت ایبک روڈ انارکلی لاہور

ناشر: حسن معاویہ اکیڈمی

قیمت: 150 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ قاسمیہ اے بلاک غلام محمد آباد فیصل آباد

مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

طیب پبلشرز 5۔ یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

خط وکتابت کے لئے: چک موسیٰ جھاوریاں تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	انتساب	15
2	ابتدائی کلمات	16
3	کچھ کتاب کے بارے میں	18
4	مولانا ضیاء القاسمی کے حالاتِ زندگی	21
5	نام	21
6	جائے پیدائش	21
7	خاندانی پس منظر	21
8	والدہ محترمہ کا انتقال	21
9	مولانا قاسمیؒ کی شادی	21
10	مولانا قاسمی کے صاجزادوں کا مختصر تعارف	22
11	صاجزادہ حاجی طاہر محمود قاسمی	22
12	صاجزادہ حاجی خالد محمود قاسمی	22
13	صاجزادہ حاجی زاہد محمود قاسمی	22
14	تعلیم و تربیت	24
15	خطابت کا آغاز	24
16	مولانا کی خطیبانہ امتیازی خصوصیات	25
17	جب رنگ بیاں بدلہ	26

18	خطابت کا نشتر	26
19	باطل کے مقابلے میں ننگی تلوار	27
20	آغا شورش کشمیری کی بھوک ہڑتال	28
21	شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور قاسمیؒ	28
22	گورنر پنجاب جنرل سوار خان اور للکار قاسمیؒ	28
23	گورنر پنجاب الطاف حسین اور للکار قاسمیؒ	29
24	بھٹو شہید اور قاسمیؒ	29
25	آئین شریعت کانفرنس اور قاسمیؒ	30
26	آپ کی شعلہ بیانی	30
27	خطاب حرمین شریفین	32
28	حضرت قاسمیؒ بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان	32
29	مزاج میں انکساری	32
30	نفاق ان کے مزاج میں نہ تھا	33
31	خوش لباس خطیب	34
32	حضرت قاسمیؒ کے جنازے پر	36
33	لباس کے معاملہ میں طالب علموں سے	37
34	محبت رسول ﷺ سے سرشار	37
35	ذوق نعت	37
36	ذہانت و حاضر جوابی	38
37	حاضر جوابی و نہلے پہ دہلا	38
38	درس و تدریس	39
39	قرآن سے والہانہ محبت	39

40 ناموس رسالت کا تحفظ اور قاسمیؒ 40

41 اہم واقعہ 41

42 حضرت قاسمیؒ سے میری پہلی ملاقات 42

43 خطاب 43

44 جامعہ قاسمیہ میں داخلہ 46

45 قرآنی تعلیم کے لیے لوگوں کو قائل کرنا 47

46 مشکوٰۃ شریف موقوف علیہ میں راقم کا داخلہ 48

47 حضرت قاسمیؒ کا سورۃ یوسف پڑھانا 49

48 مولانا قاسمیؒ سے راقم کی آخری ملاقات 49

49 مولانا ضیاء القاسمیؒ کا وقت رخصت 50

50 اعلانِ وفات 51

51 مولانا ضیاء القاسمیؒ کا جنازہ 53

52 باب نمبر 2 اخبارات ورسائل کے شذرات 54

53 ماہنامہ الخیر ملتان۔ خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمیؒ کی رحلت 54
مولانا حنیف جالندھری

54 ماہنامہ حق چاریار مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ بھی رحلت فرما گئے 55
مولانا قاضی مظہر حسینؒ

55 ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مولانا ضیاء القاسمیؒ کا سانحہ ہائے ارتحال 55
مولانا سمیع الحق

56 ماہنامہ نصرۃ العلوم پاکستان کے معروف عالم دین اور نامور 56
خطیب مولانا ضیاء القاسمیؒ محمد فیاض خان سواتی

57	ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ سپاہ صحابہ پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا ضیاء القاسمیؒ زاہد الراشدی	56
58	ماہنامہ نقیب ختم نبوت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ سید عطاء المہیمن بخاری	57
59	ماہنامہ الفاروق کراچی مولانا سلیم اللہ خان	57
60	روز نامہ اوصاف، اسلام آباد مولانا ضیاء القاسمیؒ کا سانحہ ارتحال حامد میر	58
61	روز نامہ پیغام محمد منیر گیلانی فیصل آباد کی مذہبی و سماجی شخصیت کی رحلت	58
62	روزنامہ تجارتی رہبر عتیق الرحمٰن آہ مولانا ضیاء القاسمیؒ	59
63	ہفت روزہ ضرب مومن کراچی مفتی رشید احمد لدھیانوی دو جلیل القدر علماء کی رحلت	59
64	روز نامہ غریب فیصل آباد رفعت سروش وہ جو ہم سے بچھڑ گئے	60
65	سوانح حیات امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ شہید	61
66	التحقیق القادر فی مسئلۃ الحاضر والناظر	61
67	تیجا شریف	61
68	اربعین	62
69	میرے شیخ القرآن	62
70	شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کا سفر آخرت	62
71	منظمۃ اہل السنۃ الباکستانیہ	62
72	تاریخی ختم نبوت کانفرنس لندن حالات وواقعات کی روشنی میں	62
73	خطبات قاسمیؒ پانچ جلدیں	63
74	خطبات قاسمیؒ جلد اوّل	63

75	خطبات قاسمیؒ جلد دوم	63
76	خطبات قاسمیؒ جلد سوم	63
77	خطبات قاسمیؒ جلد چہارم	64
78	خطبات قاسمیؒ جلد پنجم	64
79	سیدنا امیر معاویہؓ	65
80	موافقات سیدنا عمرؓ	66
81	سراجاً مُنیرا	66
82	معراج النبیؐ	66
83	دارالعلوم دیوبند کو خراج عقیدت	66
84	نظم خطیب ایشاء یورپ	70
85	نظم ایمان کا چراغ جلا کر گیا وہ	71
86	علامہ قاسمیؒ کی والہانہ محبتوں کے مرکز	72
87	امام الموحدین مولانا شاہ محمد اسماعیل دھلوی شہیدؒ	72
88	شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ	73
89	حجتہ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ	74
90	قطب الارشاد علامہ رشید احمد گنگوہیؒ	74
91	خاتم المحدثین علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ	75
92	رئیس الموحدین مولانا حسین علی الوانیؒ	75
93	امیر شریعت مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ	76
94	شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ	77
95	مولانا ضیاء القاسمیؒ کو علماء اور مشائخ کے خراجِ تحسین	79
96	میدانِ سیاست میں	83

97	اسلامی مشاورتی کونسل کی رکنیت	84
98	سپاہ صحابہؓ کی قیادت	84
99	مولانا ضیاء القاسمیؒ کی تصانیف	85
100	انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس میں شرکت	85
101	مختلف مسالک میں مقبولیت	86
102	میدانِ تقریر اور خطابت کے شاہ سوار	87
103	کاروانِ حق کا سالار مولانا ضیاء القاسمیؒ کی استقامت	90
104	مولانا قاسمیؒ کی خطابت و شیریں بیانی	90
105	دعوتی اور تحریکی خدمات	91
106	اسلامی نظریاتی کونسل	91
107	تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	91
108	ملی یک جہتی کونسل	91
109	جماعت اسلامی اور مولانا ضیاء القاسمیؒ	92
110	جامعہ قاسمیہ	92
111	قاسمیؒ کیا تھا	95
112	خلد آشیانی	97
113	مولانا قاسمیؒ کی دینی جدوجہد کے معاشرے پر گہرے اثرات مرتب ہوئے	102
114	اثر آفریں خطابت	103
115	ختم نبوت اکیڈمی کا قیام	103
116	جامع مسجد کا قیام	103
117	جمعیت علماء اسلام کی معیت	103

118	قادیانیت کی سرکوبی کے لیے جدوجہد	105
119	لندن میں ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ	105
120	لندن میں کانفرنس کے لیے ویمبلے ہال کی بکنگ	107
121	یورپ کی پہلی اور اساسی ختم نبوت کانفرنس	108
122	انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کا قیام	108
123	وہ پھر بھی حق کے لیے ناحق لڑتے رہے	111
124	آفتاب خطابت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ	112
125	مولانا قاسمیؒ سے دینی جدوجہد میں رفاقت	113
126	بغداد کانفرنس میں شرکت	113
127	مدائن میں صحابہ کرامؓ کے مزارات	115
128	دو غار	115
129	امام غائب یا بارھویں امام	115
130	اُردن کا سفر	119
131	عمان کی ٹھنڈی صبح	120
132	میزبان ذیشان	121
133	اہل پاکستان اردن نہیں آتے	121
134	غار اصحاب کہف	125
135	ایک عوامی خطیب اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب	127
136	خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ	131
137	ایک عہد ساز خطیب	136
138	قاسمیؒ پر فائرنگ	141
139	شہدائیہ اور مولانا ضیاء القاسمی کا کردار	143

118	قادیانیت کی سرکوبی کے لیے جدوجہد	105
119	لندن میں ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ	105
120	لندن میں کانفرنس کے لیے ویمبلے ہال کی بکنگ	107
121	یورپ کی پہلی اور اساسی ختم نبوت کانفرنس	108
122	انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کا قیام	108
123	وہ پھر بھی حق کے لیے ناحق لڑتے رہے	111
124	آفتاب خطابت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ	112
125	مولانا قاسمیؒ سے دینی جدوجہد میں رفاقت	113
126	بغداد کانفرنس میں شرکت	113
127	مدائن میں صحابہ کرامؓ کے مزارات	115
128	دو غار	115
129	امام غائب یا بارھویں امام	115
130	اُردن کا سفر	119
131	عمان کی ٹھنڈی صبح	120
132	میزبان ذیشان	121
133	اہل پاکستان اردن نہیں آتے	121
134	غار اصحاب کہف	125
135	ایک عوامی خطیب اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب	127
136	خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ	131
137	ایک عہد ساز خطیب	136
138	قاسمیؒ پر فائرنگ	141
139	شہدائے اور مولانا ضیاء القاسمی کا کردار	143

160	صحابہ کرامؓ کے گستاخ کے لئے سزائے موت کا قانون بنا دیا جائے تو قتل وغارت رک سکتی ہے	184
161	خلافت راشدہ کے قیام تک جدوجہد جاری رکھیں گے	190
162	اقتباسات پھر وہی قید وقفس	190
163	چیئرمین سپاہ صحابہ سپریم کونسل سے انٹرویو	204
164	مولانا محمد اعظم طارق کے معمولات	205
165	کارکنوں کے نام پیغام	207
166	میرے خلاف ایک سازش کے تحت پروپیگنڈہ کیا گیا	214
167	ابتدائی تعلیم	214
168	سُنی بچوں کے دینیات کی کتابوں کی چند جھلکیاں	222
169	باب اوّل قرآن	222
170	حصہ دوم برائے سُنی طلباء	223
171	باب دوّم سوانح	223
172	سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا تذکرہ	225
173	صحابہ کرامؓ کے مناقب	226
174	ایک ضروری نکتہ	227
175	آخری گذارش	227
176	میرا نقطہ نظر	228
177	مجلس تحفظ ختم نبوت کا فرض	233
178	ختم نبوت کانفرنس لندن کا فیصلہ	234
179	سوانح حیات مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے اقوال قاسمیؒ	250
180	تاریخی کام کا باعث عزت وتکریم	250

181	توحید و رسالت کا مقدمہ اصحاب رسولؐ سے منسلک	250
182	شیعہ فرقہ اسلام کا دشمن	250
183	مولانا حق نواز شہیدؒ کا کریڈٹ	250
184	ماں کیا ہوتی ہے	250
185	قرآن سفینوں میں نہیں سینوں میں	251
186	گستاخ صحابہؓ دولت حفظ قرآن سے محروم	251
187	عاشقان صحابہ دولت حفظِ قرآن کے حقدار	251
188	مولانا عبدالحقؒ	251
189	علامہ محمد شریف کشمیریؒ	251
190	توحید و سنت اور مشکلات	252
191	تحریکِ باب عمرؓ	252
192	شیعہ قرآن کا دشمن	252
193	دفعہ 144	252
194	مولانا جھنگویؒ اور مولانا قاسمیؒ کا آپس میں تعلق	252
195	مقامی انتظامیہ رویے بدلے	253
196	دفعہ 144 توڑنے کا فیصلہ	253
197	پیشہ ور حاسد ملاں	253
198	پیشہ ور حاسدین واعظین کا مکروہ طبقہ	253
199	پیشہ ور راہب خطیب العصر	253
200	مشن جھنگوی کا پرجوش حامی	254
201	مولانا جھنگویؒ کے لیے جو بس میں ہوا کیا	254
202	مولانا خان محمد مدظلہ	255

203	مولانا فاروقی نے علامہ قاسمیؒ کو ووٹ نہ دیا	255
204	خطیب العصر کا اگا شیر کا پچھا گیدڑ کا	255
205	حاسدین عصر حاضر کا پروپیگنڈہ	255
206	کارکن جماعت کا سرمایہ ہیں	256
207	فیصلہ رہنما سے سمجھو	256
208	رہنماؤں سے تحقیق کرلو	256
209	ورکر قائد بن گئے	256
210	حضرت ہزارویؒ پر جھوٹے الزامات	257
211	حضرت ہزارویؒ کی آہ	257
212	خدام الدین بانٹنے والے ورکر	257
213	گروہی سیاست کا مکروہ ہتھکنڈہ	257
214	طوفان تحریک اور تنظیم	258
215	جذباتی اور نظریاتی خاکے	258
216	ایک مرکز اور محور کی اطاعت لازم	258
217	دستور کے مطابق تربیت	258
218	جوش وخروش سے مگر دستوری تربیت نہیں	258
219	مولانا جھنگوی شہیدؒ چندہ اکٹھا نہیں کرتے تھے	259
220	جھوٹے چندہ کرنے والے پیشہ ور خطیب	259
221	علماء اور مدارس	259
222	قاسمی کا کفن پوش جلوس	259
223	تحریک مدح صحابہ میں جھنگوی کا کردار	260
224	مولانا خیر محمد جالندھریؒ	260

225	مولانا عبدالخالقؒ	260
226	مولانا جھنگوی اور مولانا فضل الرحمٰن	260
227	مولانا جھنگوی اور مولانا سمیع الحق	261
228	عبدالمجید ندیم کی ہٹ دھرمی	261
229	اکابرین تنظیم اہل سنت	262
230	مولانا جھنگوی اور مولانا عبدالستار تونسوی	262
231	مولانا جھنگوی اور قاضی احسان الحق	262
232	کافروں کا کفر اور عقائد کرنا منشائے قرآن	263
233	مولانا جھنگویؒ اور مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ	263
234	سرپرست اور چیئرمین کی خواہش نہیں	263
235	دوست کو ذاتی وقار اور شہرت کے لیے داؤ پر نہ لگاؤ	264
236	سرپرستی کے منصب سے قاصر ہوں	264
237	مشن جھنگوی زندہ رکھوں گا	264
238	مجموعہ رسائل قاسمیؒ سے اقوال قاسمیؒ	272

انتساب

اُستاذ مکرم مولانا ضیاء القاسمیؒ کے جانشین
صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی
کے نام کہ جس کی رگ رگ میں مولانا
ضیاء القاسمیؒ کی خطابت، فہم و فراست
جھلکتی نظر آتی ہے۔ جس کی جوانی اور
قائدانہ صلاحیتوں پر پوری سُنی قوم کو فخر
ہے۔

محمد یونس حسن

ابتدائی کلمات

خطیب پاکستان، خطیب ایشاء، یورپ، آفتاب خطابت، اُستاذِ مکرم حضرت مولنا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کو راقم الحروف نے پہلی مرتبہ دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ میں دیکھا اور سنا۔ حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ صاحب کسی سفر سے واپسی پر اچانک تقریباً 9 بجے صبح دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ میں جلوہ اَفروز ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تو دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا عبدالوارث صاحب نے گھنٹی بجوائی اور فرمایا کہ تمام طلباء ہال میں جمع ہو جائیں تھوڑی ہی دیر گزری تو حضرت قاسمی صاحب ناشتہ کر کے ھال میں طلباء کے سامنے شاہانہ وجاہت کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے۔ انتہائی بارعب اور باوقار چہرہ گلے میں لٹکتا ہوا پٹکا اور پھر ٹہل کر آنے کا عجیب انداز۔ ایسے شاہانہ انداز میں ایک مولوی کو میں نے پہلی مرتبہ دیکھا۔ حضرت قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ آ کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ پھر مولانا عبدالوارث صاحب نے حضرت کا تعارف کرایا اور آپ کی خدمات کو سراہا اور دارالعلوم تشریف لانے پر حضرت کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور طلباء سے کچھ واعظ و نصیحت کے جملے ارشاد کرنے کے لیے درخواست کی۔ حضرت صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن مجید کی فضیلت پر بیان فرماتے ہوئے علومِ دین کو سیکھنے والوں کی عظمت مقام اور طلباء کے مراتب کو بیان فرمایا: حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہمارے اکابر جو چٹائیوں پر بیٹھنے والے تھے اُن کے نام آج بھی زندہ ہیں لیکن انگریز اِس بَرِّصغیر سے ذلیل و رسوا ہو کر نکلا۔ اور ساتھ ہی 1857ء کی جنگ آزادی کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے اکابر کی قربانیاں بیان فرماتے ہوئے زار و قطار روتے۔

آخر میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سولی چڑھائے جانے کا واقعہ بیان فرمایا اور کہا کہ جب بوڑھی اماں کو اطلاع ملی کہ تیرا بیٹا کئی دنوں سے سولی پر لٹکا ہوا ہے اُس کی لاش نیچے کوئی نہیں اُتارتا تو جب بوڑھی اماں حضرت اسماؓ بنتِ ابی بکر اچانک اُدھر آ نکلی تو ایسے لختِ جگر کو دیکھ کر دل سے آواز نکلی۔

اتفاقات سے ایک دن جو اِدھر آ نکلیں
دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں یک بار
ہو چکی دیر کہ منبر پر کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اُترتا نہیں اب بھی یہ سوار

اُس دن سے راقم الحروف مولانا ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کا گرویدہ ہی نہ ہوا بلکہ حضرت صاحب میرے دل پر چھا گئے پھر حفظ کرنے کے بعد راقم جب چنیوٹ سے فیصل آباد مرکزی جامع مسجد جناح کالونی میں آکر داخل ہوگیا۔اور پھر پہلی مرتبہ جامع مسجد گول میں جمعہ پڑھنے کے لیے اپنے ہم کلاس ایک افغانی ساتھی کے ساتھ گول مسجد میں حاضری ہوئی۔جمعۃ المبارک کا خطبہ سنا دل باغ باغ ہوگیا۔پھر میں ہر جمعہ کو جناح کالونی سے پیدل چل کر گول مسجد میں اپنے اُسی افغانی ساتھی کے ساتھ گول مسجد جاتا حضرت کی تقریر بھی سنتا اور زیارت کی سعادت بھی حاصل ہوتی۔حضرت کے ساتھ مصافحہ کرنیکا موقع بھی ملتا۔آئندہ سال جب سالانہ امتحان کے بعد تعطیلات ہوئیں تو راقم الحروف نے حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی میں اپنے رفقاءً کے ہمراہ داخلہ لے لیا۔اور حضرت صاحب سے مسئلہ اِلٰہ پڑھا۔حضرت صاحب روزانہ اپنے مخصوص انداز میں پڑھاتے اور درمیان میں اکابر کے واقعات سناتے اور طلباء کی طبیعت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درمیان میں کچھ چٹکلے بھی سنا دیتے اور پھر طلباء تازہ دم ہو جاتے۔آخر میں حضرت صاحب تقاریر کرواتے تھے ہر طالب علم سے اُسی تقریر کی بنیاد پر نمبر لگاتے تاکہ طالب علم کے اندر اپنے علم کو دوسرے کو سمجھانے کے لیے ایک ڈھنگ پیدا ہو جائے۔تقریر کرنے کا سلیقہ اور گُر سمجھاتے۔جب راقم الحروف کی باری آئی تو راقم نے یہ آیت پڑھی شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ الخ اور اس پر تقریر کی۔تو حضرت صاحب فرمانے لگے واہ اوسر گودھیا واہ۔بس یہ حضرت کی داد تھی جس نے میرے حوصلے بلند کر دیئے اور اُن کی نگاہِ شفقت کہ جس نے میری زندگی میں اِنقلاب پیدا کر دیا۔الحمدللہ تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں جب لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ آپ کی تقریر ہمیں سمجھ آتی ہے اور آپ کا اندازِ خطابت اچھا لگتا ہے تو میں واضح کہتا ہوں کہ یہ حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت اور داد کا نتیجہ ہے اور مجھے اِس پر فخر ہے۔راقم الحروف (محمد یونس حسن) آج بھی حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے مشن پر موقف پر چلنا توحید وسنت کو اپنے لیے دنیا وآخرت میں عزت ونجات کا سبب سمجھتا ہوں

محمد یونس حسن

کچھ کتاب کے بارے میں

میں کوئی باقاعدہ مصنف نہیں ہوں۔ لیکن عادت ہے کہ فارغ بیٹھنا اور پھرنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تو کچھ نہ کچھ لکھتے رہنا مجھے انتہائی پسند ہے۔

اُستاذ مکرم: حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کو اِس دارِ فانی سے رخصت ہوئے تقریباً تین سال گذر گئے۔ کہ آپ کے حالات زندگی پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، میں اِس انتظار میں تھا کہ حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے ابتداء کے ساتھیوں اور شاگردوں میں سے کوئی اِس بارگراں کو اُٹھائے گا۔ کیونکہ کتاب لکھنا کسی شخصیت پر اور پھر اس کو چھاپنا یہ بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ یہ ہر نتھو خیرے کے بس کی بھی بات نہیں ہے۔

بہر کیف کسی کاروباری آدمی نے ایک بہت بُلند وبالہ کذب پر مبنی دعوٰی بھی کیا کہ مجھے حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے قلم سے مکمل سوانح تحریر کر کے بھیجتے رہے ہیں اِس کے علاوہ اگر کسی کے پاس حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں جو معلومات ہوں مجھے ارسال کردیں۔ لیکن اس کے باوجود کہ حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کو فوت ہوئے آج تقریباً چار سال گذر چکے ہیں لیکن وہ لکھی لکھائی کتاب چھپ کر سامنے نہ آسکی۔

اسی طرح ایک اور صاحب کا اشتہار تھا۔ یہ میرا عزیز ہے اور جامعہ قاسمیہ میں پڑھتا تھا اُن دنوں میں مشکوٰۃ شریف پڑھتا تھا۔ تو یہ ثالثہ میں تھا پھر دو سال بعد اِس نے نصرت العلوم سے دورہ حدیث کرلیا۔ اِن کی بھی تحریر شدہ کتاب منظرِ عام پر نہ آسکی۔ اِسی طرح ایک نام ارشد قاسمی کا بھی سننے میں آیا تھا۔ کہ اِس کے پاس بڑا حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق معلوماتی ذخیرہ موجود ہے۔ اور وہ بھی لکھ رہے ہیں۔ ابھی تک وہ بھی لکھ ہی رہے ہیں اور لکھتے چلے جائیں گے۔

چونکہ میری بھی ایک عادت سی بن گئی ہے کہ کچھ نہ کچھ لکھنا اور نئی نئی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔

ایک دن جامعہ قاسمیہ حاضری ہوئی قائد جمعیت صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی اور صاحبزادہ حاجی خالد محمود قاسمی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ چل نکلا تو میں

نے پوچھا کہ حضرت کی سوانح نہیں چھپی بڑا وقت گذر گیا آخر کیا وجہ ہے اُن کے ساتھ جو بزرگ رُخصت ہوئے اُنکی سوانح اُسی سال چھپ کر منظرِ عام پر آگئی ہیں اور لوگ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

تو حاجی خالد صاحب نے انتہائی افسوس سے کہا کہ یہ کام تو میں انتہائی اچھے انداز سے سرانجام دے سکتا ہوں لیکن ایک بیٹا اپنے باپ کی تعریف، اپنے باپ کے حالاتِ زندگی۔ چونکہ سوانح میں اُس شخص کی تعریف بھی ہوتی ہے تو میں خود لکھنا اِس کو مناسب نہیں سمجھتا۔

مجھے کہنے لگے عراق، افغانستان، فلسطین، شام اور دیگر ممالک کے حق میں اور امریکہ کے خلاف لکھتا رہتا ہے۔

اپنے اُستاذ کی شخصیت پر بھی کچھ کام کیا ہے اِس کے بعد میں نے تہیہ کرلیا کہ اب انشاء اللہ العزیز اِسی سال حضرت صاحب کی یاد میں ہونے والے سیمینار کے موقع پر کتاب منظرِ عام پر ضرور لائی جائے گی۔

وقت انتہائی کم تھا اور پھر پوری طرح جو کہ ایک کتاب کو لکھنے اور مواد کی ضرورت اور اُس کے حصول کے لیے وقت بھی کم تھا جس کے پیشِ نظر صحیح معنوں میں باریک بینی کے ساتھ تمام حالات و واقعات تو درج نہیں کر سکا۔ لیکن کچھ اہم اہم پہلوں کا تذکرہ میں نے کر دیا۔ حضرت صاحب کی زندگی چونکہ مستقل اک تحریک تھی۔

چاہے تحریک نظام مصطفیٰؐ ہو تب،
چاہے تحریک ختم نبوت ہو تب،
چاہے تحریک ناموسِ صحابہؓ ہو تب،
چاہے تحریکِ سوادِ اعظم ہو تب

لہٰذا آپ کی زندگی کے ہر ہر گوشے اور پہلو پر ایک ایک جامع کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

آخری گذارش:

1: قارئین کرام سے میری آخری گذارش ہے کہ اِس کتاب کو الحمد للہ دنیاوی لالچ و متاع سے ہٹ کر دین اسلام کی اشاعت تا کہ تاریخی حالات و واقعات پڑھ کر حال اور مستقبل کے نوجوان اور خطباء، علماء، طلباء حالات کی کٹھن گھاٹیوں سے گذرنے کے لیے اپنے اندر مقابلہ کی ایک قوت پیدا کر سکیں۔

2: قارئین کرام سے عفو و درگذر کی درخواست ہے سخت گیری کی عادت چھوڑ کر کرم نواز

ی اور نرمی کی درخواست ہے۔ خواہ مخواہ ضد، ہٹ دھرمی، حسد، بغض سے دوری کی درخواست ہے۔ اِس کتاب میں اگر کہیں حوالے کی غلطی یا کمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو اطلاع فرمائیں انشاء اللہ العزیز آئندہ ایڈیشن میں درست کر دیں گے۔

3: آخر میں اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے ان ساتھیوں کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے میری لحہ بہ لحہ اس عظیم کام میں رہنمائی فرمائی بالخصوص صاجزادہ حاجی خالد محمود قاسمی مدظلہم برادر مکرم قاری محمد رمضان طاہر عزیزم صاجزادہ انوار الحق وفا صاحب اور دُعا ہے اللہ خالق کائنات سے کہ وہ بندہ ناچیز کی اِس پُر حقیری محنت کو قبول فرما کر میرے لئے اور میرے آباؤ اجداد اور اساتذہ کرام کے لیے ذریعہ نجات کا سبب بنائے۔ آمین

4: قارئین کرام بہت سارے لوگوں کے تاثرات جو کہ صفحہ قرطاس پر نہیں آسکے انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں تحریر کر دیئے جائیں گے۔ کسی بھی شخص حضرت کے حلقہ احباب ملنے جلنے والے کے پاس حضرت کے متعلق جو جو بھی اہم معلومات جو کہ کتاب میں آنی چاہیے تھیں۔ نہیں لکھی گئی وہ براہِ کرم حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنے تعلق اور نسبت کے ساتھ وفا کرتے ہوئے ضرور حسن معاویہ اکیڈمی کے ایڈریس پر ارسال کریں آپکے حوالہ سے انشاء اللہ العزیز تحریر کر دیں گے۔

آپ کی دُعاؤں کا ہمیشہ کے لیے خواستگار ہوں۔

محمد یونس حسن

ناظم اعلیٰ مدرسہ تعلیم القرآن عثمانیہ عزیز ٹاؤن فیصل آباد

مولانا ضیاء القاسمی مرحوم کے حالاتِ زندگی

کبھی دریا سے مثل موج ابھر کر، کبھی دریا کے سینے میں اتر کر
کبھی دریا کے ساحل سے گزر کر، مقام اپنی خودی کا فاش تر کر (اقبالؒ)

ہوائے ظلم سوچتی ہے کہ کس بھنور میں آ گئی
کہ اک دیا بجھا تو سینکڑوں دیئے جلا گیا

نام:.....محمد.....لاحقہ:.....ضیاء.....نسبت:.....القاسمی.....عرف:.....ضیاء القاسمی۔

جائے پیدائش

کنکروڈ تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر ہندوستان۔ تاریخ پیدائش: 1937ء۔

خاندانی پس منظر

مولانا محمد ضیاء القاسمی علیہ رحمہ نے گجر خاندان میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد مرحوم مولانا عبدالرحیم علیہ رحمہ سلسلہ رائے پور کے منسلک بزرگ عالم دین اور روحانی پیشوا تھے۔ قیام پاکستان کے موقع پر ہجرت کر کے لاہور کے ایک مہاجر کیمپ میں آئے۔ آپ کے والد محترم وبائی امراض میں مبتلا ہو کر مہاجر کیمپ میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا علیہ راجعون۔

والدہ محترمہ کا انتقال

آج سے چند برس پیشتر آپ کے گھر فیصل آباد میں ہوا۔ آپ کی والدہ مرحومہ سمندری کے قریب ایک گاؤں (بعد از ہجرت) منتقل ہوئیں۔

مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ مرحوم کی شادی

چک نمبر 478 گ ب سمندری میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ مرحوم کی اہلیہ کو انتہائی صابرہ شاکرہ عورت بنایا ہے۔ ایک عرصہ یہ حالت رہی کہ مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ مرحوم کے ہاں بلا مبالغہ چالیس پچاس مہمان روزانہ تشریف لاتے، انہیں کھانے کے وقت کھانا اور

چائے کے وقت چائے مہیا کرنا اس عظیم عورت نے اکیلے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ مولانا قاسمی مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں جو سب شادی شدہ اور اپنے گھروں میں آباد ہیں۔

حضرت قاسمی کے صاحبزادوں کے مختصر تعارف

1: صاحبزادہ حاجی طاہر محمود قاسمی زید مجدہ:

یہ حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ جو کہ ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے ایک آفیسر ٹائپ آدمی محسوس ہوتے ہیں مزاجاً نرم دل، انتہائی ملنسار اور دینی حمیت کے جذبہ سے سرشار ہیں جامعہ قاسمیہ میں واقع قاسمیہ فری ڈسپنسری کے چیئرمین ہیں جس میں غریب لوگوں اور دینی مدارس کے طلباء کے لیے فری علاج معالجہ اور بہترین میڈیسن کا اعلیٰ انتظام ہے جو کہ انہی کی مرہونِ منت ہے

2: حاجی خالد محمود مدظلہم:

یہ حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ اور یہ شبیہ قاسمی ہیں۔ طبعاً خاموش، انکساری ان کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ سے نسبت رکھنے والے ہر خاص و عام سے والہانہ محبت یہ ان کی زندگی کا شیوہ ہے حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں مخدوم العلماء والصلحاء حضرت پیر سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم کے دستِ اقدس سے وابستہ ہوئے تھے حضرت شاہ صاحب نے گذشتہ سال 2003ء میں آپ کو خلافت بھی دی ہے۔ آپ حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں جامعہ قاسمیہ کے ناظم کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے اور حضرت کی وفات کے بعد نائب مہتمم کی حیثیت سے جامعہ قاسمیہ میں پورے طور بڑے اچھے انداز سے اپنے فرائض منصبی سرانجام دیتے رہے ہیں اور جامع مسجد قاسمیہ میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی خطابت میں خطیب یورپ و ایشیاء کی خطابت کا نکاتی انداز اور خوشہ چینی جھلکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم احباب بھی اور جدید پڑھا لکھا طبقہ بڑے ذوق سے آپ کا خطبہ جمعۃ المبارک سننے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

3: صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی دامت برکاتہم:

یہ حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں انہوں نے جامعہ

اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث کی ہے۔ ان کی قابلیت، ذہانت و متانت، خطابت اور قائدانہ صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر کر کے گول مسجد میں اعلان کر دیا تھا۔ اور الحمد للہ صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی دامت برکاتہم نے اپنے والدِ محترم کی اُمیدوں پر پورا اُترے توحید و سنت کا جو گلشن اُنہوں نے لگایا تھا اُس کی صحیح معنوں میں آبیاری کر رہے ہیں پوری جرأت و استقامت کے ساتھ حق بات کہنے کا ملکہ اور صلاحیت رکھتے ہیں اعلیٰ فہم و فراست اور ظرف کے مالک ہیں جس کی وجہ سے شہر کے جید اکابر علماء کرام آپ پر مکمل اعتماد کرتے ہیں بلکہ ایک دفعہ دیوبند ایکشن کمیٹی کے تحت صاحبزادہ صاحب نے اِجلاس بلایا۔ جس میں فیصل آباد کے جید علماء کرام قاری محمد یسین صاحب قاری محمد ابراہیم صاحب اُستاذ مکرم شیخ الحدیث قاری محمد الیاس صاحب دامت برکاتہم حضرت مولانا محمد اشرف ھمدانی صاحب، برادر مکرم قاری محمد رمضان طاہر صاحب، راقم الحروف اور تقریباً تین سو کے قریب جید علماء کرام اس اجلاس میں شریک ہوئے طوالت کے پیش نظر باقیوں کے نام یہاں درج نہیں کر رہا ہوں اس اجلاس میں راقم الحروف نے حضرت صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی دامت برکاتہم کی مسلک کے لیے کی گئی خدمات کا سرسری جائزہ پیش کیا تو قاری محمد ابراہیم صاحب نے فوراً تنظیم العلماء کے جنرل سیکرٹری کے عہدے سے شیخ الحدیث قاری محمد الیاس کو برخاست کر کے اُن کو نائب صدر اور صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی کو جنرل سیکرٹری نامزد کیا۔ الحمد للہ میں فخر سے کہتا ہوں کہ صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی نے اس سال محرم الحرام میں کارخانہ بازار کے جلسے کو دوبارہ پھر ایک مرتبہ پوری شان و شوکت کے ساتھ سجایا ہے اور علماء دیوبند کی لاج رکھ لی ہے۔ میں تو برملا کہتا ہوں کہ حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے بعد پورے ملک میں جہاں تک علماء دیوبند کی قیادت اور ترجمانی کی کمی محسوس کی گئی ہے وہاں پر فیصل آباد میں تو بالکل اندھیرا ہی چھا گیا تھا فیصل آباد میں تو ایسا فقدان کہ دور تک نوجوانوں کی سرپرستی کرنے والا، مظلوموں کے سر پر دستِ شفقت رکھنے والا، وہ مائیں، بہنوں، بیٹیاں جن کے بھائی، جن کے بیٹے، جن کے شوہر بے گناہ جیلوں میں یا پابند سلاسل ہیں ان کو ڈھارس بندھانے والا کوئی نظر آتا تھا تو ایسے مشکل حالات میں صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی نے جس انداز سے خدمات سرانجام دی ہیں انہوں نے مولانا ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اِس وقت حضرت صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی بہت ساری جماعتوں کے پلیٹ فارم سے مسلک حقہ کی ترجمانی کر رہے ہیں اور سیاسی لحاظ سے

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری پاکستان کی حیثیت سے جمعیت کی صحیح معنوں میں قیادت کر رہے ہیں پورے ملک اور بیرون ممالک میں توحید وسنت کا پھریرا لہرا رہے ہیں۔ اور آپ کی تقریر سننے کے لیے لوگ بڑے ذوق شوق کے ساتھ دور دراز سے آتے ہیں۔ جس جلسے میں آپ کا نام ہو وہ جلسہ کامیابی کی دلیل بن جاتا ہے۔ اللہ ان کے پائے استقامت کو اور قوت استقامت عطا فرمائے۔

تعلیم و تربیت

مولانا قاسمی علیہ رحمہ نے ابتدائی تعلیم سمندری میں حاصل کی۔ پھر دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے فیصل آباد کی جامع مسجد کلاں کچہری بازار میں قائم معروف دینی درسگاہ مدرسہ اشاعت العلوم میں داخلہ لیا۔ یہاں سے کچھ عرصہ بعد جامعہ رشید ساہیوال تشریف لے گئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ شیخ احرار حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی حضرت مولانا قاری لطف اللہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اساتذہ سے درس نظامی اور فن خطابت کے مبادیات میں مہارت حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ کیلئے دوبارہ مدرسہ اشاعت العلوم آ گئے اور یہاں ممتاز عالم دین حضرت مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ پھر مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں قائد تحریک نظام مصطفیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم کے شرف تلمذ سے سرفراز ہوئے درس نظامی کی تکمیل کی۔

دینی تعلیم سے فراغت کے بعد استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں دیوبند حاضر ہوئے اور ایک ہفتہ وہاں قیام کیا۔ اس دوران حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پر؟؟؟ پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور ساری عمر اپنی اس نسبت پر فخر کرتے تھے۔ حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا قاسمی مرحوم کو اس قدر عقیدت تھی کہ ان کے خلاف کوئی بات سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ فیصل آباد میں سب سے پہلے آپ کی دعوت پر جب حضرت مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت مدنیؒ کے جگر گوشہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی کا جس والہانہ انداز میں استقبال کیا وہ یقیناً بے مثال تھا۔

خطابت کا آغاز

حضرت قاسمیؒ نے اپنی خطیبانہ زندگی کا آغاز فیصل آباد کی ایک چھوٹی سی بستی مائی دی جھگی کی ایک مسجد خطبہ جمعۃ المبارک سے کیا لیکن آہستہ آہستہ آپ کی خوش الحانی اور عقیدہ توحید سے لگاؤ،

ناموس رسالت پر مر مٹنے کا جذبہ صادقہ اور جرأت وحوصلہ سے شرک وبدعات کی مذمت مسلک حقہ سے مخلصانہ تعلق اور اکابرین علما دیوبند سے سچی محبت رنگ لائی اور آپ کی خطابت کی خوشبو پورے ملک میں پھیلنے لگی بلکہ آہستہ آہستہ چار دانگ عالم سے مہک اٹھے۔ اس کے بعد مولانا قاسمی علیہ رحمۃ جامع مسجد مدنی جو کہ غلام محمد آباد کی دہلیز پر واقع ہے میں تشریف لے آئے وہاں پر آپ نے فن خطابت کے وہ جوہر دھائے کہ سامعین کیلئے مدنی مسجد کی جگہ تنگ ہوگئی۔ اب ایک وسیع وعریض مسجد کی ضرورت تھی کہ جہاں پر دور دراز سے آنے والے لوگ آسانی سے نماز جمعہ ادا کرسکیں تو اس کے لئے ایک چٹیل میدان جو کہ وسیع وعریض خالی تھا اس جگہ کو منتخب فرمایا اور جامع مسجد کی بنیاد رکھی جہاں پر اہل بدعت ومشرکین نے بہت شور مچایا لیکن سب کو خاک کی کھانی پڑی۔ یہ وہ جگہ ہے جو آج کل جامع مسجد گول کے نام سے پورے ملک میں مشہور ہے۔ جہاں پاکستان کے چند بڑے اجتماعات میں سے جمعۃ المبارک کا ایک بڑا اجتماع یہاں ہوتا تھا جس میں بلامبالغہ ہزاروں مقامی لوگوں کے علاوہ سینکڑوں افراد سرگودھا، ملتان، گوجرانوالہ، گجرات، لاہور، سیالکوٹ، قصور، اوکاڑہ، ساہیوال، چنیوٹ، جھنگ وغیرہ شہروں سے آپ کا خطاب سننے آتے تھے۔ آج الحمدللہ یہ مسجد فیصل آباد کی عظیم مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ افسوس کہ حضرت مولانا قاسمی علیہ رحمہ کی گھن گرج سے محروم ہوگئی۔

مولانا کی خطیبانہ امتیازی خصوصیات

حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فن خطابت کے بے تاج بادشاہ تھے۔ آپ نے خطابت کو کبھی پیشے کے طور پر نہیں اپنایا بلکہ ہمیشہ آپ نے نظریاتی انداز سے پوری یکسوئی، اخلاص، للٰہیت کے ساتھ سلسلہ تقاریر کو جاری رکھا۔ اس دروان کئی ایسے مشکل مراحل آئے کہ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی جان کو شدید خطرہ لاحق ہوتا لیکن آپ اس کی قطعاً پرواہ نہ کرتے اور پوری جرأت کے ساتھ

بے خطر کود پڑا عشق آتش نمرود میں

کی عملی تصویر بن جاتے۔ مقامی خیر خواہ بار بار روکتے لیکن آپ مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے راہ عزیمت اختیار کرتے تھے۔ ابتدائی دنوں میں گول جامع مسجد میں ایک دفعہ علاقائی اہل بدعت تین چار ہزار کی تعداد میں مل کر حملہ آور ہوئے۔ آپ نے پندرہ بیس احباب کی رفاقت میں انہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ کراچی کے ایک دینی جلسہ میں لوگ لاٹھیاں لئے حملہ آور ہوئے۔ سامعین اگرچہ بکھر گئے لیکن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ریوالور ہاتھ میں لئے ہوئے کرسی پر بیٹھے مترنم آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ ہنگامہ ختم ہوا اور آپ نے

گھنٹوں خطاب کیا۔

تیری زبان کے پھول تھے دریائے تابدار، تیرے بیاں پہ فنِ خطابت کو ناز تھا
تیرے دل و دماغ تھے قدرت کا آئینہ، سینہ تیرا مدینہ سوز و گداز تھا

جب رنگِ بیاں بدلا

مولانا ضیاء القاسمی علیہ رحمہ جو اس سے پہلے اپنی تقاریر میں قرآن و سنت کی روشنی میں عقیدہ توحید، عقیدہ ختم نبوت، مسئلہ الہ، مسئلہ علم غیب، مسئلہ حاضر و ناظر بیان کرتے تھے۔ اب ان کے خطابات اسلام کے عادلانہ نظام حیات کے فضائل، اسلامی عدل و مساوات کی برکات، عہد خلافت راشدہ میں مثالی عدل گستری اور انصاف پروری، نبی کریمؐ کی انسانیت نوازی، آپؐ کے خلق عظیم کے بیان، سرمایہ دارانہ نظام کی مذمت اور سوشلزم اور کمیونزم کے قلع قمع کے موضوعات پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔ پھر وہ سرمایہ داروں اور دولت مندوں کی خستہ حالی بیان کرتے تو کہتے

خدا ہی خیر کرے انتہا پہ ہیں دونوں
اِدھر دلوں کا دُھواں ہے اُدھر ملوں کا دھوں

خطابت کا نشتر

جس سے وہ سرمایہ دارانہ نظام کا آپریشن کرتے تو عقیدہ توحید کی اساس پر اسلامی معیشت کا بیان کرتے تو فرماتے کہ: "لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الاَرضِ۔ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سرمایہ داروں کو من مانی کا حق نہیں ہے۔ ان کے مالوں میں سائلین اور محرومین کا حق ہے۔ سود خور سرمایہ دار انسانی معاشرے کے بدترین افراد ہیں۔ غریب محنت کرتا ہے، مشقت اٹھاتا ہے، اس کے بچے پھر بھی تعلیم سے محروم رہتے ہیں۔ ان کی بچیاں غریب ہونے کی وجہ سے والدین کے دروازے پر بیٹھی رہتی ہیں۔ ان کے پاس ڈاکٹر کیلئے فیس نہیں، وہ بازار سے اتنی مہنگی ادویات کیسے خریدے۔ اس کی بیوی بغیر علاج معالجہ کے تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہے اور جاگیرداروں کے کتے نرم گدوں پر سوتے ہیں۔ مکھن اور ڈبل روٹی سے ناشتہ کرتے ہیں۔

الٰہی کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ

نواز شریف کے سابقہ دور میں جب فوج نے بجلی چوروں کا ملک میں آپریشن کیا تو بہت سارے لوگ بڑے بڑے گروہ پکڑے گئے جن میں اکثر مسلم لیگی ایم این ایز اور ایم پی ایز، وزیر اور مشیر تھے۔ آئے روز اخبار میں یہ سرخی اخبارات کے پہلے صفحے پر ہوتی کہ آج فلاں ایم پی

اے مسلم لیگ بجلی چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار، آج فلاں ایم این اے بجلی چوری کرتے گرفتار تو استاذ مکرم خطبہ جمعۃ المبارک جامع مسجد گول کے اندر ارشادت فرما رہے تھے تو اپنی خطابت کے مخصوص انداز میں آپریشن کرتے ہوئے فرمانے لگے۔ مسلم لیگی سارے بجلی چور چھوٹے سے لے کر بڑے تک۔ ایم پی اے، ایم این اے بھی چور اور انہاں دا بادشاہ نواز شریف بھی بجلی چور۔ کہنے لگے میں نام نہیں لیتا کیونکہ شام کو میرے شہر سے مسلم لیگی کا مجھے فون آئے گا کہ یار تو نے میرا نام بھی لے دیا۔ (اس سے مراد چوہدری شیر علی ہے)

کئی سال پہلے آپ مولانا محمد رفیق جامی اور معروف نعت خواں احمد بخش چشتی مرحوم کے ہمراہ پیر محل تقریر کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ دوران خطابت آپ نے بدعات کی بھرپور مذمت کی تو اہل بدعت نے اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے پورے شہر اور قرب و جوار سے یہ جھوٹا اعلان کروا دیا کہ رات کے جلسہ میں گستاخی رسالتؐ پر مبنی خطاب ہوا ہے۔ صبح سینکڑوں لوگوں نے سادہ لوحی میں اس کمرہ کا گھیراؤ کر لیا جہاں پہ تینوں حضرات آرام کر رہے تھے۔ مقام عالم اور دیگر لوگ جنہوں نے آپ کو دعوت دی تھی اس جم غفیر کا سامنا کرنے سے گھبرا کر انتظامیہ کی طرف دوڑے۔ خود حضرت قاسمی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مولانا جامی اور چشتی مرحوم کمرے کے دروازے کو دھکا دے کر کھڑے ہوئے تھے اور میں مصلے پر بیٹھا حزب البحر پڑھ کر اپنے اللہ سے مدد مانگ رہا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ قدرت نے حفاظت کی ورنہ تیری لاش میری ہوئی۔ کچھ دیر بعد پولیس آئی اور ہوائی فائرنگ سے پولیس نے ہٹا کر بحفاظت حضرت قاسمیؒ کو ان کے رفقاء سمیت وہاں سے نکال کر ٹوبہ ٹیک سنگھ لائی۔ مولانا جامی فرماتے ہیں کہ جب بھی وہ منظر یاد آتا ہے لرز جاتا ہوں کہ موت سامنے ناچتی نظر آ رہی تھی اور قاسمی صاحب تھے کہ استقامت کا پہاڑ بنے گھبرائے بغیر اپنے اللہ سے مدد مانگ رہے تھے۔ ایک شیر خوار طفل کی گویائی دیکھ کر تہمت ہوس پرستوں کی مٹی میں مل گئی۔

بار بار زمانے کی گھٹاؤں نے ہم کو مٹانا چاہا
ہم چمکتے رہے شب کے ستاروں کی طرح

باطل کے مقابلے میں ننگی تلوار

مولانا قاسمی شجاعت و بہادری کا اعلیٰ پیکر تھے اور باطل کو للکارنا ان کے مزاج کا حصہ تھا چنانچہ جھنگ میں جب مولانا ثیریں 9 رفقاء سمیت شہید ہوئے اور باب عمر کا سانحہ پیش آیا تو

آپ نے اس وقت وہاں جا کر کرنل عابد (مسز عابدہ حسین کے والد) جیسے وڈیروں کو للکارا جبکہ وہاں اہل تشیع کیخلاف زبان کھولنا جرم تھا۔ سپاہ صحابہ کا قیام تو بہت بعد میں ہوا۔ آپ نے دور ایوبی میں بڑے بڑے اجتماعات میں ایوب آمریت کے خلاف تقریریں کیں اور گرفتار ہوئے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن سابقہ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے قرآن و حدیث کے خلاف جب بیانات دیئے تو آپ نے پورے ملک میں اس کے خلاف تقاریر کر کے ایسا تعاقب کیا کہ حکومت کے لئے ڈاکٹر صاحب کو فارغ کیے بغیر چارہ نہ رہا۔

آغا شورش کشمیری کی بھوک ہڑتال

جب آغا شورش کشمیری مرحوم نے ایوب آمریت کیخلاف بھوک ہڑتال کی تو حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ نے آغا شورش کشمیری مرحوم کے حق میں ولولہ انگیز تقاریر کیں تو پھر جب حکومت وقت زچ ہو کر آغا مرحوم کو رہا کرنے پر مجبور ہوئی تو قاسمی مرحوم کراچی سے آغا مرحوم کو ہمراہ لے کر پورے ملک میں استقبالیہ جلسے کرتے ہوئے کئی روز بعد لاہور پہنچے۔ فیصل آباد میں یہ جلسہ اشرف المدارس میں منعقد ہوا تھا جس میں مولانا عبدالعلیم جالندھری مرحوم، مولانا عبدالرشید انصاری مدظلہ اور دوسرے علماء شریک ہوئے تھے۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کی نظر بندی اور قاسمی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمتہ اللہ علیہ کو جب علاقہ دریہ میں ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ نظر بند کر دیا گیا تو حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ مرحوم کا محاذ بھی سنبھالا اور پورے ملک میں عقیدہ توحید کو عام کرنے کیلئے مخلصانہ انداز میں عظیم اجتماعات سے خطاب کیا اور جب حضرت شیخ القرآن مرحوم کی نظر بندی ختم ہوئی تو فیصل آباد کے دھوبی گھاٹ میں عظیم الشان جلسہ عام کے ذریعے شیخ القرآن رحمتہ اللہ علیہ کا استقبال کیا۔ آپ کی رہائی پر ہدیہ تبرک پیش کرتے ہوئے جو خطاب کیا وہ مدتوں یاد رہے گا۔

گورنر پنجاب جنرل سوار خان اور للکارِ قاسمیؒ

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں جب گورنر پنجاب جنرل سوار خان نے اہل بدعت کی سرپرستی کی اور انہوں نے اہل حق کی مساجد پر قبضے شروع کیے تو حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ نے شیرانوالہ گیٹ مرکز اہل حق میں عظیم الشان جلسہ کیا اور گورنر سوار خان کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا

کہ تم باز آجاؤ ورنہ نہ سوار رہے گا نہ اس کی ڈاچی۔ (یعنی نہ گورنری بچے گی)

گورنر پنجاب الطاف حسین اور للکارِ قاسمیؒ

ہر دور حکومت میں دینی مدارس میں الزام لگایا جاتا رہا ہے لیکن یہ مدارس آج بھی پہلے سے زیادہ دین اسلام کی خدمت کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب پنجاب میں الطاف حسین گورنر تھے۔ آپ گورنر پنجاب سے ملنے تشریف لے گئے۔ سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ ملکی حالات زیر بحث آئے۔ سپاہ صحابہؓ پر ظلم وستم و بربریت کا تذکرہ ہوا۔ اتنے میں گورنر صاحب نے یہ جملہ کہہ دیا کہ سپاہ صحابہ بھی دینی مدارس کی پیداوار ہے جہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بس پھر کیا تھا آپ شیر کی طرح بپھر گئے۔ تند وتیز جملے اور خطابت کے جوہر گورنر ہاؤس میں دکھا دیئے اور فرمانے لگے: (تیری ساری گورنری طالب علم دی جتی توں قربان کر دیاں گا) تیری ساری گورنری ایک طالب علم کے جوتے پر قربان کر دوں گا۔ یہ جملہ کہہ کر آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ملک کے سب سے بڑے صوبے کا حاکم دیکھتا رہ گیا۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ نے سیدھا لاہور سے فیصل آباد کی طرف رخ کیا۔ پولیس کی گاڑیاں ہمراہ تھیں۔ افسران نے بار بار راستہ میں روکا کہ گورنر صاحب کی طرف سے حکم ہے کہ قاسمی صاحب کو واپس لاؤ حتیٰ کہ شاہکوٹ کے قریب چھ سات پولیس گاڑیوں نے راستہ روکا اور واپسی کا اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ گورنر سے کہو اگر اس کو کوئی کام ہے تو میرے گھر آجائے۔ جب وہاں سے روانہ ہوئے تو ساتھیوں نے کہا کہ حضرت واپس چلیے تو سہی فرمایا کہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں، مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھنا سکھایا ہے پیچھے جانا نہیں۔

کہتا ہوں وہی بات جسے سمجھتا ہوں حق
میں زہر ہلاہل کو بھی کہہ نہ سکا قند

بھٹو شہید اور مولانا قاسمیؒ

1974ء سے 1977ء تک ایسا لگتا تھا کہ آپ مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر حکومت سیٹ اپ کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ لوگ قسم قسم کی باتیں کرتے اور آپ کی حکمت عملی اور اخلاص کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے کہ یہ لوگ حکومت سے ملے ہوئے ہیں اور حکومتی لوگ ہیں لیکن بھٹو کیخلاف 1977ء کی تحریک میں نظام مصطفیٰ ﷺ آپ نے کفن پہن کر جامع مسجد کچہری بازار سے جلوس نکالا اور پولیس نے آپ پر بہت ظلم وتشدد کیا اور آپ کو بیہوشی کی

حالت میں گرفتار کر کے لے گئے۔ اس گرفتاری سے لوگوں کا سابقہ تاثر زائل ہو گیا۔

ہم نے اس چمن کو سجایا ہے خونِ جگر دے کر
حق کو نہیں چھپایا ہے ظلم و ستم سہہ کر

آئین شریعت کانفرنس اور قاسمیؒ

جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام جب لاہور میں آئین شریعت کانفرنس ہوئی تو اس کے انتظامات آپ کی نگرانی میں اس اعلیٰ انداز سے کئے گئے کہ شرکاء آپ کے حسن انتظام کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کانفرنس کے آخری اجلاس میں لوگوں کے اصرار پر مولانا کوثر نیازی مرحوم جیسے عظیم خطیب کی خوبصورت تقریر کے بعد آپ کو تقریر کی دعوت دی گئی اور یہ معاملہ آپ کے ساتھ اکثر ہوتا تھا کہ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے آپ کا خطاب آخر میں ہوتا کیونکہ منتظمین کو یقین ہوتا تھا کہ آپ کے خطاب کے بعد سامعین اجتماع میں نہیں رکیں گے جبکہ آپ کا خطاب سننے کیلئے لوگ گھنٹوں انتظار کیا کرتے تھے۔

حضرت مفتی محمودؒ رحمتہ اللہ علیہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے تو آپ فیصل آباد سے ایک بہت بڑا جلوس لے کر انہیں مبارکباد پیش کرنے پشاور تشریف لے گئے اور یہاں ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا اور آپ کا عظیم الشان تاریخی جلوس دیکھ کر عبدالولی خان نے آپ کو سینے سے لگا لیا۔ لیکن آج آپ دیکھ لیں کہ مولانا فضل الرحمٰن کو اتنی بڑی کامیابی ہوئی جو ان کی اپنی توقعات سے باہر ہے لیکن اس کے باوجود ملک سے کوئی ایسا قافلہ کوئی جلوس اب نہیں آپ کو نظر آیا ہو گا جو مولانا کو مبارکباد پیش کرنے جاتا۔ اس انداز سے وہ قاسمی دنیا سے رخصت ہو گیا جو بڑوں اور چھوٹوں کی قدر دانی کیا کرتا تھا۔

آپ کی شعلہ بیانی

آپ کی شعلہ بیانی اور اعلائے کلمۃ الحق میں بے باکی کا یہ عالم تھا کہ جب عوام الناس سے خطاب کر رہے ہوتے تو لوگوں کے دلوں کو جیت لیتے اور اگر کسی تحریک کے لئے عوام کے احتجاج کی ضرورت ہوتی تو اپنی شعلہ نوائی سے ایسے عجیب انداز سے لوگوں کو گرما دیتے کہ گویا کہ ان کے سینوں میں آگ بھر دی گئی ہے۔

پھر وہ نوجوان ہوتا تب،

اگر کوئی بوڑھا ہوتا تب،

اگر کوئی بچہ ہوتا تب

ہر ایک حضرت قاسمیؒ کی قیادت میں ہر جابر اور ظالم سے ٹکرانے سے گریز نہیں کرتا تھا اور وہ اس اخلاص سے تقریر کرتے کہ لوگ ان کے اشارے پر اپنی جان قربان کرنا سعادت سمجھتے تھے۔ جب سیالکوٹ کے مبلغ ختم نبوت اسلم قریشی کے مبینہ اغوا کے بعد 1984ء میں تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تھی تو استاذ مکرم محمد ضیاء القاسمی علیہ رحمہ کا کردار بہت نمایاں اور کلیدی تھا۔ وہاں پر مجلس تحفظ ختم نبوت والوں نے ایک بہت بڑا جلسہ کیا جس میں حضرت قاسمی علیہ رحمہ نے ایسا بے باک اور شعلہ بانی سے خطاب کیا کہ میرے (یعنی راقم محمد یونس حسن) کے پیرومرشد شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم العالی نے دستارِ فضیلت اپنے سر سے اتار کر حضرت قاسمیؒ کے سر پر رکھ دی۔ یاروکس کس دستار کا ذکر کروں جو حضرت قاسمیؒ کے سر پر سجائی گئی۔ یہی ان کی شعلہ بیانی اور خطابت کی عمدگی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الادب مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے سر پر دستارِ فضیلت سجائی گئی جس کو ساری زندگی سنبھال کر بطور اعزاز رکھا اور اس دستار کی لاج حضرت قاسمیؒ نے ایسی رکھی کہ اس کا حق ادا کر دیا۔ یہی وہ دستار تھی جو آپؒ کی وفات کے بعد میرے قائد ومحسن قافلہ حریت کے سالار نوجوانوں کی امنگوں کے ترجمان اکابر علماء کی نظر کا تارا مرکزی جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام پاکستان اور آپ کے جانشین حضرت العلامہ مولانا صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی مدظلہ کے سر پر سجائی گئی۔ اسی دستار کا اثر ہے کہ وہ اپنی ہر تقریر میں علماء دیوبند کا تذکرہ مشن اور باطل کے خلاف سیف بے نیام کی طرح خطاب کرتے ہیں۔

مولانا ضیاء القاسمی کی شعلہ بیانی اور بے باکی کا یہ عالم تھا کہ ہر سال مختلف مہینوں میں آپ کو 22 سے زائد اضلاع اور ایک دو صوبوں سے ضلع وصوبہ بدری کے احکام موصول ہوا کرتے تھے۔ آپ ملک کے چاروں صوبوں میں یکساں مقبول تھے بلکہ پوری دنیا مثلاً برطانیہ، جنوبی افریقہ، لیبیا، مڈل ایسٹ اور مصر کے ممالک کا کئی مرتبہ تبلیغی سفر کیا۔ مولانا عبدالرشید انصاری کے ہمراہ ایک مرتبہ عراق اور اُردن بھی گئے۔

خطاب حرمین شریفین

جن دنوں حرمین شریفین میں باہر سے جا کر خطبا تقاریر کیا کرتے تھے مولانا مکی صاحب دامت برکاتہم کے اسٹیج پر حرم کعبہ میں اور روضہ اطہر کے سامنے مسجد نبویؐ مدینہ منورہ میں آپ نے متعدد مرتبہ خطاب فرمایا۔ ان خطابات میں آپ نے عقیدہ توحید، محبت رسولؐ اور عظمت صحابہؓ کو کیف وسرور مستی کی گہرائیوں میں ڈوب کر خوبصورت انداز سے بیان کیا جن کا شمار آپ کے تاریخ ساز خطابات میں شمار ہوتا ہے۔ مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح پوری دنیا میں خطابت کو آگے بڑھایا کہ ان کے شاگرد ممتاز خطباء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں جن چند ایک کے نام یہ ہیں، مولانا امداد الحسن نعمانی، قاری عبدالسلام جو کہ اس وقت برطانیہ میں ہیں، مولانا محمود احمد قادری امریکہ میں، مولانا فضل ہزاروی ہانگ کانگ کی مرکزی جامع مسجد میں، مولانا محمد طیب قاسمی مڈل ایسٹ بنگلہ دیش، افغانستان اور دیگر بیسیوں ممالک میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مزید حضرت قاسمیؒ کے شاگردوں کی تفصیل آگے چل کر تحریر کریں گے۔

حضرت قاسمیؒ بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان

حضرت قاسمی بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان ایک پل تھے۔ وہ بڑوں میں بڑے اور اپنے رفقاء میں ان جیسے محسوس ہوا کرتے تھے۔ چھوٹوں کو نوازنا اور ان کا حوصلہ بڑھانا ان کی طبیعت کا امتیازی وصف تھا۔ یہ وصف راقم (محمد یونس حسن) نے اپنی آنکھوں سے گول مسجد میں انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی کے اختتام کے بعد دستار بندی کے موقع پر دیکھا کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ کا جمعۃ المبارک کا ایک فقید المثال اجتماع اور ختم نبوت اکیڈمی کے طلباء کی دستار بندی حضرت استاذ مکرم مولانا قاسمیؒ نے علامہ طاہر الحسن سے کروائی اور ساتھ فرمایا کہ اگر ان چھوٹوں کو ہم بڑا نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ انہیں حسد سے شدید نفرت تھی اور حاسد ملاؤں پر ہمیشہ برستے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کا سب سے بڑا حاسد ملاں ہے۔

مزاج میں انکساری

مزاج میں انکساری ایسی تھی کہ اکابر کے سامنے بچھ جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں تو ایک طالب علم ہوں اور اکابر کا نقش برادر ہوں اور یہی میرا سرمایہ ہے، اسی پر مجھے فخر ہے۔ میں دیوبند کا ایک ادنیٰ سا فرزند اور دیوبند کا ایک ادنیٰ سا سپاہی ہوں جس طرح حضرت کے اپنے

پھول نچھاور کیئے ہیں۔ تو مولانا ضیاء القاسمیؒ کا جواب تھا کہ شاہی بازار کی طوائف اپنے جسم کا تحفظ صرف شریعت محمدیہ میں سمجھتی ہیں اور نفاذ شریعت تحریک کے قائد مولانا مفتی محمود کو جسم فروشی سے نجات کا نشان سمجھتی ہیں اور اعلان کرتی ہیں کہ شریعت نافذ ہونے کے بعد مفتی محمودؒ کی قیادت میں ہمیں تحفظ مل جائے گا اور ہم جسم فروشی کی بجائے شرافت کی زندگی گزاریں گی اور اس جواب پر پورے ملک سے مولانا ضیاء القاسمیؒ کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ حضرت قاسمیؒ اس طرح حاضر جوابی کا ملکہ رکھتے تھے۔ باتیں بہت ہیں لیکن طوالت کے خوف سے تحریر نہیں کر رہا۔

درس وتدریس

استاذ مکرم مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ درس وتدریس کے بھی ماہر تھے۔ شعبان رمضان کی چھٹیوں میں آپ انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی مسئلہ الہ پڑھاتے تو پڑھ کر مزہ آجاتا۔ آپ کا پڑھانے کا انداز بھی وہی خطیبانہ طرز پر تھا جو مسئلہ سمجھاتے فوراً دماغ میں اتر جاتا اور ساتھ ساتھ قرآنی آیات اور دلائل بھی لکھاتے۔ ہر آیت میں بڑے احسن انداز سے استدلال فرماتے۔ دورانِ تدریس طلباء کو لطائف بھی سناتے اور طلباء خوب محظوظ ہوتے۔ کبھی کبھی کسی مسئلے کی گہرائی میں اترتے تو فرماتے کہ مدرس لوگ ہم خطیب یاروں کو جاہل سمجھتے ہیں۔ حضرت قاسمیؒ اس بات پر بہت زور دیتے کہ طلباء کو حیض ونفاس کے مسائل ہی پڑھانے پر زور دیتے ہو حالانکہ اس سے زیادہ وقت کی ضرورت کے پیش نظر تم آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کی گہرائی میں غوطہ لگاؤ اور استدلال فن سیکھو جو شرک و بدعت کے رد میں ہیں جو رسول مکرم کی شان وعظمت میں اتریں وہ آیات جو صحابہؓ کی شان میں نازل ہوئیں آپ کو قرآنِ مجید کا ترجمہ تفسیر پڑھانے کا بہت شوق تھا۔

قرآنِ سے والہانہ محبت

آپ کو قرآنِ مجید کے ساتھ انتہائی والہانہ محبت وعقیدت تھی۔ آپ کے کتب خانہ میں تمام تفسیر کی کتابیں موجود تھیں۔ آپ اکثر و بیشتر وقت قرآن کی تفسیری کتابوں میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ کو قرآنِ مجید کا ترجمہ وتفسیر پڑھانے کا بے حد شوق تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں سورۃ یوسف اور سورۃ الکہف پڑھائی۔ راقم الحروف (محمد یونس حسن) بھی اس سال جامعہ قاسمیہ میں موقوف علیہ میں پڑھتا تھا۔ مجھے حضرت قاسمیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ قرآن مجید سمجھانے کا جو انداز میں نے حضرت قاسمیؒ میں دیکھا وہ اپنی مثال آپ تھے گویا کہ یوں سمجھو کہ ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ سورۃ یوسف کا مطالعہ راقم

مزاج میں انکساری تھی پھر وقتاً فوقتاً چھوٹوں میں جب یہ کوتاہی دیکھتے تو بطور تربیت کے اپنے مخصوص انداز میں تربیت بھی فرما دیتے تھے۔ ایک دفعہ یوں ہوا کہ حضرت قاسمیؒ کے پاس بہت سے علماء تشریف فرما تھے اور مولانا عبدالکریم ندیم یحییٰ عباسی، راقم الحروف، صاحبزادہ انوار الحق وفا، مولانا یار محمد عابد اور دیگر علماء بیٹھے تھے کہ مولانا عبدالکریم ندیم نے کہا کہ حضرت آپ ہمارے بڑے ہیں کچھ نصیحت فرما دیں تو اس وقت مولانا یحییٰ عباسی جو کہ نئے نئے سپاہ صحابہؓ پاکستان کے نائب صدر بنے تھے اور اٹھتے ہوئے شعلہ نوا مقرر تھے تو وہ اپنی ٹانگ کے اوپر ٹانگ رکھ کر حضرت قاسمیؒ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت قاسمیؒ نے فرمایا کہ ندیم یار کن لوگوں کو نصیحت کروں جن کے باپ ایک جید عالم دین اور بہترین خطیب ہونے کے باوجود ہمارے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے آج وہی لوگ ہمارے سامنے اکڑ کر بیٹھتے ہیں تو یہاں نصیحت کیا اثر کرے گی تو فوراً مولانا یحییٰ عباسی سمجھ گئے اور دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر وہ جب بھی حضرت قاسمیؒ کے پاس آئے تو انتہائی انکساری کے ساتھ بیٹھتے۔ یہ حضرت قاسمیؒ کی صحبت اور مجلس کا نتیجہ تھا کہ جس نے ایک نوجوان مقرر کو جذبہ انکساری اور اکابر کا ادب ایک جملے میں سکھا دیا۔

نفاق ان کے مزاج میں نہ تھا

وہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ نفاق ان کے مزاج میں دور دور تک نہ تھا جس کے دوست ہوئے پوری طرح دوستی رکھتے اور جس کے دشمن ہوتے کھل کر دشمنی کرتے۔ اگرچہ طبعاً قدرے سخت محسوس ہوتے تھے لیکن یہ سختی دراصل ان کے مزاج میں استغناء کے باعث تھی ورنہ دل کے اس طرح نرم تھے کہ کسی کی معمولی سی تکلیف کو بھی پوری طرح محسوس کرتے تھے اور لوگوں کے غم میں شریک ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سید عبدالمجید ندیم شاہ کی دین دشمن سرگرمیوں اور دین فروشی کے رویے کی وجہ سے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور نجی محفلوں کے ساتھ ساتھ اپنی تحریر میں بھی اس کا اظہار فرماتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ ندیم پورے پاکستان میں کہیں بھی تمہارا کوئی مذہبی ادارہ نہیں ہے لہٰذا تم بیرونِ ممالک سے اس کیلئے چندہ مانگنے کے بھیانک عمل کو چھوڑ دو۔ اسی میں تمہاری آخرت کی بھلائی ہے۔ اگر خدا کسی کو اس کے اخلاص کی وجہ سے شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے اور تمہیں شہر ملتان والے بھی نہیں پوچھتے تو تم اپنی حسد کی آگ میں جل بھن کر سیاہ مت ہو۔ ایک دفعہ ہم نے سید عبدالمجید شاہ صاحب کے بارے میں سوال کیا تو حضرت قاسمیؒ نے جواب دیا کہ جب میں تنظیم

اہل سنت کا جنرل سیکرٹری تھا تو یہ تنظیم کے دفتر میں آیا کرتا تھا اور یہ ان کا ابتدائی دور تھا اور یہ کسی تنظیم کے ساتھ وابستہ نہیں تھے بلکہ ایک عام کارکن کی طرح دفتر میں آیا کرتا تھا۔ حضرت قاسمیؒ نے فرمایا کہ اس کا گلا اچھا تھا تو ہم اس سے تلاوت سنتے اور نعتیں سنتے تھے اور پھر آہستہ آہستہ میں ان کو اپنے ساتھ جلسوں پر لے جاتا اور پھر ان کو اپنی تقریر سے پہلے چند منٹ کا ٹائم دیتا تا کہ سٹیج پر اس کو بولنا آجائے اور پھر وقت ایسا بھی آیا کہ اس احسان فراموش نے اپنے محسن حضرت قاسمیؒ اور ان کی جماعت کی مخالفت شروع کر دی اور خطیب پاکستان کے مقابلے میں خطیب العصر بن بیٹھا لیکن دنیا جانتی ہے استاد استاد ہوتا ہے اور شاگرد شاگرد ہوتا ہے۔

دیکھا جو تجھے تو حیرت ہوئی مجھے
دنیا تو بے وفا تھی مگر تجھ کو کیا ہوا

خوش لباس خطیب

ایک اچھا خطیب بننے کیلئے اجزائے خطابت کا مکمل حامل ہونا بھی ضروری ہے مثلاً مشاہدہ، مطالعہ حافظہ و آواز، اعتماد و استقلال، متانت و ظرافت، اسلوب و سلامت، تکنیک و انفرادیت، اظہار و گفتار، اشارات و استدلال، تمثیلات اور تجربہ کے مجموعہ کو خطابت کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کسی میں شخصیت و جاہت، بے عیب جسم، حاضر جوابی و حاضر دماغی صحت و شکل و صورت اور خوش لباسی کے اوصاف ہیں تو وہ ایک کامیاب اور ہر دلعزیز خطیب ہے۔ صاف ستھرا لباس ہر شخص کیلئے زیب تن کرنا ضروری ہے۔ لیکن ایک مقرر اور عوامی خطیب کیلئے تو از حد ضروری ہے اس لئے کہ خطیب جس سٹیج پر آتا ہے تو سب سے پہلے عوام کی نظریں اس کے لباس پر پڑتی ہیں۔ لباس صاف ستھرا اور باوقار ہو تو مجمع پر اس کا ایک بہت اچھا اثر قائم ہوتا ہے۔ عوام کی نظریں اس کے لباس پر کوئی عیب نہ پاس کر خطیب کے چہرہ پر مرکوز ہو جاتی ہیں لیکن اگر لباس میلا کچیلا اور بے ڈھنگا ہو تو مجمع میں چہ میگوئیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ایسا شخص عوام میں اپنا اثر نہیں چھوڑ سکتا اور نہ ہی مجمع کی توجہ حاصل کر سکتا ہے اس لئے سٹیج پر جانے سے پہلے لباس کا تنقیدی جائزہ لینا چاہئے۔ ذرا سی بد احتیاطی زبردست خفت کا باعث بنتی ہے مثلاً بعض مقررین جب خطاب کیلئے سٹیج پر آتے ہیں تو ان کا ازار بند ان کے کرتہ کے نیچے سے جھانک رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ عوام کی نظریں ازار بند پر پڑتے ہی ان کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔ اگر یہ کرسی پر بیٹھ کر تقریریں کریں تو ازار بند دوران خطاب جھولتا رہتا ہے اور اگر کھڑے ہو کر کریں تو بھی مجمع کی

نگاہیں کبھی چہرے اور کبھی ازار بند کو تکتی ہی رہتی ہیں۔ اگر کھڑے ہو کر خطاب کرنے والا مقرر اگر جوش خطابت میں ٹانگ اٹھا کر پاس رکھی کرسی پر رکھ دے تو پھر بتانے کی ضرورت نہیں کہ کیسی مضحکہ خیز صورت بنتی ہے۔ اس لئے سٹیج پر جانے سے قبل لباس کے متعلق مکمل تسلی کر لینی چاہیے تا کہ مجمع سرسری نظر جائزہ لے کر اپنی نظریں خطیب کے چہرے پر گاڑ دے اور خطیب کے لبوں کی جنبش کا انتظار کرے۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ اپنے اندر اجزائے خطابت کے علاوہ تمام اوصافِ خطیب بھی رکھتے تھے۔ وہ لباس کے معاملہ میں بہت نفیس اور حد درجہ محتاط تھے۔ سٹیج پر جانے سے قبل خود بھی اپنا تنقیدی جائزہ لیتے تھے اور رفقاء سے بھی پوچھتے، مکمل تسلی کر کے پھر سٹیج پر تشریف لے جاتے۔ مولانا عبدالرؤف چشتی حضرت قاسمیؒ کے لباس کے بارے رقم طراز ہیں:

''میری ان سے طویل رفاقت رہی ہے مگر میں نے اپنی چالیس سالہ رفاقت میں کبھی سٹیج پر ان کے لباس میں کوئی عیب نہیں دیکھا۔'' حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ جن دنوں مائی دی جھگی فیصل آباد خطیب تھے۔ ان دنوں میرے چچا حامد علی رحمانی کی دعوت پر حسن ابدال ضلع اٹک تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مشہور عالم دین مولانا محمد عمر لدھیانوی بھی تھے۔ حضرت قاسمی صاحب کی خطابت کا یہ دور انتہائی ہی غربت کا دور تھا مگر جو لباس زیب تن کر رکھا تھا وہ اگر چہ زیادہ قیمتی نہ تھا مگر اپنی نفاست کے لحاظ سے پر کشش تھا۔ خوبصورت چارخانوں کی تہبند بغیر بازو کے بنیان کے اوپر سفید ململ کا کرتہ سر پر سفید باریک ململ کا رومال جو حضرت قاسمیؒ احسان احمد شجاع آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے اسٹائل میں اوڑھ رکھا تھا اور پاؤں میں ایک بہت معمولی قیمت کی ربڑ کی چوڑی پٹی والی سبز رنگ کی چپل۔ اس لباس میں بھی قاسمیؒ بہت جچ رہے تھے۔ دراصل یہ سٹائل خطیب پاکستان مولانا احسان احمد شجاع آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا تھا جو کہ علما میں اپنی نفاست اور خوش لباسی میں مشہور تھے۔ قاضی صاحبؒ بہت ہی نفیس اور عمدہ کھسہ پہنا کرتے تھے۔ ملک میں حضرت قاضیؒ کا طوطی بول رہا تھا دیگر مقررین کی طرح حضرت قاسمیؒ بھی ان کی خطابت اور خوش لباسی سے متاثر تھے اور ایک پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اسی متاثر ہونے والے خطیب نے تمام مکاتب فکر کے علما کو اپنی طرف متوجہ کر کے رکھ دیا۔ حضرت قاسمیؒ نے رومال اتار کر سر پر کیپ رکھی تو علماء نے انہی کی ریس میں سروں پر کیپ سجا لی لیکن قاسمیؒ کی جدت پسند طبیعت یہاں بھی مطمئن نہ ہوئی۔ پھر انہوں نے کرتہ شلوار پہننا شروع کر دیا اور

لیاقت کیپ کو جناح کیپ میں بدل دیا۔ واضح رہے کہ قراقلی ٹوپی جسے عرف عام میں جناح کیپ کہا جاتا ہے یہ مسٹر محمد علی جناح کی ایجاد کردہ نہیں ہے۔ مورخہ 2 مئی 2000ء کے روزنامہ جنگ لاہور کے مطابق 1937ء میں لکھنؤ شہر میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا تھا۔ اس اجلاس میں نواب اسماعیل خان کی ٹوپی مسٹر محمد علی جناح کو پہنائی گئی۔ پھر وہ ٹوپی جناح کیپ کہلائی۔ مسٹر محمد علی جناح نے اس ٹوپی میں کوئی ترامیم یا اضافہ نہیں کیا لیکن جب یہ ٹوپی خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر آئی تو انہوں نے اس کی بناوٹ میں مزید نکھار پیدا کیا۔ اس کی دیوار کو قدرے بلند کروا کر پہننے کا نیا سلیقہ ایجاد کیا۔ اور پھر اس کیپ کا نام قاسمیؒ کیپ ہو گیا۔ قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کیپ کو علما کی ایک کثیر تعداد نے پہننا شروع کیا۔ لیکن اکثریت اس کے پہننے پر توجہ نہ دے سکی جیسے وہ سر پر ٹوپی کا بوجھ اٹھائے جا رہے ہوں۔ بعض ایسے پہنتے ہیں کہ ٹوپی سر پر ان کی پشت پر چھلانگ لگانے کیلئے تیار ہو۔ لیکن جب خطیب پاکستان ٹوپی پہنتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ٹوپی ان کے ابروؤں سے معانقہ کرنے کو بڑھ رہی ہے۔ حضرت قاسمی علیہ رحمہ جو لباس بھی پہنتے تھے وہ لباس آپ کے جسم پر نہ صرف مسکراتا اور بولتا تھا بلکہ دیکھنے والوں سے انکھیلیاں کرتا تھا۔ جیسے قاریانِ قرآن کی دنیا میں قاری عبدالباسط کے انداز کو اپنایا گیا اسی طرح دنیا علم خطابت میں اسلوب قاسمی اور لباس قاسمیؒ کو ملک گیر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ آج ہر خطیب واعظ مقرر اس کے پاس اگرچہ خطابت نہ ہو مگر وہ لباس قاسمیؒ سے متاثر نظر آتا ہے بلکہ وہ علما جو آسمانِ خطابت کے آفتاب نہیں میدانِ درس و تدریس کے شہسوار ہیں ان کے جسم پر بھی لباس قاسمی اور سٹائل قاسمی نظر آتا ہے۔ کوئی مانے نہ مانے لیکن میں تو کہوں گا جب تک سٹیج سجتے، اجلاس جمتے اور خطابت کے میدان لگتے رہیں گے انداز قاسمی، اسلوب قاسمی، افکار قاسمی اور لباس قاسمی زندہ پائندہ رہے گا۔

حضرت قاسمیؒ کے جنازے میں

جس نے کہا تھا ٹھیک کہا تھا:

جب تک سورج چاند رہے گا قاسمی تیرا نام رہے گا۔

خوش لباسی اور عمدہ لباس کا اظہار اپنے خطبہ جمعۃ المبارک میں بھی فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کاٹن کا لباس میں صرف سرمایہ داروں کی وجہ سے پہنتا ہوں۔ یہ لوگ ملاؤں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ایک دفعہ مولانا عبدالکریم ندیم تقریر کر کے سٹیج پر ہی مولانا سے مصافحہ کرنے

لگے تو آپ نے فرمایا کہ تقریر اچھی اور لباس گندہ، نکما۔

لباس کے معاملہ میں طالبعلموں سے

جب جامعہ قاسمیہ کا ابتدائی تعلیمی داخلہ شروع ہوتا تو حضرت قاسمیؒ جامعہ میں تشریف لاتے اور طالب علموں سے ملتے اور انہیں ابتدائی ملاقات میں یہ بات سمجھاتے کہ لباس صاف ستھرا ہونا چاہئے، کپڑوں سے پسینہ اور ناک وغیرہ صاف نہیں کرنا، خوبصورت اور عمدہ لباس پہنا کرو۔ صاف ستھرا عمدہ لباس اور زری والی چپل پہنے ہوئے طالب علم کو بہت پسند کرتے تھے۔

محبت رسولؐ سے سرشار

حضرت قاسمیؒ کو رسول عربیؐ سے بے پناہ محبت تھی۔ انہیں اپنی اولاد والدین اور عزیز واقارب اور اپنی جان سے بھی زیادہ محبت رسول عربیؐ سے تھی۔ جب بھی سیرت النبیؐ یا سیرت مصطفیؐ، عظمت مصطفیؐ، شان رسالتؐ کسی بھی ایسے عنوان سے تقریر فرماتے تو حضرت قاسمیؒ ایک خوبصورت لفظوں کی لڑی پروتے اور محبت رسولؐ میں ڈوب کر تقریر کرتے تو سامعین عش عش کر اٹھتے اور کبھی کبھی آپ کی زندگی کے مشکل دنوں کا ذکر کرتے تو پھر خود بھی روتے اور سامعین کو بھی رلا کر رکھ دیتے۔

ایک دفعہ مناظر اسلام مولانا علی شیر حیدری سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہؓ پاکستان اور جرنیل سپاہ صحابہؓ مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کیلئے جب عید کے دن نواز شریف کے فارم رائے ونڈ محل میں گئے تو وزیر اعظم میاں نواز شریف، وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف اور ان کے والد محمد شریف بھی تھے۔ میاں شریف مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ سے کہنے لگے کہ حضور اکرمؐ کی زندگی کا کوئی واقعہ سناؤ تو حضرت قاسمیؒ نے مائی حلیمہ سعدیہؓ کا واقعہ سنایا اور آپ کا اپنی کملی بچھا دینا سنایا تو خود بھی زار وقطار رو پڑے، میاں شریف بھی رونے لگے اور باقی علماء بھی سب رو پڑے۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ کی طبیعت کے اندر یہ فطری بات تھی کہ جب بھی آپ کی زندگی کے کسی بھی مشکل وقت کا تذکرہ کرتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے اور جب رسول اللہ کی وفات کا ذکر کرتے تو آنکھیں اشک بار ہو جاتیں اور ساون کے بادل کی طرح برس پڑتیں۔

ذوق نعت

محبوب کبریاؐ سے بے پناہ عشق ومحبت کی وجہ سے نعت شریف سننے کا بھی بڑا عجیب ذوق تھا۔ راولپنڈی کے ایک سفر میں مولانا احسان اللہ فاروقی شہیدؒ الحاج خلیل احمد لدھیانوی مرحوم، مولانا

سرفراز احمد اعوان کی معیت میں معروف قاری خوشی محمد الازہری مرحوم کے گھر تشریف اس لئے لے گئے کہ ان سے نعت شریف سنیں گے۔ واپسی میں زمیندار ہوٹل پنڈی میں حاجی صاحب نعت خواں جو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھتے ہیں ان کو بلوایا اور ان سے کلام سنا۔ آپ نے فرمایا جب بھی پنڈی آتا ہوں تو ان نعت خواں حضرات سے نعت شریف سننے کی کوشش کرتا ہوں۔ لاہور تشریف لاتے تو گوالمنڈی کے میاں اسلم عزیز صاحب کے ہاں معروف گلوکار عنایت عابد سے نعتیں سنا کرتے تھے۔ حافظ محمد شریف منچن آبادی کے نعتیہ کلام سنتے تو بے ساختہ رونے لگتے۔ جامعہ قاسمیہ میں ایک طالب علم نابینا تھا اس کا گلا بڑا اچھا تھا اور اس سے بھی نعتیں سنتے تھے اور یہ کلام بڑے شوق سے سنتے تھے کہ۔

”دیوبند دا پرچم دنیا تے لہرایا اے
ظلم و ستم دے ہر دور دے اندر حق دا دیپ جلایا اے“

سنتے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ بعض اوقات نعت خواں حضرات جب فیصل آباد آتے تو بیت قاسمیؒ پر حاضری دیتے اور رات کو حضرت کو نعتیں سناتے اور جمعہ کے روز آپ اپنے خطاب کے بعد گول مسجد میں آئے ہوئے نعت خواں مہمان کو نعت پڑھنے کا موقع دیتے اور اس کو کھل کر داد دیتے اور مالی طور پر بھی حوصلہ افزائی فرماتے۔

ذہانت و (حاضر جوابی) حافظہ

مولانا ضیاء القاسمیؒ بلا کے ذہین تھے۔ حافظ قرآن نہ ہونے کے باوجود قرآن کی آیات ازبر یاد تھیں۔ جب تقریر کرتے تو بلا جھجک اور بغیر کسی اٹکن کے آیات قرآنی پڑھتے۔ احادیث مبارکہ بھی روانی کے ساتھ پڑھتے، احادیث مبارکہ کا ایک بہت بڑا حصہ حضرت قاسمیؒ کو ازبر یاد تھا۔ صحابہ کرامؓ کے واقعات، حالات زندگی، طبع تابعین، آئمہ، مجتہدین، فقہا کے حالات وزندگی بھی یہ سب چیزیں ان کے خدائی کمپیوٹر میں محفوظ تھیں۔

حاضر جوابی و ٹیبل ٹاک

الحاج جاوید ابراہیم پراچہ سابق ایم این اے کوہاٹ مولانا ضیاء القاسمیؒ کو اللہ نے حاضر جوابی کا ملکہ عطا فرمایا تھا فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ یوں ہوا کہ جمعیت علماء اسلام کی آئین شریعت کانفرنس 1970ء میں لاہور میں منعقد ہوئی تو اس موقع پر جمعیت کے مخالف اخبار نے اس خبر کو اچھالا کہ مفتی محمود اور مولانا غلام غوث ہزاروی کے تاریخی جلوس میں شاہی بازار کی عورتوں نے

نے کئی لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے کیا لیکن جس انداز سے حضرت استاذ مکرم مولانا ضیاء القاسمیؒ نے پڑھائی ایسا انداز اور پیچیدہ مقام اور مسائل کا حل آسان عام فہم الفاظ میں حضرت قاسمیؒ فرماتے اس کی مثال ڈھونڈھنے بھی پاؤ تو نہیں ملتی۔ جب حضرت قاسمیؒ اس آیت پر پہنچے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا الخ. ترجمہ: تحقیق ارادہ کیا اس عورت نے ساتھ یوسفؑ اور انہوں نے ارادہ کیا ساتھ اس کے۔ کیا مطلب کہ نعوذ باللہ یوسفؑ بھی زلیخا کی طرح ارادہ کر چکے تھے نہیں فرمایا زلیخا نے پکا (پختہ) ارادہ کر لیا ساتھ یوسف علیہ السلام کے (یعنی برائی کا) اور یوسف علیہ السلام نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اس کے قریب تک نہیں جانا۔ (یعنی برائی کے)۔ جب اس آیت پر پہنچے۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ م بَعْدِ مَا رَ اَوُ الْاٰ يٰتِ

پھر ان پر ظاہر ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام سچے ہیں اس کے باوجود۔ انہوں نے کہا لَيَسْجُنُنَّهُ حَتّٰى حِيْنٍ. البتہ جیل میں ڈال دو متعین وقت کیلئے۔ فرماتے حضرت قاسمیؒ کہ صدیوں پہلے حکمرانوں کی روایت ہے کہ اہل حق کو جیل میں بلا جواز ڈال دیتے تھے۔

یہی تاریخ امام شافعیؒ کی ہے۔
یہی تاریخ امام احمد بن حنبل کی ہے۔
یہی تاریخ امام ابوحنیفہؒ کی۔
یہی تاریخ امام ابن تیمیہؒ کی ہے۔

آخر میں حضرت قاسمیؒ فرماتے:

ہم فقیروں سے کر لو دوستی .... گر بتلا دیں گے فقیری میں بادشاہی کا

جب سورۃ یوسف اختتام پذیر ہوئی تو حضرت صاحب کو بڑی خوشی ہوئی بلکہ خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پھر مٹھائی منگوائی اور تقسیم کی۔ تمام طلباء کو اساتذہ کو پھر اس کے بعد سورۃ الکہف پڑھائی اور توحید میں موتی پروئے۔ فرماتے کہ یہ سورہ بھی توحید کا مرکز ہے۔ یہ حضرت استاذ مکرم مولانا قاسمیؒ کی زندگی کی آخری تدریس تھی۔

ناموسِ رسالت کا تحفظ اور قاسمیؒ

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کیلئے وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلہ رسم سیاست کا فسوں فقط ہم نے اک نام محمدؐ سے محبت کی ہے۔

یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ مولانا ضیاء القاسمیؒ نے ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی دجال کے خلاف ہو یا اور کوئی گستاخ رسولؐ ہو حضرت قاسمیؒ ہر دور میں پیش پیش رہے۔ تحریک ختم نبوت میں حضرت قاسمیؒ نے جو کردار ادا کیا وہ انشاء اللہ آگے چل کر انٹرنیشنل ختم نبوت کا قیام اور کردار وہاں پر تفصیل سے سپرد اوراق کروں گا۔ یہاں صرف ایک واقعہ تحریر کرنا مقصود ہے جہاں جس میں راقم الحروف (محمد یونس حسن) بھی پیش پیش تھا۔

واقعہ

ہوا یوں کہ 1998ء میں عیسائیوں کے ایک پادری جان جوزف نے کٹہرے عدالت میں اپنے آپ کو گولی مار کر خودکشی کر لی تو ان دنوں عیسائیوں نے بہت جلوس نکالے اور ایک جلوس جو کہ ٹرمینل روڈ سے گزر کر جا رہا تھا تھانہ کوتوالی روڈ پر پہنچا تو جلوس کے شرکاء نے صلاۃ وسلام کے لگے ہوئے بورڈ کو توڑ کر آپؐ کے نام نامی اسم گرامی کی توہین کی جس پر وہاں کرکٹ کھیلتے ہوئے کالج کے نوجوانوں نے دیکھا تو شمع رسالت کے یہ پروانے جن کے اندر عشق مصطفیٰؐ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا تو یہ دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور پھر ہوا کیا دیکھتے ہی دیکھتے یہ نوجوان شاہینوں کی طرح ان پر جھپٹے اور عیسائی بھاگ گئے اور جوان نوجوانوں کے ہتھے چڑھ گئے ان کی خوب ٹھکائی کی اس کے بعد یہ خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور شام کے اخبار میں بھی چھپ گئی۔ جب حضرت قاسمیؒ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ نے فوراً معلومات لے کر علماء کو ٹیلیفون کئے اور امن کمیٹی کے چیئرمین کو فون کیا کہ شام سے پہلے پہلے مجھے علماء بریلوی کی طرف سے کم از کم سو سے زائد فون آنے چاہئیں۔ کیا مجال کسی کی کہ کی مولانا ضیاء القاسمیؒ کے سامنے پر مارے۔ پیر ابراہیم نے فوراً بریلوی علماء کرام کو اطلاع کی اور حالات سے آگاہ کیا اور انہیں ہدایت کی کہ مولانا ضیاء القاسمیؒ نے میٹنگ بلا لی ہے اس لئے تم سب ان سے رابطہ کرو۔ پھر ہونا کیا تھا کہ مولانا ضیاء القاسمیؒ کے پاس پورے شہر سے علماء بریلوی، علماء اہلحدیث اور تمام سماجی و سیاسی، مذہبی شخصیات کے فون کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا۔ ایک کا سن نہیں پاتے تھے کہ دوسرے کا فون آ جاتا۔ ہر کوئی کہہ رہا تھا مولانا حکم فرمایئے ہمارے ذمہ کیا ڈیوٹی ہے جیسے کوئی خادم اپنے مولا و آقا کی خدمت کیلئے تیار ہے اسی طرح ہر آدمی خدمت کیلئے تیار۔ میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ کل گھنٹہ گھر میں احتجاجی جلسہ ہوگا جس میں ہر مسلک کے علماء مثلاً بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث شرکت

کریں اور یہ تمام مسالک پر مشتمل ایک بڑا جلوس جو استاذِ مکرم مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کی قیادت میں گھنٹہ گھر پہنچے گا۔ حضرت قاسمیؒ ان دنوں مسلسل چھ ماہ سے بیمار تھے بلکہ خطبہ جمعہ دینے سے بھی معذور تھے گول مسجد اداس تھی۔ آپ پر جادو ہوا ہوا تھا اور لقوے کا بھی بہت زیادہ حملہ تھا لیکن اس کے باوجود حضرت قاسمیؒ نے اس احتجاجی جلوس کی قیادت فرمائی اور جب آپ سٹیج پر تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ آج ضیاء القاسمیؒ بیماری کے باوجود اس لئے حاضر ہوا ہے کہ جاتے جاتے حضورؐ کی ختم نبوت کیلئے کچھ کام کر جاؤں۔

تیری زباں کے پھول تھے دریائے تابدار
تیرے بیان پہ فنِ خطابت کو ناز تھا
تیرے دل و دماغ تھے قدرت کا آئینہ
سینہ تیرا مدینہ سوز و گداز تھا

حضرت قاسمیؒ سے میری پہلی ملاقات

1995ء میں استاذِ مکرم مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ اچانک (بغیر کسی پروگرام کے) چنیوٹ دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ تشریف لائے۔ عجیب شاہانہ انداز گلے میں سفید پٹکا لٹکا ہوا، سر پر خوبصورت قراقلی ٹوپی، سفید لباس اور پاؤں میں زری والا کھسہ۔ دارالعلوم مدنیہ کے مہتمم مولانا عبدالوارث دامت برکاتہم العالیہ یہ بھی بڑے درویش صفت اور قلندر انسان ہر دینی جماعت کے سرپرست ہر محاذ پر پیش پیش، تو ان کے حکم پر راقم کو مولانا ضیاء القاسمیؒ کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے بعد گھنٹی بجا دی گئی کہ تمام طلباء دارلعلوم کے ہال میں جمع ہو جائیں۔ سب طلباء جمع ہو گئے۔ استاذِ مکرم مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہال میں تشریف لے آئے۔ استاذ العلماء مولانا عبدالوارث دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت قاسمیؒ کا مختصر اور جامع تعارف طلباء کو کرایا اور آپ کی خدمات کو سراہا اور دارلعلوم میں آپ کی تشریف آوری کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ میں اپنے معزز مہمان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ دامت برکاتہم العالیہ سے گزارش کروں گا کہ وہ طلباء اور اساتذہ اور ہمیں نصیحت آموز ارشادات عالیہ سے نوازیں۔

خطاب

بس پھر خطبہ مسنونہ کے بعد مولانا ضیاء القاسمیؒ نے طلباء اور علما کی عظمت پر تقریباً سوا گھنٹہ پرمغز خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ چٹائیوں پر بیٹھنے والوں کو اللہ بلند کر دیتا ہے۔ انگریز نے علماء پر ظلم وستم کیا ان کو سور کی کھالوں میں بند کر کے درختوں سے لٹکا دیا۔ ان کو کالے پانی کی جیلوں میں بند کر دیا لیکن اس کے باوجود آج ان خاک نشینوں، بوریوں اور چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھنے والوں کے نام زندہ پائندہ ہیں لیکن انگریز کے ان بڑے ظالموں کے نام صفحہ ہستی سے مٹ گئے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت کو
تو دیکھ ان کو یدبیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کا واقعہ سنایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حجاج بن یوسف نے سولی پر چڑھا دیا۔ مکے کا چوک ہے دو دن چار دن نہیں بلکہ سات دن گزر گئے اور عبداللہ بن زبیرؓ کا لاشہ سولی پر لٹک رہا ہے اور حجاج کہتا ہے کہ میں اس وقت تک اس کی لاش سولی سے نہیں اتاروں گا جب تک اس کی والدہ آ کر اتارنے کی اپیل نہ کرے۔ ایک جاننے والا گیا ماں کا نام ہے اسماء بنت ابی بکرؓ، اماں عائشہ صدیقہؓ کی ہمشیرہ صدیق اکبرؓ کی بیٹی ہے۔ کسی نے کہا اتنا سات دن ہو چکے ہیں تمہارا بیٹا سولی پر لٹک رہا ہے جاؤ پتہ تو کرو۔ آخری وقت بیٹے کا چہرہ تو دیکھ لو۔ ماں کیا کہتی ہے، آج کی ماں ہوتی تو گھر سے نوحہ شروع کر دیتی، روتی اور پیٹتی۔ طالب علمو! تم ایسی ماؤں کی اولاد ہو۔ سات دن گزر گئے بیٹے کی لاش سولی پر لٹک رہی ہے۔ ماں اسماءؓ بوڑھی ہے، کمر جھکی ہوئی ہے۔ اس نے ہاتھ میں لٹھیا لی اور چلتی ہوئی اس چوک میں آتی ہے جہاں بیٹے کی لاش سولی پر لٹک رہی ہے۔ ماں لاٹھی کی ٹیک لگا کر دور کھڑی ہو جاتی ہے اور ان کی زبان سے نکلے ہوئے جملے کی ترجمانی مولانا شبلی نے یوں فرمائی:

اتفاقات سے ایک دن جو اُدھر آ نکلیں
دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں یک بار
ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب
اپنے مرکب سے اُترتا نہیں اب بھی یہ سوار

اے میرے بیٹے! جب تو زندہ تھا اس وقت بھی منبروں پر چڑھتا تھا۔ اے میرے بیٹے! آج

اگر تجھے موت آئی ہے تو منبر پر ہی آئی ہے۔ بیٹا آج بھی تو سب دشمنوں سے اونچا ہے تو فرمانے لگے کہ جو چٹائیوں پر بیٹھنے والے تھے وہ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی بلند رہتے ہیں اور ساتھ فرمایا کہ دنیاداروں کے محلات کو دیکھ کر ان کی گاڑیوں کو دیکھ کر کبھی یہ نہ سوچا کرو کہ ان کے پاس اتنی دولت، محلات، کوٹھیاں، بنگلے، گاڑیاں یہ کچھ بھی نہیں ان میں ہر آدمی پریشان حال ہے۔ اور فرمایا کہ طالب علمو! دنیا کی تعلیم حاصل کرنے والے نوکری نہ ملنے کی وجہ سے خودکشیاں کر رہے ہیں اور ایک طالب علم جو قاسمیؒ کے ساتھ تھا جس کی ہلکی ہلکی داڑھی اتر رہی تھی کی مثال دکر فرمانے لگے کہ یہ دیکھو کہ ثالثہ میں پڑھتا بھی ہے اور ساتھ چودہ سو روپے کماتا بھی ہے، مسجد میں امام ہے۔ دین کی برکت سے ہمارے طالب علم ابھی تعلیم سے فارغ نہیں ہوتے تو ملازمتیں بھی مل جاتی ہیں...... تو پھر بس کیا تھا خطاب تھا کہ جس نے ہر ایک کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ دعا فرمائی اور تھوڑی دیر کے بعد دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ سے رخصت ہو گئے لیکن اپنی یادوں کے چراغ دارالعلوم میں ہی چھوڑ گئے۔

یہ تھی راقم کی پہلی ملاقات۔

تو جیسے میرے پاس ہے محو سخن
محفل سی جما لیتی ہیں اکثر تیری یادیں

اس کے بعد راقم الحروف درس نظامی کیلئے فیصل آباد مرکزی جامع مسجد جناح کالونی میں آ گیا۔ یہ شعبان کا مہینا تھا۔ مدارس عربیہ میں کتابی طلباء کو چھٹیاں تھیں۔ تو میں نے ان دنوں کو ضائع کرنے کی بجائے قاری محمد سرور سعید صاحب مدظلہ کے پاس گردان شروع کر دی۔ یہاں کلاس میں ایک افغانی لڑکا تھا وہ میرا دوست تھا اور حضرت قاسمیؒ کو وہ بھی شوق سے سنتا تھا۔ میں نے اس سے حضرت قاسمیؒ کا تذکرہ کیا۔ جمعرات کا دن تھا تو اس نے کہا کہ کل دونوں اکٹھے چلیں گے اور جمعہ حضرت قاسمیؒ کے پیچھے پڑھیں گے کیونکہ میں نے گول مسجد دیکھی نہیں تھی۔ ہم دونوں جناح کالونی سے پیدل گول مسجد جمعہ پڑھنے گئے۔ حضرت قاسمیؒ کا خطاب سنا اور آپ سے مصافحہ کیا، زیارت کی اور پھر پیدل مرکزی جامع مسجد جناح کالونی میں آ گئے۔ پھر کیا تھا سارا ہفتہ حضرت قاسمیؒ کا خطاب میرے کانوں میں گونجتا رہا اور جب بھی سوتا یوں محسوس ہوتا کہ آپ میرے سامنے منبر پر خطاب فرما رہے ہیں اور میں سن رہا ہوں۔ وہی جامع گول مسجد کا منظر جیسے کسی شاعر نے کہا کہ

ارے میں سو بھی جاتا ہوں
تو جگا دیتے ہیں مجھ کو تیرے خواب

اگلے سال میں نے شعبان رمضان کی چھٹیوں میں آپؒ کے پاس جامعہ قاسمیہ میں انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی میں داخلہ لے لیا۔ حضرت قاسمیؒ مسئلہ اِلٰہ خود حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے طرز پر پڑھاتے تھے اور بڑا مزہ آتا تھا۔ آپؒ کے سبق میں جب مسئلہ اِلٰہ پڑھا لیتے تھے تو ایک سلسلہ تھا تقاریر سکھانے کا۔ ہر طالب علم سے توحید مسئلہ اِلٰہ پر تقریر سنتے تھے۔ جو اچھی تقریر کرتا اس کو داد بھی دیتے اور ان کو ملک و بیرون ملک آدمی کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے جگہ بھی بنا کر دیتے۔ جب میری باری آئی تو میں نے اس آیت پر تقریر کی: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. الخ. تو آخر پر داد دیتے ہوئے فرمانے لگے اپنے مخصوص سٹائل میں واہ سرگودھیا واہ تو بس یہ ان کی داد دینا تھی کہ پھر راقم الحروف کو زمانہ طالب علمی میں ہی بڑے بڑے جلسوں پر خطاب کرنے کا موقع ملا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں جامعہ مدینۃ العلم بکر منڈی فیصل آباد میں ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا تو شعبان کے آخر میں استاذ مکرم مولانا اسد اللہ ڈجکوٹی مدظلہ کے مدرسہ تعلیم القرآن ڈجکوٹ میں سالانہ عظمت قرآن کانفرنس منعقد ہوئی اور راقم بھی اپنے اساتذہ کے ساتھ ڈجکوٹ گیا تو مجلس احرار کے بزرگ رہنما طاہر لدھیانوی صاحب مدظلہ العالی جو جامعہ کے بیت المال کے ناظم تھے وہ بھی ساتھ تھے تو انہوں نے مجھے کہا کہ آج آپ نے تقریر کرنی ہے۔ میں نے کہا انشاء اللہ ضرور کروں گا۔ لیکن سٹیج پر بڑے بڑے خطیب اور بزرگ موجود تھے مجھ سے پہلے قاریؒ احسان اللہ فاروقی صاحب تلاوت فرما چکے تھے ان کے بعد معروف نعت خواں حافظ محمد شریف منچن آبادی نے اپنی پرسوز آواز میں نعتیہ کلام پڑھا پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ نے بیان فرمایا۔ ان کے بعد راقم الحروف کو مولانا اسد اللہ صاحب ڈجکوٹی مدظلہ نے پانچ منٹ کیلئے دعوت دی۔ پانچ منٹ کا تو میں نے خطبہ ہی پڑھ دیا پھر اس کے بعد تقریر شروع ہوئی۔ کافی وقت ہو گیا مولانا اسد اللہ صاحب نے مجھے اشارہ کیا تو میں نے اپنی تقریر انہی الفاظ پر ختم کر دی کیونکہ یہ میرے استاد کا حکم تھا حالانکہ اس وقت میں انتہائی جوبن میں تھا امام الہند اور ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا جیل کا واقعہ بیان کر رہا تھا تو مجمع سے لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے واقعہ پورا کرو جی شور برپا ہو گیا۔ پھو مولانا اسد اللہ صاحب نے حکم فرمایا اور ناچیز نے اس کو مکمل کیا اور پھر مولانا اسد اللہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں داد

دی۔ سٹیج پر تو یہ دراصل مولانا ضیاء القاسمیؒ کی اس داد کا نتیجہ تھا پھر الحمدللہ راقم الحروف (محمد یونس حسن) کو پورے ملک میں بڑے بڑے اجتماع سے خطاب کرنے کا موقع ملا۔ کبھی زندگی میں جھجک محسوس نہیں ہوئی۔ تحدیث نعمت پر چند مقام تحریر کئے دیتا ہوں۔ شہداءُ مسجد مال روڈ لاہور، جامع مسجد احمد علی لاہوری لاہور، امیر مرکزی جمعیت علماء اسلام میاں محمد اجمل قادری دامت برکاتہم العالیہ اور شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ استاذِ مکرم مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم سے قبل عظمت قرآن کانفرنس لاہور میں خطاب کرنے کا موقع ملا جو کہ لاہوریوں نے بہت پسند فرمایا۔ اسی طرح لاہور میں چوبرجی چوک، مسلم ٹاؤن موڑ لاہور، اسلام آباد لال مسجد اور راولپنڈی میں بھی کئی ایک مساجد میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرنے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ زمانہ طالب علمی ہی میں گجرات، پشاور، خوشاب، سرگودھا، مظفرگڑھ، لیہ، کوٹ ادو، ملتان، کبیروالا، خانیوال، شورکوٹ، قصور، چونی اور مختلف اضلاع میں خطاب کرنے کا موقع ملا۔ فیصل آباد تو چونکہ میرا مادر علمی تھا یہاں تو راقم بہت جلد پورے شہر میں ایک خطیب کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ کی ضیاپاشیاں واقعی ذروں کو آفتاب بنانے کی صلاحیت رکھتی تھیں راقم کو جو کچھ ان کی صحبت میں رہ کر حاصل ہوا میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ ساری زندگی درس نظامی کی کتب اور بڑی بڑی ضخیم کتب کی ورق گردانی سے بھی حاصل نہ ہو سکا۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے

کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اُستاذِ مکرم حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے کسب فیض کرنے سے محسوس کرتا ہوں:

آنکھوں میں بس گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن کسی نظر میں رہا ہوں میں

جامعہ قاسمیہ میں داخلہ

مدینۃ العلم سے راقم جامعہ اسلامیہ شیخ کالونی میں چلا گیا اور آئندہ سال داخلہ کے لئے استاذِ مکرم قاری ریاض احمد صاحب نے مشورہ دیا کہ آپ اپنے مرکز جامعہ قاسمیہ میں داخلہ لے لیں۔ وہ آپ کیلئے ہر لحاظ سے مفید ہے کیونکہ آپ کے نظریے اور مشن کا مدرسہ ہے تو پھر راقم نے اپنے دیرینہ دوست صاحبزادہ انوار الحق فاروقی کو بھی اپنے ساتھ ملایا کہ دونوں اکٹھے داخلہ جامعہ قاسمیہ میں لیتے ہیں۔ اس طرح ہم دونوں بیت قاسمیؒ میں حاضر ہوئے اور تین ساتھی اور بھی

تھے۔ حضرت قاسمیؒ اپنے گھر کے لان میں تشریف فرما تھے۔ جاتے ہی حضرت نے پہچان لیا، دُعا سلام ہوئی اور باقی ساتھیوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کہاں سے آئے ہو اور کس جماعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہو؟ ان میں سے ایک جو میرا کلاس فیلو تھا اس نے کہا کہ حضرت میرا تعلق تبلیغی جماعت کے ساتھ ہے تو حضرت قاسمیؒ نے بطور مزاح کے فرمایا: اُہ پھر کھسی صوفی ای نکلیا ناں۔ اور ہمیں کہنے لگے اپنے مخصوص لہجے میں اوئے تسی بڑے اگے اگے ہوندے او ہر جلسے جلوس وچ اور میرے جمعے وچ وی بڑے سامنے بیٹھے نعرے ماردے او۔ بس ہن تمام مصروفیات چھڈ کے بس تعلیم تے زور دیو فراغت دے بعد پھر جو جی چاہے کریو فی الوقت بس پڑھو۔ تقریباً آدھا پونا گھنٹہ اپنے پاس بٹھائے رکھا۔ نصیحت بھی کرتے رہے اور چائے پلائی اور ہمارا داخلہ فرمادیا۔ پھر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ جس شخصیت کو دیکھنے کیلئے آنکھیں ترستی تھیں اور جمعہ پڑھنے کیلئے دور سے آنا پڑتا تھا وہ دوری بھی ختم اور دیدار مفارقت بھی ختم۔ پھر وقتاً فوقتاً کوٹھی پر بھی آنا جانا شروع ہو گیا۔

قرآنی تعلیم کیلئے لوگوں کو قائل کرنا

قرآن کی تعلیم کیلئے لوگوں کو قائل کرنا یہ بھی حضرت قاسمیؒ کا عجیب انداز تھا۔ ایک دفعہ ایک آدمی اپنے بیٹے کو جامعہ قاسمیہ میں داخل کرانے کیلئے لایا تو مولانا ربنواز صاحب نے مجھے بھیجا کہ ان صاحب کو حضرت قاسمیؒ صاحب کے پاس لے جاؤں اور بتاؤں کہ یہ اپنے بیٹے کو داخل کرانے کیلئے آیا ہے۔ یہ آدمی غالباً داخلے کی جو عام تاریخ ہوتی ہے شوال کے مہینے میں اس سے دو مہینے تاخیر سے ذوالحج کے اخیر میں آیا۔ کوٹھی پر حاضری ہوئی، ملاقاتی کمرے میں بیٹھ گئے۔ حضرت قاسمیؒ صاحب کو فیقے نے اطلاع دی کہ یونس حسن کسی آدمی کو لے کر آیا ہے۔ اس کا بچہ داخل کرانا ہے۔ حضرت قاسمیؒ تشریف لائے، ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ بچہ داخل کرانے کیلئے حاضر ہوئے تھے مولانا ربنواز صاحب نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ حضرت صاحب اگر داخلہ دیں تو ٹھیک ورنہ ہم نہیں دیں گے۔ اس کے بعد حضرت قاسمیؒ نے قرآن کی فضیلت اور قرآن پڑھانے والے کا مقام بیان شروع کر دیا۔ کیا خوبصورت انداز جی چاہتا تھا کہ بس حضرت بیان کرتے رہیں اور ناچیز سنتا رہے۔

حضرت قاسمیؒ نے فرمایا: کہ بھائی قرآن کی برکت ہے کہ جس جگہ آپ بیٹھے ہیں اس جگہ پر میرے سامنے آ کر یہاں وزیر بیٹھتے ہیں جس دروازے سے آپ آئے ہیں اس دروازے پر

کھڑے ہو کر وہ اندر آنے کی اجازت کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ قرآن کی برکت ہے اور فرمانے لگے کہ قرآن کی برکت ہے کہ آدمی بہاولنگر سے میرے لئے یہ آج تیتر بٹیر بھن کر لایا ہے۔ فرمانے لگے .... کمائے گی دنیا کھائیں گے ہم۔ آج لوگ ایم اے بی اے کر کے دھکے کھاتے پھرتے ہیں، حرام کی موت مر جاتے ہیں۔ نوکری نہ ملنے کی وجہ سے اپنی اسناد جلا دیتے ہیں لیکن یہی تیرا بچہ جو ڈیڑھ دو سال میں قرآن کو حفظ کرے گا تو بغیر رشوت کے جہاں جی چاہے قرآن پڑھانے کیلئے بیٹھ جائے تو تین چار ہزار روپے آسانی سے ملتا رہے گا۔ ثواب علیحدہ، عزت علیحدہ کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔ حضرت قاسمیؒ نے عام مہتمم حضرات کی طرح یہ نہیں کہا کہ بھاگ جاؤ، اب داخلہ کا ٹائم ہے، آپ پہلے کہاں سوئے ہوئے تھے بلکہ اس کے برعکس ایسی گفتگو کی کہ دین کی محبت اس کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دی۔

مشکوۃ شریف موقوف علیہ میں راقم کا داخلہ

2000ء بمطابق شوال **1420**ھ راقم داخلہ لینے کی غرض سے جامعہ قاسمیہ میں حاضر ہوا تو مولانا ربنواز صاحب نے کہا کہ آپ کا داخلہ قاسمیؒ نے کرنا ہے۔ آپ حضرت صاحب سے اپنی درخواست پر دستخط کروائیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میری جہادی سرگرمیاں تھیں۔ راقم جمعیت المجاہدین العالمی فیصل آباد ڈویژن کا امیر تھا جس کی وجہ سے کبھی کبھی چھٹی بھی ہو جاتی تھی۔ میں بیت قاسمی پر حاضر ہو گیا۔ حضرت صاحب ظہر کے بعد اپنے گھر کے لان پر غلیچہ بچھا کر کمر کے پیچھے ایک بڑا تکیہ اور ایک چھتری لگا کر بیٹھے ہوئے اردگرد تین چار طالب علم بیٹھے ہوئے آپ کو دبا رہے تھے۔ جب میں نے قاسمیؒ کا یہ انداز دیکھا تو انتہائی خوبصورت نظر آئے جیسے کوئی بادشاہ آرام کر رہا ہو۔ دعا سلام ہوئی۔ اس کے بعد پوچھنے لگے مجاہد کیسے آئے ہو؟ میں نے آنے کا مقصد بتایا تو حضرت فرمانے لگے کہ میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ دوران تعلیم اپنی تمام تر سرگرمیاں ختم کر دو۔ پہلے تعلیم مکمل کر، دو سال رہ گئے ہیں پھر جہاں جو جی چاہے کرنا۔ چاہے افغانستان کے پتھروں پر مر جانا چاہے کشمیر کے پتھروں پر مر جانا۔ پھر نصیحت کی اور میری درخواست پر دستخط کر دیئے۔ اسی اثناء میں روزنامہ نوائے وقت کے احمد کمال نظامی اور عبد الجبار انصاری تشریف لائے اور انہوں نے تصویریں بنانے کیلئے کہا تو حضرت صاحب اسی حالت میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس حالت میں تو نہیں ہوں کہ تصویر بنائی جائے۔ دھوتی باندھی ہوئی، ننگے سر، زلفیں بکھری ہوئی اور ہمیں بھی کہا کہ ساتھ کھڑے ہو جاؤ تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور حضرت صاحب کے ساتھ میں

نے بھی اپنی دو تصویریں اتروالیں۔

قاسمیؒ کا سورۃ یوسف پڑھانا

یہ سال مولانا ضیاء القاسمی کی زندگی کا آخری سال تھا۔ اسی سال آپ نے ہمیں سورۃ یوسف اور سورۂ کہف پڑھائی جیسا کہ پیچھے ذکر کر چکا ہوں۔ یہاں صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ جب پڑھاتے تو درمیان میں اکابر علماء دیوبند کے تذکرے کرتے تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور گھگھائی ہوئی آواز میں فرمایا کرتے تھے واہ علماء دیوبند، واہ علما دیوبند۔ ایک دفعہ علماء دیوبند کا تذکرہ شروع ہوا تو فرمانے لگے کہ جب میں انگلینڈ گیا تو وہاں مجھے ایک بہت بڑے میوزیم میں لے گئے۔ وہاں پر وہ آلات دکھائے گئے جن میں علماء دیوبند کے ہاتھ دے دیئے جاتے تھے اور بازو سے خون نچڑ جاتا گنے کی طرح بازو کا چھلکا بن جاتا لیکن ان سے جب پوچھا جاتا تو یہی آواز ہوتی آزادی...... آزادی...... آزادی...... فرماتے کہ انگریز تھک ہار گیا اور برصغیر کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور علماء دیوبند کامیاب ہو گئے۔

اکابر علماء دیوبند سے والہانہ محبت

اور فرمایا کرتے تھے کہ میری عقیدت کے چار مرکز ہیں۔ زمانہ طالب علمی سے ہی جو اکابر میری عقیدتوں اور والہانہ محبتوں کا مرکز تھے ان میں فنافی التوحید مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید نوراللہ مرقدہ، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نوراللہ مرقدہ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نوراللہ مرقدہ انہیں تاریخ کا شاہکار اور عظمت رفعہ کے عظیم مینار قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ شخصیات نابغہ روزگار اور عقیدی حیثیت کی حامل تھیں۔

پھس گئی جان شکنجے اندر جیوں بیلنے وچ گنا
رہو نوں کہہ ہنٹر رہ محمد جے اَج رہویں تے مناں

مولانا قاسمیؒ سے راقم کی آخری ملاقات

دنیا خطابت کے بے تاج بادشاہ سے راقم الحروف (محمد یونس حسن) آپ کی تیمارداری کیلئے 27 دسمبر کو عشاء کی نماز تراویح کے بعد وفات سے دو دن پہلے آپ کی کوٹھی پر حاضر ہوا۔ صاحبزادہ طاہر محمود قاسمی، صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی مدظلہ، صاحبزادہ خالد محمود قاسمی سے ملاقات ہوئی۔ حضرت کی صحت کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے اپنے کمرے میں تشریف فرما ہیں چلے

جائیں اور مل لیجیے۔ میں ایک اور ساتھی انوارالحق وفا کے ساتھ کمرے میں چلا گیا۔ حضرت اتنی بیماری کے باوجود کرسی پر بیٹھے زلفیں بکھری ہوئیں، چہرہ ہشاش بشاش اور بی بی سی کی خبریں سن رہے تھے۔ صحت کے بارے میں پوچھا اور فرمانے لگے میرے لئے دعا کرنا اللہ جلد صحت عطا فرمائے اور ہم کمرے سے باہر آ گئے۔ میری حیرت کی انتہا ہو گئی۔ اتنی بیماری کے باوجود ملکی حالات پر ان کی نگاہ کس طرح وسیع کہ بی بی سی سن رہے تھے۔ اس کے بعد یہ کہتے ہوئے بیت قاسمی سے رخصت ہوا۔

اب تو جاتے ہیں مے کدے سے حسن
پھر ملیں گے تجھ سے گر خدا لایا

مولانا ضیاء القاسمی کا وقت رخصت

بت کدوں میں لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کرنے والا...... بدعت کے بازاروں میں جا کر رسول ﷺ کے اسوہ کے پھول تقسیم کرنے والا...... زندیقوں پر عقائد باطلہ اور ملحدوں پر افکار ضالہ کی ضلالت وگمراہی واضح کرنے والا اور گنہگاروں کو اپنے رب سے معافیاں مانگنے کی شب و روز تلقین کرنیوالا مبلغ حق و صداقت داعی توحید و سنت آج صبح سے آہستہ آہستہ دھیمی آواز میں عربی میں اپنے رب کے حضور دعائیں مانگ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھتا ہوا نظر آتا ہے۔ یوں نظر آتا ہے کہ جیسے کوئی اپنے مالک سے کہہ رہا ہو کہ اے پروردگار عالم دنیا کے اندر جو خطائیں تیرے اس کمزور بندے سے سرزد ہوئیں معاف فرما دے اور جب اس کا مالک معافی کا اعلان کرتا ہے تو وہ اپنی نگاہیں نیچے کر کے اپنے مالک کا شکر ادا کر رہا ہو۔ وقت گزرتا گیا وقت ایک ایسی چیز ہے جو کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ اب وقت رخصت قریب آ گیا۔ گھر والوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ بیٹے موجود ہیں، بیٹیاں موجود ہیں، ڈاکٹر موجود ہے، جانے والا مہمان اپنی زبان سے باہوش وحواس کہہ رہا ہے کہ ”اے میرے اللہ میں نے ساری زندگی تیری توحید اور تیرے محبوب کی سنت کا پھریرا لہرایا ہے۔ اس کی تبلیغ کی ہے۔ میرے ساتھ سختی نہ کرنا“ اپنے بندے کی عاجزانہ دعا کو رب ذوالجلال والاکرام نے اپنی جلالت شان اور کرم بے کنار کے ساتھ سنا اور شرف قبولیت عطا فرمایا اور اس پر رحمت کا مینہ برسا دیا۔ مرنے سے پہلے اس کے گناہوں سے خط تنسیخ کھینچ دیا۔ ہم کون اور ہماری کیا طاقت اس دعویٰ غیب کی...... امام الانبیا، محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس زبان پر آخری کلام

لا الہ الا اللہ جاری ہو گیا پس وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قال آخرُ الْکَلَامِ کَلِمَۃُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَدَخَلَ الْجَنَّۃَ. وقت کے ساتھ ساتھ اب طبیعت خراب ہوتی جارہی ہے، (اضطراب بڑھتا ہوا دیکھ کر) ڈاکٹر نے دوائی پیش کرنے کی کوشش کی۔ فدائے توحید عاشق رسول ؐ کی جانکنی پر ہے اور کہہ رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب وقت گزر چکا ہے اب دوا اثر نہیں کرے گی۔ فرماتے ہیں ڈاکٹر بشیر صاحب تم بھی گواہ رہنا میں نے ساری زندگی توحید وسنت کا ڈنکا بجایا ہے اور کلمہ توحید وشہادت زبان سے بلند آواز کے ساتھ پڑھ رہے ہیں۔ اشھدان لا الـہ اِلَّا اللّٰـہ واشھد ان محمد وحدہ لاشریک لہ بلند آواز سے دومرتبہ پڑھا۔ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، وحدہ لاشریک لہ، واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ. غشی طاری ہوگئی اور اسی روز 29 دسمبر 2000ء کو شام چار بجے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ کون اٹھا محفل ہستی سے عزیزو
خورشید جہانتاب بھی خونبانہ ہے
تیرے بعد اس محفل میں اندھیرا رہے گا
ہزاروں چراغ جلائیں گے روشنی کیلئے

اعلان وفات

رات 9 بجے ٹیلی ویژن اور زی ٹی وی اور بی بی سی نے بھی وفات کا اعلان کیا۔ ہفتے کو تقریباً ساڑھے 9 بجے کے قریب مولانا محمد اعظم فاروق صاحب میرے گھر تشریف لائے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ مولانا ضیاء القاسمیؒ وفات پا گئے تو یہ سن کر میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے کہ آج اس عظیم اور شفیق استاذ اور لیڈر سے محروم ہو گئے ہیں جس کا خلا صدیوں پر نہیں ہوگا۔ میں نے جونہی اعظم فاروق سے کہا کہ چلو چلتے ہیں۔ راقم نے جلدی سے اپنے گھر سے موٹر سائیکل نکالی اور جلدی سے گھر سے نکلا اور اپنی والدہ صاحبہ کو بتایا کہ ہمارے استاذ مکرم مولانا محمد ضیاء القاسمی وفات پا گئے ہیں اور میں جنازے پر جارہا ہوں۔ ہم دونوں جھاوریاں سے موٹر سائیکل پر چلے، سرگودھا پہنچنے سے پہلے ہی موٹر سائیکل پنچر ہو گئی، بڑی پریشانی ہوئی کہ تاخیر ہو رہی ہے۔ سرگودھا پہنچے تو اس وقت تقریباً ساڑھے دس بج چکے تھے۔ ہم نے سرگودھا سے فیصل آباد فون پر رابطہ کیا تو اطلاع ملی کہ جنازہ ساڑھے گیارہ بجے

ہے تو ہم نے دیکھا کہ اب تو جنازے پر کسی صورت میں نہیں پہنچ سکتے۔ اس طرح مایوس ہو کر سرگودھا سے واپس جھاوریاں آ گیا اور یہ افسوس ساری زندگی رہے گا کہ اپنے محسن کا آخری دیدار بھی نہ کر سکا اور نہ سفر آخرت کے مسافر کو کندھا دے سکا۔ پھر دوسرے روز فیصل آباد آیا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ سارا شہر ویران ہے اور ہر آنکھ اشکبار نظر آ رہی تھی۔ جامعہ قاسمیہ پہنچا تو سب سے پہلے مولانا ربنواز صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کو دیکھتے ہی میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ مولانا ربنواز نے گلے لگایا، حوصلہ دیا لیکن بے ساختہ میری چیخیں نکل گئیں کہ کل تک اس جامعہ میں اپنے جاہ وجلال سے آنے والا عظیم انسان جس دھرتی پر بڑے وقار اور رعب کے ساتھ ٹہلتا تھا آج وہی ان کو اپنے اندر کیسے نگل گئی یاروں نے کیسے اس مرد قلندر پر مٹی اپنے ہاتھوں سے ڈالی۔ مجھے حضور اکرم ﷺ کی تدفین پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قول یاد آیا کہ معاملہ کچھ ایسا ہے۔ مٹی کی بات آئی تو مجھے مدینے کی مٹی یاد آ گئی کہ جس مٹی کی خوشبو حضرت قاسمیؒ نے بارہا سونگھی جس کی وجہ سے ان کا دل و دماغ معطر رہتا تھا۔

جب حضور اکرمؐ کو دفن کر دیا گیا، مٹی ڈال دی گئی تو حضرت فاطمۃ الزہرہؓ فرماتی ہیں:

یاانس اطابت انفسکم ان تحثوا التراب علی رسول اللہ۔

اے انسؓ یہ تو بتاؤ تم نے یہ کس طرح برداشت کر لیا کہ تم اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر مٹی ڈالو۔

پنجابی کے شاعر نے حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کے قول کا نقشہ اپنے الفاظ میں کچھ یوں کھینچا ہے:

وے انسؓ بلالؓ نبی دے یارو تسی نبی کتھے چھڈ آئے
ایسے سوہنڑے مکھڑے کیونکر خاک اندر چھپائے
وے تسی تے ہیسو پاک نبی تو جانا وارن والے
پھر دسو کیوں یار یاراں نوں خاک اندر چھپاندے
تے سن سن زاری ذکر نبیؐ تھیں اکھاں نیر بہاون
ہولا چار تمامی اگوں ایہہ جواب سناون
تے وس نہ رہ گیا کجھ اساڈے ورت گئیاں تقدیراں
ہوش حواس گم ہو گئے اساڈے تے بھل گئیاں تقریراں

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

مولانا ضیاء القاسمیؒ کا جنازہ آپ کے گھر کے سامنے قاسمی پارک میں دوسرے روز بارہ بج کر پندرہ منٹ پر سلطان العارفین قدوۃ السالکین سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی جس میں ہزاروں غمزدہ محبت واحترام کرنے والے شریک ہوئے۔ لوگوں کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ قاسمی پارک لوگوں سے بھرا ہوا تھا اس میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ آپ کے عقیدت مند پورے ملک سے تشریف لائے تھے اور لوگوں نے پارک کے باہر سڑکوں پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ ادا کی۔ حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کے بعد یہ پہلا اتنا بڑا جنازہ تھا جس میں علماء کرام مشائخ عظام، طلباء، انجینئرز، تاجر، پولیس افسران، ایم این اے اور ایم پی اے، مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے رہنماؤں اور ہر مکتبہ فکر کے علماء کرام بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث نے شرکت کی۔

بچھڑا کچھ اس انداز سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

باب نمبر 2

اخبارات ورسائل کے شذرات

ماہنامہ الخیر، ملتان

مدیر اعلیٰ: مولانا محمد حنیف جالندھری

خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کی رحلت

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ اپنے وقت میں ملکی سطح کے ''خطیب شہیر'' تھے۔شرک و بدعت کی تردید میں ان کی پُرجوش اور ساحرانہ خطابت نے انہیں پورے ملک کا محبوب ومقبول خطیب بنادیا تھااوران کا نام جلسے کی کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا۔خطابت کے علاوہ میدان سیاست میں بھی آئے۔اس میدان میں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ان کے انداز خطابت وسیاست سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا ضیاء القاسمیؒ نے اپنی پوری زندگی شرک وبدعت کی تردید، ناموس صحابہؓ کے تحفظ اوراہل سنت و الجماعت کے عقائدونظریات کی تبلیغ میں صرف فرمائی اوران کی رحلت سے دینی حلقے ایک ولولہ انگیز خطابت سے محروم ہوگئے ہیں۔آپ جمعیت علماء السلام، عالمی تحریک ختم نبوۃ، تنظیم اہل سنت والجماعت پاکستان اور سپاہ صحابہ جیسی دینی تنظیمات میں ہر باطل طاقت اورآواز کے مقابل ہمیشہ ایک نڈر سپاہی کی طرح سرگرم عمل رہے اورکوئی بیرونی دباؤ آپ کواس راہِ حق میں مجاہدانہ یلغار کے ساتھ آنے سے روک نہ سکا۔ان کے سفر آخرت پر روانہ ہونے سے ملک کے دینی و تبلیغی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ کیسے پر ہوگا۔وہ اللہ ہی کے علم میں ہے۔زمانہ دیر تک انہیں یاد کرتا رہے گا لیکن یہ پھول جس گلستان علم میں کھلے وہ بہار دوبارہ اس خاکدانِ علم کو شاید ہی کبھی میسر آسکے۔

وہ پھول تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
پالا تھا آسمان نے جنہیں خاک چھان کر

2۔ ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور

زیر نگرانی: قاضی مظہر حسین

مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ بھی رحلت فرما گئے

ملک کے مایہ ناز خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ بھی چند ماہ گردوں کی تکلیف میں مبتلا رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہماری دانست میں زمانہ قریب کے اندر حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے بعد جن خطباء نے عروج کا دور دیکھا ان میں مولانا قاسمیؒ مرحوم کا نام سرفہرست ہے۔ مولانا قاسمی مرحوم کی بعض پالیسیوں اور مزاج کے اندر شدت کی بناء پر ان سے اختلاف کے باوجود مسلکی میدان میں ان کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ ان کا تذکرہ عوامی حلقوں میں عام طور پر مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے ساتھ تعلق و نسبت کے حوالہ سے کیا جاتا ہے اور یہ ہے بھی حقیقت۔ انہوں نے "میرے شیخ القرآن" کے نام سے ان کی سوانح بھی لکھی ہے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ شیخ القرآن عقیدۂ حیات النبی کے قائل تھے۔ خدا تعالیٰ مولانا قاسمی مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ ان کی لغزشوں سے درگزر فرما کر ان کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

3۔ ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: قائد شریعت مولانا سمیع الحق

مولانا ضیاء القاسمیؒ کا سانحہ ہائے ارتحال

گزشتہ دو ماہ رحلت کے لئے نہایت ہی خسارے کا باعث بنے اور خصوصیت کے ساتھ علمی حلقوں اور مسلک دیوبند کی نہایت ہی اہم شخصیات نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان حضرات نے اپنی جدوجہد اور شبانہ روز مساعی کے باعث ملک و ملت اور دین و شریعت و اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو عظیم خدمات انجام دیں، رہتی دنیا تک وہ یاد کی جائیں گی۔

خصوصاً حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ جیسی مسلمہ اور معتدل شخصیت کا ہم سے بچھڑ جانا ایک قومی المیہ ہے۔ مولانا ضیاء القاسمی مرحوم کا حضرت والا مولانا سمیع الحق مدظلہ اور راقم (حافظ راشد الحق سمیع حقانی) کے ساتھ انتہائی مشفقانہ تعلق رہا۔ آپ نے انتقال سے کچھ دیر قبل بھی حضرت مولانا

سمیع الحق مدظلہ کوفون کیا اور ان سے تفصیلی بات چیت کی اور اقوام متحدہ کی طرف سے افغانستان کا پابندیوں کے خلاف اور اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں اپنی تمام خدمات مولانا سمیع الحق کو پیش کیں۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ہم مولانا ضیاء القاسمیؒ کے تمام پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور ان کے اعلیٰ درجات کیلئے دعا گو ہیں۔

4۔ ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مدیر: مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی

پاکستان کے معروف عالم دین اور نامور خطیب مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ بروز جمعۃ المبارک 29 دسمبر 2000ء کو شدید علالت اور گردوں کی تکلیف میں مبتلا رہنے کے بعد دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم اپنے ہم عصر خطباء میں ایک منفرد اور ممتاز طرز خطابت کے باعث کافی مقبول تھے۔ بے باکانہ انداز تقریر میں سامعین کے دلوں کو گرمانا اور ان کے اذہان میں مسلک علماء دیوبند کو اجاگر کرنا، شرک وبدعات کا رد اور فرق باطلہ کی تردید ان کا خاص مشن تھا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ مرحوم کا ایک صاحبزادہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں قرآن کریم کی تفسیر کی تعلیم حاصل کر چکا ہے۔ ادارہ نصرت العلوم ان کے ساتھ اور ان کے دیگر لواحقین اور متعلقین سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور مولانا محمد ضیاء القاسمی کی وفات کو ایک بڑا سانحہ قرار دیتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں، کوتاہیوں کو درگزر فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

5۔ ماہنامہ الشریعۃ گوجرانوالہ

رئیس التحریر: مولانا ابوعمار زاہد الراشدی

سپاہ صحابہؓ پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئرمین اور نامور خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ گزشتہ روز فیصل آباد میں طویل علالت کے بعد 63 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انہوں نے تحریک ختم نبوت، تحریک تحفظ ناموس صحابہ کرامؓ، تحریک نفاذ شریعت اور دیگر دینی تحریکات میں سرگرم کردار ادا کیا اور تمام عمر توحید وسنت کے پرچار میں سرگرم رہے۔ ہماری دعا

ہے کہ اللہ رب العزت مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یا الہ العالمین۔

6۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت، ملتان

زیر سرپرستی: ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المھیمن شاہ بخاری

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ

ممتاز عالم دین اور صاحب طرز خطیب عملی زندگی میں مجلس احرار اسلام کی وردی سرخ قمیص زیب تن کی اور فیصل آباد میں احرار کانفرنس میں بطور سامع کے شریک ہوئے۔ جانشین امیر شریعت حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ نے ''مجلس خدام صحابہ'' کی بنیاد رکھی تو چند روز آپ کی مجلس میں شریک ہو کر کسب فیض کیا۔ ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' میں حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی صلاحیتوں سے استفادہ کیا۔ پھر حضرت سید نور الحسن شاہ بخاریؒ کی قیادت میں ''تنظیم اہل سنت'' میں شامل ہو گئے۔ جمعیت علماء اسلام میں شامل ہوئے تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے رفیق خاص تھے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ جمعیت سے الگ ہوئے تو ان کا ساتھ دیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے ''سپاہ صحابہؓ'' بنائی تو ان کے ہمسفر ہو گئے۔ آج کل سپاہ صحابہؓ پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئرمین تھے۔ پاکستان میں اہل سنت کے حقوق کے تحفظ کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا قاری عبدالحئی عابد بھی ایک طویل عرصہ مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری نے محترم قاری عبدالحئی عابد اور مولانا قاسمی مرحوم کے فرزندوں اور تمام پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے۔

7۔ ماہنامہ الفاروق، کراچی

سرپرست: استاذ المحدثین مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم

حیات و موت کا سلسلہ شب و روز جاری ہے۔ ہر آن دنیا میں نئی زندگیاں وجود پاتی ہیں تو کوئی افراد آخرت کیلئے رخت سفر باندھتے ہیں۔ یوں تو دن رات بے شمار افراد اپنوں کو چھوڑ کر موت کی آغوش میں اچلے جاتے ہیں کہ یہی قانون قدرت اور منشاء ایزدی ہے مگر بعض لوگوں کی جدائی محض ایک خاندان یا ایک گھرانے کیلئے باعث غم نہیں ہوتی بلکہ پورے ملک و ملت کا نقصان

ہوتی ہے۔ حضرت مولانا ضیاء القاسمی کا شمار انہی رجال میں ہوتا ہے جن کی موت محض ایک ادارے یا ایک تحریک ہی کا نقصان نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کیلئے غم اور افسوس کا باعث ہے۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں تین بار اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت ان کی علمی حیثیت کی گواہ ہے۔ اس کے علاوہ رفض ونفاق کا فتنہ ہو یا شرک و بدعت کا مسئلہ مولانا ضیاء القاسمیؒ ہر مقام پر خم ٹھوک کر کھڑے نظر آئے ہیں۔ ان کی تقریریں ہزاروں دلوں کو گرماتی رہی ہیں اور ان کی یاد ہزاروں کو رلایا کرے گی۔ اللہ رب العزت مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

8۔ روزنامہ اوصاف، اسلام آباد

ایڈیٹر: حامد میر

مولانا ضیاء القاسمیؒ کا سانحہ ارتحال

سپاہ صحابہؓ پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئرمین ضیاء القاسمی کا انتقال ایک بہت بڑا سانحہ ہے کیونکہ مولانا ضیاء القاسمی مرحوم نے فرقہ واریت کے خاتمے کیلئے بڑی طویل جدوجہد کی۔ مولانا ضیاء القاسمی مرحوم کی خواہش تھی کہ وطن عزیز میں مذہبی ہم آہنگی کا ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے جس میں فرقہ واریت جیسی لعنت کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ چنانچہ فرقہ واریت کے خاتمے کیلئے ملکی سطح پر جو کوششیں ہوئیں مولانا ضیاء القاسمی مرحوم نے ان میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور اتحاد امت کیلئے کوشاں رہے۔ مولانا ضیاء القاسمی مرحوم مولانا حق نواز جھنگوی کے مرکزی ساتھیوں میں سے ایک تھے اور پاکستانی عوام میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ہم دعا گو ہیں ایک عالم دین کی موت بڑا سانحہ ہوا کرتا ہے۔ اس اعتبار سے مولانا ضیاء القاسمی کی موت ملک وقوم کے لئے بڑا نقصان ہے۔ دعا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

9۔ روزنامہ پیغام، فیصل آباد

چیف ایڈیٹر: سید محمد منیر جیلانی

فیصل آباد کی مذہبی وسماجی شخصیت کی رحلت

گزشتہ روز مذہبی رہنما اور سپاہ صحابہؓ کے اہم عہدیدار مولانا ضیاء القاسمیؒ رضائے الٰہی سے

وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ مرحوم نے اپنی زندگی میں جو دینی خدمات انجام دی ہیں ان کا اعتراف ملک بھر کے تمام سیاسی و مذہبی اور سماجی حلقے برملا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات کو ملک وقوم کے لئے ناقابل تلافی نقصان کہا جا رہا ہے جس میں کسی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ ایک عالم دین شخصیت اس وقت معرض وجود میں آتی ہے کہ جب وہ بحیثیت ایک انسان ہونے مکمل علوم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام کٹھن مراحل سے گزر کر کامیاب وکامران ہو کر اپنی زندگی کو ملک وقوم کے لئے وقف کر دے اور اسلام کی سربلندی کیلئے حق وصداقت کا علم اس طرح سر بہ کفن ہو کر بلند کئے رکھے کہ شیطانی قوتیں اور اسلام دشمن طاقتیں بھی شرم کے مارے منہ چھپاتی پھریں۔ لہٰذا ایسی شخصیت کا ملک عدم روانہ ہونا کسی بڑے صدمہ سے کم نہیں چونکہ ہر ذی روح انسان کیلئے موت کا ذائقہ چکھنا زندگی کا بنیادی اصول وحقیقت ہے اس لئے حکم ربی پر مولانا ضیاء القاسمیؒ مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

10۔ روزنامہ تجارتی رہبر، فیصل آباد

چیف ایڈیٹر: عتیق الرحمٰن

آہ! مولانا ضیاء القاسمیؒ

ممتاز عالم دین مولانا ضیاء القاسمیؒ گزشتہ روز طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ مرحوم نے تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰؐ میں جو کردار ادا کیا وہ مذہبی تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کے زبردست داعی تھے۔ کلمہ حق کہنے کی پاداش میں نظر بند رہے۔ قید وبند کی تکلیف برداشت کی۔ اسلام کی سربلندی ان کا مشن تھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

11 ہفت روزہ ضرب مومن، کراچی

بدعاء: مفتی رشید احمد لدھیانوی

دو جلیل القدر علماء کرام کی رحلت

گزشتہ ہفتے ملک کے دو جلیل القدر علماء انتقال فرما گئے۔ 2 شوال کو فیصل آباد میں مایہ ناز

خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نے انتقال فرمایا اور 6 شوال کو ساہیوال میں حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ رحلت فرما گئے۔ ان دونوں حضرات نے عمر بھر اپنے اپنے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دیں اور ان کی ذات سے مسلمانوں کو متنوع فوائد پہنچے۔ علماء و مشائخ امت کا قیمتی سرمایہ ہیں اور ان کا اٹھ جانا ایسا خلا پیدا کر دیتا ہے جو عرصے تک پر نہیں ہوتا۔ ہمیں چاہئے کہ ان کی زندگی میں ان سے استفادہ کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم امین۔

12۔ روزنامہ غریب، فیصل آباد

چیف ایڈیٹر: رفعت سروش فیصل

وہ جو ہم سے بچھڑ گئے!

اس شہر کے جن سپوتوں نے 2000ء میں اس جہان فانی سے کوچ کیا میرے نزدیک ان میں سب سے قد آور شخصیت مولانا ضیاء القاسمیؒ کی تھی۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ (سپریم کونسل کے چیئرمین تھے۔ راقم) اور ملک کے ممتاز عالم دین قرار دیئے جاتے تھے۔ میں ان کے لئے انتہائی سوگوار ہوں۔ خدا ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ دے۔

اس کے علاوہ تمام قومی اخبارات نوائے وقت، جنگ اور جرائد نے بھی حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت پر اور تعزیت پر لکھا۔ طوالت کے خوف سے صفحہ قرطاس پر نہیں لا رہا ہوں۔

باب نمبر 3

مولانا ضیاء القاسمیؒ کا قلمی سرمایہ

1۔سوانح حیات امیر عزیمت، پاسبان ناموس صحابہؓ مولانا حق نواز جھنگویؒ شہید

458 صفحات پر محیط یہ کتاب جون 1991ء میں شائع ہوئی۔ نقش اول کے طور پر علامہ قاسمیؒ نے 14 صفحات تحریر کیے۔ اس میں علامہ قاسمی لکھتے ہیں:

''میں کوئی باقاعدہ مصنف نہیں ہوں جو باتیں دل میں ہوتی ہیں نہایت سادگی سے انہیں صفحہ قرطاس پر لے آتا ہوں۔ میں نے کتاب کو واقعاتی بنانے کی بجائے نظریاتی بنایا ہے۔ مجھے تجربہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جس قدر کتاب لکھنا مشکل ہے اسی قدر کتاب کی کتابت کرانا مشکل ہے۔''

اس کتاب میں 76 صفحات اخباروں کی خبروں کے تراشوں سے مزین ہیں اور 93 صفحات ملک کے اخبارات و رسائل کے اداریوں، شذروں اور مضامین سے مزین ہیں۔ المیہ فاروق نگر (گڑھ مہاراجہ) کو تاریخی بنانے کیلئے علامہ قاسمیؒ نے اس میں 25 تصاویر لگائی ہیں۔ یہ کتاب علامہ قاسمیؒ کے قلم کا لاجواب شاہکار ہے۔

2۔التحقیق النادر فی مسئلۃ الحاضر والناظر

117 صفحات پر محیط اس کتاب میں علامہ قاسمیؒ نے 21 قرآنی آیات اور 20 احادیث سے مسئلہ حاضر و ناظر پر ایک جدید طرز سے محققانہ بحث کی ہے جس سے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا سماں بندھ جاتا ہے۔

3۔تیجا شریف

14 صفحات پر مشتمل اس پمفلٹ میں علامہ قاسمیؒ نے 11 حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ تیجا اور چالیسواں خودغرض اور پیٹ کے پجاری ملاؤں کی اختراع ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی مرحوم جس کا قلم ہمیشہ بدعات اور رسوم کی تائید میں چلتا تھا اس کا حوالہ دیا ہے جس نے اس رسم کا قلعہ مسمار کر کے رکھ دیا ہے۔

4۔ اربعین

39 صفحات پر محیط اس کتاب میں 8 عنوانات پر 40 احادیث جمع کی گئی ہیں۔ یہ علامہ قاسمیؒ کی پہلی کتاب ہے۔ تقریظ محدث اعظم علامہ محمد شریف کشمیریؒ نے 5 رجب 1386ھ کو تحریر کی جبکہ محدث جلیل مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے تقریظ 9 جمادی الاخری 1386ھ کو تحریر کی۔

5۔ میرے شیخ القرآن

77 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں علامہ قاسمیؒ نے اپنی آئیڈیل شخصیت اور مشفق استاد شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ پر جس محبت بھرے انداز میں قلم اٹھایا ہے یہ آپ ہی کا خاصا ہے اور حقیقتاً آپ نے حق ادا کر دیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھیں میں حلفاً کہتا ہوں شیخ القرآن اور خطیب یورپ و ایشیا سے والہانہ محبت رکھنے والوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں رم جھم کے قطروں کی طرح جاری ہو جائیں گی۔

6۔ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کا سفر آخرت

ابوظہبی میں آخری دیدار

7 صفحات پر مشتمل اس پمفلٹ میں علامہ قاسمیؒ نے متحدہ عرب امارات اور خصوصاً ابوظہبی کے ان افراد کے تاثرات اور مشاہدات درج کئے ہیں جنہوں نے شیخ القرآن کو غسل دیا، تابوت میں رکھا، پھر نماز جنازہ پڑھا۔ علامہ قاسمیؒ نے یہ پمفلٹ 6 نومبر 1980ء کو ابوظہبی میں تحریر کیا۔ آپ اس وقت تنظیم اہل سنت پاکستان کے جنرل سیکرٹری تھے۔

7۔ منظمۃ اہل السنۃ الباکستانیۃ

8 صفحات کا یہ پمفلٹ علامہ قاسمیؒ نے 14 رمضان 1403ھ کو عربی میں تحریر کیا جب آپ تنظیم اہل سنت کے جنرل سیکرٹری تھے۔

8۔ تاریخی ختم نبوت کانفرنس لندن حالات وواقعات کی روشنی میں

88 صفحات کی یہ کتاب انٹرنیشنل ختم نبوت مشن لندن نے شائع کی۔ اس میں 14 اگست 1985ء کو ہونے والی لندن کانفرنس کی مکمل رپورٹ علامہ قاسمیؒ نے بڑی محنت سے سپرد قلم کی ہے

9۔ خطبات قاسمی، 5 جلدیں

خطبات قاسمی جلد اول 498 صفحات پر مشتمل ہے جس میں 26 تقریریں ہیں۔ علامہ قاسمیؒ نے یہ جلد 21 مارچ 1982ء کو تحریر کی جو دسمبر 1984ء میں شائع ہوئی۔ 2 صفحات کے ابتدائیہ میں علامہ قاسمیؒ لکھتے ہیں:

> ''میں 25 سال سے خطابت کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔ میرا کوئی خطبہ مطالعہ اور تیاری کے بغیر نہیں ہوتا۔ یہ ایک حقیری کوشش خطباء و علماء مقررین اور واعظین کیلئے کی گئی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ اس میں لغزشیں اور غلطیاں ہوسکتی ہیں، نیت اور ارادہ چونکہ غلط نہیں ہے مقصود صرف حق نمائی ہے اور دوستوں کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں ایک دستاویز ہے جو انہیں ہر جمعہ کو کام دے گی اس لئے جو غلطی اور لغزش دیکھیں مجھے مطلع کریں، انشاء اللہ اعتراف حق میں کبھی انانیت آڑے نہیں آئے گی۔''

خطبات قاسمی جلد دوم

جلد دوم 554 صفحات پر محیط ہیں جس میں 28 خطبے ہیں۔ علامہ قاسمیؒ نے اس میں گزارش احوال واقعی کے نام سے 3 صفحے تحریر کیے ہیں۔

خطبات قاسمی جلد سوم

جلد سوم 448 صفحات پر محیط ہے جس میں 25 خطبے ہیں۔ علامہ قاسمیؒ نے اس میں 3 صفحوں کا پیش لفظ تحریر کیا جس میں لکھتے ہیں:

> ''میں بنیادی طور پر طالب علم ہوں۔ میں نے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے قرآن وحدیث کے شکر پارے جمع کیے ہیں۔ ان میں یقیناً غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ آپ ان غلطیوں کو غلط رنگ دینے کی بجائے مجھے براہِ راست تحریر فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں تاکہ میں اپنی غلطیوں کی اصلاح کرسکوں کیونکہ میں خطاؤں کا پتلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں اور قلب سلیم سے نوازے۔''

خطبات قاسمی جلد چہارم

جلد چہارم 437 صفحات پر محیط ہے جس میں 27 خطبے ہیں۔ یہ جلد 9 جولائی 1989ء کو مکمل ہوئی اور علامہ قاسمیؒ نے 4 صفحات پر چند گزارشات 3 فروری 1990ء کو تحریر کیں جس میں آپ لکھتے ہیں:

"میں خطاؤں کا پتلا ہوں، مجھ پر عتاب نہ کیا جائے، مجھ پر غصہ نہ کیا جائے۔ میں علم وعمل سے تہی دامن خطاؤں کا پتلا ہوں۔ غلطیاں اور فروگزاشتیں معاف فرمادیں۔ ان کی اصلاح فرمائیں، میں بلاتکلف ان کی تلافی کردوں گا۔ میں ضدی نہیں ہوں اور نہ ہی کسی بات کو اپنی انا کا مسئلہ بناؤں گا۔ آپ جس بات کو غلط پارہے ہیں تو مجھے فوراً اطلاع فرمائیں میں انشاء اللہ فوراً اس کی تصحیح کرادوں گا۔"

خطبات قاسمی جلد پنجم

جلد پنجم 289 صفحات پر محیط ہے اس میں 22 تقریریں ہیں۔ اس کا آغاز 3 اپریل 1993ء کو کیا اور اکتوبر 1993ء میں شائع ہوئی۔ علامہ قاسمیؒ نے 3 صفحات پر پیش لفظ تحریر کیا جس میں لکھتے ہیں:

"میں بنیادی طور پر طالب علم ہوں۔ میں نے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے قرآن وحدیث کے شکرپارے جمع کیے ہیں۔ ان میں یقیناً غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ آپ ان غلطیوں کو غلط رنگ دینے کی بجائے مجھے براہ راست تحریر فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں تاکہ میں اپنی غلطیوں کی اصلاح کرسکوں کیونکہ میں خطاؤں کا پتلا ہوں۔ ایک ضعیف اور کمزور خطاکار انسان ہوں۔"

خطبات قاسمی کی پانچ جلدیں علامہ قاسمی کا یادگار قلمی سرمایہ ہے جس کا انداز تقریری ہے۔ مورخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے 16 صفحات پر مشتمل ایک پمفلٹ مرتب کیا "خطبات قاسمی آرائے مشاہیر کے آئینے میں" اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ خطبات قاسمی کس قدر مقبول ہیں۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کہتے ہیں خطبات قاسمی توحید وسنت کی ترجمان ہے۔

محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سرفراز خان صفدر کہتے ہیں، خطبات قاسمی حق اور اہل حق کیلئے سرمہ بصیرت ہے۔

محدث اعظم علامہ محمد شریف کشمیریؒ کہتے ہیں، مولانا ضیاء القاسمیؒ کے خطبات توحید وسنت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

خطیب لبیب مولانا کوثر نیازیؒ کہتے ہیں، مولانا ضیاء القاسمی کا انداز گفتگو دلنواز اور پیرایہ بیان شستہ اور دل میں اترنے والا ہے۔

ولی ابن ولی مولانا عبیداللہ انورؒ کہتے ہیں، خطبات قاسمیؒ ہر خطیب و مقرر کیلئے ایک قیمتی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود کہتے ہیں، مولانا ضیاء القاسمیؒ نے آئمہ اور خطباء کے لئے ہر ضرورت پر بصیرت افروز خطبات لکھ دیئے ہیں۔

شیخ طریقت مولانا عبدالحفیظ مکی کہتے ہیں، خطبات قاسمی میں اسلام کی ترجمان خطیبانہ انداز سے کی گئی ہے۔

مناظر اسلام حافظ محمد اقبال رنگون کہتے ہیں، خطبات قاسمی کے ایک ایک لفظ سے عشق رسالت کی خوشبو مہکتی ہے۔

مورخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ کہتے ہیں، خطبات قاسمیؒ میں اسلام کے ہر موضوع پر اعلیٰ معلومات آپ کو یکجا مل جائیں گی۔

خطیب لاثانی علامہ محمد یونس حسن کہتے ہیں، خطبات قاسمی کا دیو بند سے شائع ہونا اس کے مستند اور معتمد ہونے پر مہر تصدیق ہے۔

مفکر انقلاب علامہ صاجزادہ انوارالحق کہتے ہیں، خطبات قاسمی میں ترجمان دیو بند نے ایسے شہ پارے جمع کر دیئے ہیں جن سے ذوق ایمان کو وجد، ایمان و یقین کو جلا، روح کو حلاوت وشیرینی، انسانی شعور کو روشنی اور ذوق و آگہی کو نیا دریچہ ملتا ہے۔

10۔ سیدنا امیر معاویہؓ

15 صفحات پر مشتمل اس پمفلٹ کا انداز تقریری ہے جس میں علامہ قاسمیؒ نے ثابت کیا ہے کہ سیدنا امیر معاویہؓ کے فضائل و مراتب اور عظمت کا انکار کرنے والا اہل سنت نہیں ہوسکتا۔ اہل سنت سیدنا علیؓ کے غلام پہلے ہیں اور سیدنا امیر معاویہؓ کے غلام بعد میں ہیں مگر غلامی دونوں کی کی

جائے گی تو ایمان سلامت رہے گا۔

11۔ موافقات سیدنا عمرؓ

22 صفحات پر مشتمل اس پمفلٹ کا انداز تقریری ہے۔ اس میں 5 واقعات سے ثابت کیا گیا ہے جو رائے سیدنا عمرؓ کی فرش پر ہوتی تھی وہی خدا کی عرش پر ہوتی تھی۔

12۔ سراجاً منیراً

14 صفحات پر مشتمل اس پمفلٹ کا انداز تقریری ہے جس میں شاہد، بشر، نذیر، داعی الی اللہ اور سراج منیر پر اختصار سے بحث کی ہے۔

13۔ معراج النبیؐ

27 صفحات پر مشتمل اس پمفلٹ کا انداز تقریری ہے اور پیغمبر اسلام کے واقعہ معراج کو تفصیلاً بڑے حسین پیرائے میں بیان کیا ہے۔

ترجمان اہل حق، پاسبان علماء دیو بند، خطیب شعلہ نوا متکلم شیریں سخن

حضرت مولانا محمد ضیا القاسمیؒ کا

دار العلوم دیو بند کو خراج عقیدت

داستان ۔ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

☆☆☆

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد

علماء کرام اور مادر علمی کے فرزندو! اس وقت اگر دار العلوم کی تاریخ کو دہرایا جائے تو اس کی تفصیل اس خطے میں ایک ایک درخت کی ٹہنی پہ لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر اس کا اجمال بیان کیا جائے تو دار العلوم کی ایک ایک اینٹ جہاد حریت کے پروانوں کی ایک دستاویزی تصویر ہے۔

کائناتِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

☆☆☆

آج مجھے دیوبند کے تاریخی قبرستان میں حاضری کا موقع ملا۔ میں نے گلشن کی خوشبو پھیلی ہوئی محسوس کی تھی...... اور آج...... سمٹی ہوئی بھی آنکھوں سے دیکھ لی، میں نے اس گلشن کی خوشبو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں دلی میں دیکھی اور دلی سے دیوبند چلا تو تاریخ کے وہ انمٹ نقوش میرے سامنے آ گئے جب درختوں کے پھانسی گھاٹ پر ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو علماء کو تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ پوچھئے تو دیوبند ان دلدوز چیخوں کا نام ہے جو 1857ء میں شہید ہونے والے علماء نے اپنے اپنے سپوتوں کے لئے آخری وقت میں چھوڑی ہیں۔ سچ پوچھئے تو دیوبند اس مہک کا نام ہے جو کملی والا ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو دے کر گیا تھا۔ سچ پوچھئے تو دیوبند اس صداقت کا امین ہے جس امانت کو لے کر صدیق اکبر غار حرا میں گئے تھے۔ پھیلاتے جایئے تو تاریخ کا ایک گلشن بن جائے گا، سمیٹتے جایئے تو بات نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر رک جائے گی۔ اکیلا اکیلا جمع کر کے کسی گلدستے میں سجا دیا جائے تو اس کا نام دارالعلوم دیوبند بن جائے گا۔ ان پھولوں میں سے اگر آپ نے تصنیف کی خوشبو سونگھنی ہو تو تھانہ بھون چلے جایئے، اس گلدستے میں اگر آپ نے فقاہت کی خوشبو سونگھنی ہو تو گنگوہ چلے جائیں۔ اس گلدستے میں آپ نے حدیث کی خوشبو مہکتی ہوئی دیکھنی ہو تو انور شاہ کے ہاں چلے جائیں۔ اس گلدستے میں اگر آپ نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنا ہو تو حسین احمد مدنی کے پاس چلے جائیں۔ اگر آپ بکھرے ہوئے پھولوں کو سمیٹنا چاہئیں تو قبرستان میں جا کر دیکھئے کہ ادھر نانوتوی سویا ہوا ہے اور جب تھوڑا سا قدموں کی طرف جائیں تو محمود الحسن اور حسین احمد اکٹھے سوئے ہوئے ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

مجھے کہنے دیجئے، میں حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں، میں جذبات میں نہیں ہوں۔ جب تاریخ سمٹی تو نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پہ آ گئی، جب تاریخ سمٹی تو تاریخ کے دو دھارے مل گئے۔ وہ کالا پانی نورانی آب حیات بن گیا اور ''آب حیات'' مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں بن گیا۔ یہ بات علماء و طلباء سمجھتے ہیں کہ ''آب حیات'' کا چشمہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جاری کیا تھا۔ آج بھی دیوبند کی لائبریری میں موجود ہو گا۔ (آب حیات مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے) اس آب حیات کے پینے والوں کو تاریخ کے وسیع دائرے میں دیکھا جائے تو انہیں دیوبندی کہا جاتا ہے اور اگر بالکل قدموں میں بیٹھ کر پینے والوں کو دیکھا جائے تو انہیں محمود الحسن اور حسین احمد مدنی کہا جاتا ہے اور میں جب اسلام کی تاریخ

کو دیکھتا ہوں تو مجھے وہاں بھی وہی نظر آتا ہے۔ گلشن رسالتؐ کے اصحاب کی تفسیر کی جائے تو کہیں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر آتے ہیں، کہیں عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر آتے ہیں، علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم نظر آتے ہیں اور اگر اس ساری تاریخ کو سمیٹ کر سامنے رکھ کر محبت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور ساری تاریخ کو ایک گلدستے میں سجا کر رکھ دیا جائے تو گنبد خضرا میں جا کر دیکھو محمد مصطفیٰ ﷺ نظر آتے ہیں اور ان کے قدموں میں صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم نظر آتے ہیں۔ اسی تاریخ نے ہمیں یہ بتایا کہ تاریخ جب پھیلتی ہے تو مصطفیٰ ﷺ بنتی ہے اور جب سمٹتی ہے تو صدیق و فاروق بنتی ہے اور یہی تاریخ حریت بھی جب پھیلی تو قاسم نانوتوی بن کے ابھری اور جب سمٹ گئی تو محمود الحسن اور حسین احمد مدنی بن کے سمٹ گئی اور جب پھر پھیلے گی تو آج یہاں دارالعلوم کے اس میدان میں اور ان فقیروں کے اس دربار میں کھڑے ہو کے پاکستان کے علماء کی طرف سے میں اعلان کرتا ہوں کہ (اس موقع پر مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کے بحر جذبات میں ایک طوفان اُمڈ آیا تھا، لہجے کا زور اور لفظوں کی شیرازہ بندی کا سحر مجمع پر چھا گیا تھا۔ دارالحدیث کے در و دیوار پر عقیدت و احترام اور محبت و خلوص کی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ پاکستان کا خطیب اپنے قلب و جگر کو خطابت کی دو دھاری تلوار سے چیر کر اہل دیوبند کو دکھا دینا چاہتا ہے۔ ان میں عقیدۂ توحید کی قوت اور عشق مصطفیٰ ﷺ کا حسن و جمال جو رچا بسا ہوا ہے وہ گلشن دارالعلوم دیوبند ہی کا فیضان ہے۔ مولانا نے زبان و بیان کی تمام قوتوں کو یکجا کرتے ہوئے کہا) مادر علمی کے سپوتو! جو پیغام، جو عظمت، جو عزت اور جو مقصد ہمارے اکابر ہمیں دے کر گئے تھے خدا کی قسم دلی کے در و دیوار، یہ شجر و حجر اور کائنات کا یہ ذرہ ذرہ اور دیوبند کی یہ زمین، یہ اس بات کی گواہ بن جائے کہ اکابر کے اس مشن کو زندہ رکھیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت انشاء اللہ ہمارے سامنے آئے گی تو اڑا کے رکھ دی جائے گی۔ دنیا میں اسلام زندہ رہے گا اور دیوبند کا پرچم بلند رہے گا۔

پرجوش نعروں سے دارالعلوم کی فضائیں گونج اٹھیں۔ جو کام دس گھنٹے کی تقریر میں نہیں ہوسکتا تھا مولانا قاسمی دس منٹ میں کر چکے تھے۔

مادر علمی مولانا اعزاز علی رحمتہ اللہ علیہ نے اٹھ کر کہا کہ میں اپنے مہمان محترم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آج طلباء دین نے بہت مختصر سے وقت میں اسلوب خطابی کا وہ فن پارہ دیکھا ہے جس میں جگہ جگہ ادب کی چاشنی تھی، ہاں ادب کی اس موثر تقریر کا انداز یہ بتلا رہا ہے کہ اب زمانہ ادب کی

طرف بڑھ رہا ہے جس خطاب میں، جس تقریر میں تلفظ کا بانکپن ہو، تکرار ہو، ادب ہو اور جس میں تشبیہات واستعاروں سے مدد لی گئی ہو وہ دلوں کو اسی طرح فتح کر لیا کرتی ہے جیسے آج ہمارے مہمان محترم نے ہمارے قلوب میں جگہ بنالی ہے۔

خطیب یورپ وایشیا

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

آفریں دیوبند کے ماتھے کے تاباں آفتاب
یہ جہاں ہوتا رہا تجھ سے برسوں فیضیاب
تو خطیب ایشیا، تو پیکر علم و فضل
تو رہا تا زندگی علمائے حق کا انتخاب
بستیوں، صحراؤں میں تیری آواز کی گونج ہے
اور کہساروں پہ تو چھایا رہا بن کر سحاب
کانپتے تھے وقت کے فرعون تیرے نام سے
تو نے ہر سفاک و جابر کا کیا ہے احتساب
اک اک تحریک میں تازہ دکھا کے ولولے
کر دیا ہے تو نے بپا سوئے دلوں میں انقلاب
تیری اک للکار سے چھوڑا وطن دجال نے
منکر ختم نبوت کا ہوا خانہ خراب
کچھ مبلغ بن گئے اور کچھ معلم ہو گئے
وہ جو تیری ذات سے کرتے رہے ہیں اکتساب
تو سدا یاد آئے گا ہم کو ضیاء القاسمی!
تیرے احسانات ہیں قوم و وطن پر بے حساب
حشر میں حاصل رہیں تجھ کو نبی کی قربتیں
بارگاہ حق میں قاری کی دعا ہو مستجاب

☆☆☆

☆......قاری سردار محمد (گوجرہ)

ایمان کا چراغ جلا کر گیا ہے وہ

صاحبزادہ انوار الحق وفا

اپنی حیات نذر ضیاء کر گیا ہے وہ
یہ قرض مسکرا کے ادا کر گیا ہے وہ
دین خدا کی شان بڑھا کر گیا ہے وہ
پردے حقیقتوں کے اٹھا کر گیا ہے وہ
اسلام دشمنی کی ہواؤں کے سامنے
ایمان کا چراغ جلا کر گیا ہے وہ
اسلام ہے ہمارے لئے باعث نجات
دنیا کو یہ پیام سنا کر گیا ہے وہ
دل میں جلا کر عظمت احساس کے چراغ
انسانیت کی راہ دکھا کر گیا ہے وہ
یہ سرزمین پاک ہے اسلام کے لئے
ایمان کے اس میں پھول کھلا کر گیا ہے وہ
بانٹی ہے اس نے دین محمد کی روشنی
سوئے ہوئے دلوں کو جگا کر گیا ہے وہ
احسان اپنی قوم پر اس کے ہیں بے شمار
احساسِ فرض محبت جگا کر گیا ہے وہ
اس پر تھا لطف خاص خدائے کریم کا
دیوار نفرتوں کی گرا کر گیا ہے وہ

باب نمبر 4

علامہ قاسمیؒ کی والہانہ محبتوں کے مرکز

تحریر: صاحبزادہ انوار الحق وفا

ترجمان دیو بند علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ کو یوں تو تمام اکابرین علمائے دیو بند سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی مگر بعض اکابرین خصوصی طور پر آپ کی والہانہ عقیدتوں اور محبتوں کے مرکز تھے۔ ان میں امام الموحدین مولانا شاہ محمد اسماعیل دہلوی شہیدؒ، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، قطب الارشاد علامہ رشید احمد گنگوہیؒ، خاتم المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، رئیس الموحدین مولانا حسین علی الوانیؒ، امیر شریعت مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سب سے نمایاں ہیں۔

امام الموحدین مولانا شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ شہید

آپ حکیم الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے پوتے، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے بھتیجے اور شاہ عبدالغنی دہلویؒ کے صاحبزادے اور امام المسلمین مولانا سید احمد بریلویؒ شہید کی جماعت کے مجاہدین کے چیف کمانڈر تھے۔ 8 مئی 1831ء کو امام المسلمین اور امام الموحدین بالاکوٹ کے میدان میں سکھوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر گئے۔

علامہ قاسمیؒ کو آپ سے ان کے عقیدہ توحید کے انداز بیان اور مجاہدانہ سرگرمیوں کی وجہ سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی اور اکثر تقریروں میں ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ کی تاریخی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے تو عاشق تھے اور سب کو اس کے مطالعے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے ایمان کو تقویت دینے کیلئے اس سے بہتر کوئی کتاب زمین پر موجود نہیں ہے۔

علامہ قاسمیؒ کی امام الموحدین سے والہانہ عقیدت ومحبت یہاں تک تھی کہ ایک مرتبہ ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور میں آپ کیخلاف ایک مضمون آیا تو علامہ قاسمیؒ مجیب الرحمان شامی سے احتجاج کرنے چلے گئے اور انہیں کہا آپ کا میرا تعلق ہے لیکن آج آپ کو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر آئندہ ان کے خلاف تمہارے رسالے یا اخبار میں کوئی چیز آئی تو سمجھ لینا ہمارا تعلق ختم۔ الحمدللہ اس احتجاج اور وارننگ کے بعد شامی نے کبھی ایسا مواد شائع نہ ہونے دیا۔

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

آپ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے شاگرد رشید اور امام ربانی علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ خاص تھے۔ آپ نے 11 یا 14 سال علی اختلاف الروایئے روضہ خضراء کے جوار پُر انوار میں درس حدیث دیا اور 166 حضرات کو خرقہ خلافت و اجازت عطا کرنے کے بعد 5 دسمبر 1957ء کو وفات پا گئے۔

علامہ قاسمیؒ نے شیخ العرب والعجم کے دست حق پرست پر مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بیعت کی اور پھر ساری زندگی اس نسبت پر فخر کرتے رہے۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ میرے مرشد نے 26 ستمبر 1921ء کو خالق دینا ہال کراچی میں جو تاریخی بیان دیا تھا وہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کے قول فیصل کی طرح ایک عظیم مقام رکھتا ہے۔ اور یہی بیان مجھے آج ذریت انگریز سے ٹکرانے کا حوصلہ دیتا ہے۔

علامہ قاسمیؒ جب شیخ العرب والعجم کے دست حق پرست پر بیعت کر کے آئے تو گوجرانوالہ میں توحید وسنت کانفرنس سے خطاب کیا جس میں لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس کے بعد علامہ قاسمیؒ کو مرشد کے فرید عظمت کا پتہ چلا کہ مرشد کی ایک توجہ بھری نظر نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے اس کے بعد آپ ایسے مشہور ہوئے کہ عوام علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ کی بجائے ترجمان دیوبند اور خطیب پاکستان کہنے لگ گئے۔

علامہ قاسمیؒ پاکستان میں اپنے مرشد کے خلفاء اور تلمذان کا بڑا حیا کرتے تھے اور سب سے تعلق رکھتے تھے۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سرفراز خان صفدر جو رئیس الموحدین مولانا حسین علی الوانیؒ کے خلیفہ مجاز اور شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد خاص ہیں ان سے بڑی محبت کرتے تھے اور استفادہ بھی کرتے تھے۔ علامہ قاسمیؒ نے جب اپنی پہلی کتاب ''اربعین'' تحریر کی تو اس پر تقریظ مولانا محمد سرفراز خان صفدر سے بھی لکھوائی جس میں وہ لکھتے ہیں:

''یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے نوجوان اور شیریں بیاں مقرر، دوست اور رفیق حضرت مولانا ضیاء القاسمی نے جہاں اپنی شعلہ بیانی سے توحید وسنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی خوب تردید کی اور کرتے ہیں تحریری رنگ میں بھی 40 حدیثیں بالترجمہ عوام کے فائدہ کیلئے جمع کر کے اس فریضہ کا ایک حصہ ادا کر دیا ہے۔''

حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

آپ دارالعلوم دیو بند کے بانی اور سید الطائف حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ اجل تھے۔ ''آب حیات'' جیسی تاریخی کتاب تحریر کی۔ آریت، عیسائیت اور یہودیت کیخلاف بے شمار مناظروں میں فتح حاصل کی۔ 4 جمادی الاول 1297ھ، 1879ء کو فوت ہوئے۔

علامہ قاسمیؒ کو حجتہ الاسلام سے اس قدر والہانہ عقیدت و محبت تھی کہ آپ نے اپنے اصل نام ''محمد'' کو محمد ضیاء القاسمی سے تبدیل کرلیا۔ پھر آپ کے نام پر فیصل آباد میں جامعہ قاسمیہ قائم کیا۔ علامہ قاسمیؒ کہا کرتے تھے کہ اکابرین علمائے دیو بند برصغیر پاک و ہند میں قرآن و حدیث کے ترجمان اور جہاد حریت کے علمبردار ہیں۔ آپ کی جدوجہد حریت اور قرآن وسنت کی خدمت کا اعتراف بیگانوں نے بھی کیا ہے۔ حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس قافلہ علم و جہاد کے سرخیل تھے اور دارالعلوم دیو بند جیسی عظیم اسلامی یونیورسٹی آپ کی جدوجہد سے وجود میں آئی۔

علامہ قاسمیؒ نے دارالعلوم دیو بند میں شیخ الہند سیمینار سے تاریخی خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں حسین احمد مدنی کا مرید ہوں۔ جب تاریخ سمٹی تو محمد قاسم نانوتوی پر آگئی۔ جب تاریخ سمٹی تو تاریخ کے دو دھارے مل گئے۔ وہ کالا پانی، نورانی آب حیات بن گیا اور ''آب حیات'' مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شکل میں بن گیا۔ یہ بات علماء طلباء سمجھتے ہیں کہ ''آب حیات'' کا چشمہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے جاری کیا تھا۔ آج بھی دیو بند کی لائبریری میں موجود ہوگا۔ اس آب حیات کے پینے والوں کو تاریخ کے وسیع دائرے میں دیکھا جائے تو انہیں دیو بندی کہا جاتا ہے اور اگر بالکل قدموں میں بیٹھ کر پینے والوں کو دیکھا جائے تو انہیں محمود الحسن اور حسین احمد مدنی کہا جاتا ہے۔

قطب الارشاد علامہ رشید احمد گنگوہیؒ

آپ سید الطائف حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ اجل تھے۔ 11 اگست 1905ء کو فوت ہوئے۔ علامہ قاسمیؒ اکثر کہا کرتے تھے دیو بند کا عقیدہ دیکھنا ہو تو گنگوہی کی طرف رجوع کرو۔ علامہ قاسمیؒ کہا کرتے تھے کہ علامہ گنگوہیؒ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی فقاہت رچ بس گئی تھی اور آپ بلاشبہ فقیہ الامت تھے۔ آپ کا قرآن سے گہرا لگاؤ اور عبور ہی تھا جس نے رئیس الموحدین مولانا حسین علی الوانیؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیات تیار کردیں۔

علامہ قاسمیؒ اکثر تقریروں اور نجی مجلسوں میں امام ربانی علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کی ہدایۃ الشیعہ

اور براہین قاطعہ کے مطالعے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اکابرین علمائے دیوبند کا کسی مسئلہ میں موقف ونظریہ معلوم کرنا ہو تو آنکھیں بند کر کے فقیہ الامت کی طرف رجوع کرلو جو کہیں اسے صحیح مان لو۔

خاتم المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور دارالعلوم اسلامیہ ڈابھیل کے شیخ الحدیث تھے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ 29 مئی 1933ء کو فوت ہوئے۔

علامہ قاسمیؒ کو آپ سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی اور آپ کے علم اور حافظہ کے بہت معترف تھے اور کہا کرتے تھے کہ میرے استاد محدث کبیر مولانا عبدالخالق بانی دارالعلوم کبیر والا علوم نبوی کے یکتائے روزگار مدرس اور علم حدیث کے بحر مواج تھے۔ میں جب ان کے علمی مقام کو دیکھتا ہوں تو اکثر سوچتا ہوں پھر آپ کے استاد علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے علم کا کیا مقام ہوگا؟ شاگرد اس مقام پر ہے تو استاد کا کیا مقام ہوگا۔

علامہ قاسمیؒ اکثر کہا کرتے تھے میں اس علامہ کشمیریؒ کو کیوں سلام نہ کروں جس نے کہا تھا، انگریز تم دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے کی ساری کتابیں جلادو مجھے پرواہ نہیں۔ انور شاہ کشمیری کی نظر سب سے گزر چکی ہے اور میرا حافظہ ایسا ہے جو چیز نظر سے ایک بار گزر جائے اسے انور شاہ کشمیری 100 سال بعد بھی اسی طرح لکھ سکتا ہے۔

رئیس الموحدین مولانا حسین علی الوانیؒ

آپ امام ربانی علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد خاص تھے اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے استاد تھے۔ 1943ء میں فوت ہوئے۔

رئیس الموحدین طلباء کو اپنے ہاتھ سے کھانا لاکر دیتے تھے اور خود ان کی خبر گیری بھی کیا کرتے تھے۔ شیخ القرآنؒ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر رئیس الموحدین نے دبا کر کہا تھا، ''غلام اللہ واپس نہ جا اللہ راضی تمہیں ہوگا۔ قرآن پڑھ ضرور فائدہ ہوگا۔'' پھر دنیا نے دیکھا مولانا غلام اللہ خانؒ نے قرآن کی ایسی خدمت کی کہ شیخ القرآن مشہور ہو گئے اور علامہ قاسمیؒ جیسے عظیم شاگرد تیار کر دیئے۔

رئیس الموحدین طلباء کیلئے کنویں سے پانی بھی خود ہی نکالا کرتے تھے۔ علامہ قاسمیؒ کہا کرتے تھے مولانا حسین علی الوانیؒ، علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور یہ مولانا

حسین علی الوانیؒ کی کرامت تھی جس نے مولانا غلام اللہ خان کو قرآنی جواہر پاروں کیلئے منتخب کیا اور خصوصی توجہ سے ان کے دل و دماغ میں توحید کا کیف و سرور پیدا کر دیا۔

انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جامع مسجد شیرانوالہ میں رئیس الموحدین حسین علی الوانیؒ درس قرآن دے رہے تھے درس قرآن بہت طویل ہو گیا۔ ساتھیوں نے شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ سے کہا درس قرآن ختم کروائیں تو مولانا لاہوری نے کہا میری کیا مجال کہ میں مولانا حسین علی الوانیؒ سے درس قرآن ختم کرنے کی جسارت کروں، حضرت خود ہی ختم کر دیں تو ٹھیک میں یہ جرأت کبھی نہیں کروں گا کہ حضرت سے درس قرآن ختم کرنے کا کہوں۔

علامہ قاسمیؒ نے ایک مرتبہ اپنے بے مثال تلمذان خطیب لاثانی علامہ محمد یونس حسن اور مفکر انقلاب علامہ صاحبزادہ انوار الحق وفا سے کہا جب رئیس الموحدین مولانا حسین علی الوانیؒ کا انتقال ہوا تو جمعیت علمائے ہند کی آل انڈیا کانفرنس سہارنپور میں میرے مرشد شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ نے ایک قرارداد پیش کی جس کی تائید میں مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے تقریر کی۔ وہ قرارداد کیا تھی اس کا؟؟؟ ملاحظہ کریں۔

''جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس مولانا حسین علی آف واں بھچراں ضلع میانوالی جو توحید کے بیان میں سیف عریاں اور تمام مشرکانہ رسوم اور بدعات کے خلاف جبل استقامہ اور اعلائے کلمۃ الحق میں انا النذیر العریان کی شان تھے کے سانحہ ارتحال کو ملت کا نقصان عظیم خیال کرتے ہوئے دلی حزن و ملال کا اظہار کرتا ہے۔''

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

آپ مجلس احرار اسلام کے سرپرست تھے اور برصغیر کے خطیب اعظم تھے۔ انگریز اور قادیانت کیخلاف آپ کی جدوجہد کسی سے پوشیدہ نہیں۔ خطابت کے بے تاج بادشاہ تھے، عشاء کے بعد خطاب شروع کرتے تو فجر کی اذان ہو جاتی۔ 21 اگست 1961ء کو فوت ہوئے۔

علامہ قاسمیؒ خطابت میں شاگرد تو خطیب اسلام قاری محمد لطف اللہ رائپوری شہیدؒ کے تھے مگر عاشق امیر شریعت کی خطابت کے تھے۔ آپ نے ''جن سے میں ملا'' میں آپ کا تذکرہ بڑے حسین پیرائے میں کیا ہے۔ اس کتاب کی جلد از جلد صاحبزادگان کو شائع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مفکر انقلاب، ادیب ملت صاحبزادہ انوار الحق وفا نے جب امیر شریعت پر اپنی پہلی نظم ''آہ بخاری'' 12 اگست 2000ء کو کہی اور وہ 21 اگست 2000ء کے روزنامہ پیغام فیصل

آباد میں شائع ہوئی، جب صاحبزادہ انوار الحق وفاؔ نے خطیب یورپ و ایشیاء علامہ محمد ضیاء القاسمی کو سنائی

دہر میں انتخاب تھا وہ شخص
آپ اپنا جواب تھا وہ شخص
رنگ و نکہت کا امتزاج حسین
اک شگفتہ گلاب تھا وہ شخص
اس سے روشن ہوئے ہزار انجم
خطابت کا شہاب تھا وہ شخص
اس کو کہتے ہیں سب "عطاءاللہ"
کتنا رفعت مآب تھا وہ شخص
کہاں کامراں تھی نظر نظر اس کی
ہر قدم کامیاب تھا وہ شخص
اس صدی کی کتاب کا وفاؔ جی
سب سے زریں باب تھا وہ شخص

☆☆☆

کو خطیب یورپ و ایشیا نے انہیں بے پناہ داد دی اور فرط محبت سے اپنی جیب سے 100 روپے کا نوٹ انعام میں پیش کیا۔ اس سے علامہ قاسمیؒ کی امیر شریعت سے والہانہ عقیدت و محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ

آپ رئیس الموحدین مولانا حسین علی الوانیؒ کے شاگرد خاص تھے۔ آپ صحیح معنوں میں ترجمان حق، توحید و سنت کے بے باک مبلغ، شرک و بدعت کے خلاف سیسہ پلائی دیوار اور توحید کا نور پھیلانے والے آفتاب تھے۔ فنافی التوحید کی عظمت کیلئے کیا یہ کم ہے کہ آپ نے موحد اعظم جیسے شاگرد تیار کئے۔ آپ 12 رجب 1400ھ کو فوت ہوئے۔

علامہ قاسمیؒ مدرسہ اشاعت العلوم میں صرف و نحو کی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ یہ خبر ملی کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سمندری آرہے ہیں لیکن آپ کے پاس سمندری جانے کا کرایہ نہ تھا

لہٰذا فرطِ غم میں آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور دل کو حسرت ویاس کی کیفیات نے پژمردہ کردیا۔ پھر ساتھی سے قرض لیا، کمیٹی باغ سمندری میں پہلی مرتبہ شیخ القرآنؒ کو سنا تو اس کے بعد شیخ القرآنؒ آپ کی آئیڈیل اور محبوب شخصیت بن گئے۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ مدرسہ اشرف المدارس فیصل آباد کے سالانہ جلسہ دھوبی گھاٹ میں امیر شریعت کے ہمراہ سنا اس کے بعد شیخ القرآنؒ سے وابستگی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئی۔ مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے دورہ حدیث کر کے فارغ ہوئے اور جامع مسجد مائی دی جھگی میں خطابت کرنے لگے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً 20 سال تھی۔ اس دوران وہاں شیخ القرآنؒ کے خطاب کا پروگرام بنایا مگر اسی دن جب آپ کی مسجد میں خطاب تھا شیخ القرآنؒ پر قاتلانہ حملہ ہو گیا اور ناک اور اگلے پر استرے کے گہرے زخم لگے۔ پھر آپ نے 1960ء میں جامعہ قاسمیہ کی بنیاد رکھی تو سالانہ جلسہ میں جو دھوبی گھاٹ میں ہوا کرتا تھا شیخ القرآنؒ کو بلانے لگے۔ اور پھر سوادِ اعظم اہلسنت پاکستان قائم ہوئی تو شیخ القرآنؒ اس کے جنرل سیکرٹری اول اور علامہ قاسمی جنرل سیکرٹری دوم منتخب ہوئے پھر اہل بدعت کیخلاف استاد اور شاگرد نے جو کام کیا وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

علامہ قاسمیؒ اکثر کہا کرتے تھے کہ شیخ القرآنؒ کی خطابت میں بلا کی کاٹ تھی اور آپ کا درس قرآن تقریر سے بھی زیادہ پر مغز اور ایمان افروز ہوتا تھا اسی لئے شیخ القرآنؒ اور درس قرآن ایک نام ہو کر رہ گئے تھے۔

دیوبندی اتحاد کے سلسلے میں خانپور میں علما کنونشن میں علامہ قاسمیؒ کے پرزور اصرار پر شیخ القرآنؒ خانپور گئے اور دو ناراض دل حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ ایک ہو گئے۔ اس کنونشن میں مفکر اسلام مفتی محمودؒ، خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خانؒ، استاذ المناظرین علامہ عبدالستار تونسوی، مولانا عبدالغنی جاجرویؒ، مولانا غلام ربانیؒ، قاری حماد اللہ شفیقؒ، مولانا عبدالستار توحیدیؒ، علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ سمیت ہزاروں علماء نے شرکت کی اگر اس روز شیخ القرآنؒ تشریف نہ لاتے تو اہل حق مایوس ہو جاتے۔ شیخ القرآنؒ کو خانپور لانے میں علامہ قاسمیؒ کے کردار کو کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

فنافی التوحید مولانا غلام اللہ خانؒ کا مسلک وہی تھا جو رئیس الموحدین مولانا حسین علی الوانیؒ اور امام ربانی علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کا تھا اور موحد اعظم علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ کا مسلک وہی تھا۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا تھا۔

محقق قرآن صاحبزادہ انوارالحق وفاؔ نے ایک مرتبہ اپنی یہ نظم "شیخ القرآن" علامہ قاسمی کو سنائی:

اشاعت التوحید کے روح رواں شیخ القرآن غلام اللہ
علم و عمل خیر کی جان شیخ القرآن غلام اللہ
قرآن کی خدمت کرنے پر مامور کیا تھا فطرت نے
دین پر تھے دل سے قربان شیخ القرآن غلام اللہ
طوفانِ خطابت میں بھی رہے جو صابر و شاکر ہم نفسو
انسان تھے مگر کیسے انساں شیخ القرآن غلام اللہ
درپیش نہ ہو گی دشواری قبر تک آنے والوں کو
پروانہ توحید و سنت تھے شیخ القرآن غلام اللہ
رہنماؤں کی جس دم فکر ہوئی دل سے وفاؔ آواز آئی
فنا فی التوحید، ترجمان حق، شیخ القرآن غلام اللہ

☆☆☆

یہ نظم سنتے ہی علامہ قاسمیؒ کی آنکھوں میں آنسو رم جھم کے قطروں کی طرح جاری ہو گئے۔ پھر آبدیدہ آنکھوں سے کہنے لگے شیخ القرآن میرے آئیڈیل ہیں میں اپنے آپ کو طالب علم سمجھتا ہوں، عوام خطیب یورپ وایشیا کہتی ہے۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں شیخ القرآن کی تربیت اور محبت کی وجہ سے ہوں۔ پھر کئی گھنٹوں تک شیخ القرآنؒ کے واقعات سنا کر ایمان کو جلا بخشتے رہے۔

محقق قرآن صاحبزادہ انوارالحق وفاؔ نے صحیح کہا ہے، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ اور موحد اعظم علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ میں ایسا تعلق تھا جسے آج بھی توڑا نہیں جا سکتا۔

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو علماء اور مشائخ کے خراجِ تحسین

یوں تو پورے پورے ملک اور بیرون ممالک سے امام مسجد نبوی اور امام کعبہ اور بادشاہوں اور وزرائے دیوبند اہلحدیث، بریلوی ہر مکتب فکر کے علماء نے مولانا ضیاء القاسمی کو خراجِ تحسین پیش کیا، آپ کی ملی ومذہبی خدمات کو سراہا یہاں صرف چند ایک کی تحریر نقل کرتا ہوں۔

1۔ سلطان العارفین سید نفیس الحسینی شاہ صاحب (لاہور)

2۔ مولانا مجاہد الحسینی صاحب (فیصل آباد)

3۔مفتی زرولی خان صاحب (کراچی)

4۔قاضی حسین احمد صاحب (لاہور)

5۔صاحبزادہ انوارالحق وفا (فیصل آباد)

6۔مفتی حمید اللہ جان صاحب (لکی مروت)

7۔مولانا عبدالحفیظ مکی (مکہ مکرمہ)

8۔مولانا امداد الحسن نعمانی (یوکے)

9۔مولانا عبدالرشید انصاری صاحب (کراچی)

10۔ قاری نورالحق قریشی ایڈووکیٹ (ملتان)

11۔راقم الحروف محمد یونس حسن (جھاوریاں سرگودھا)

12۔مظہر جلالی

13۔صاحبزادہ حاجی خالد محمود قاسمی (فیصل آباد)

14۔صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی (فیصل آباد)

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب کرام کے جاں نثار و جانباز سپاہی تھے، وہ اہلسنت والجماعت کے ترجمان اور علماء دیوبند کے پاسبان تھے۔

سلطان العارفین، قدوۃ السالکین حضرت مولانا سید نفیس شاہ الحسینی (نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) کی خصوصی تحریر

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعد

پاکستان کے مایہ ناز خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ لکھنا میری حیثیت و بساط سے بالا ہے۔راقم سطور نے بارہا اس بلبل ہزار داستان کو مجالس احباب میں چہچہاتے دیکھا اور بارہا بڑے بڑے دینی وعوامی جلسوں کو اپنے سحر خطابت سے مسحور کرتے دیکھا۔

اس خوش نصیب خطیب نے خطیب اعظم امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہ فقید المثال خطیب کا زمانہ پایا اور ان کی گل افشانی گفتار اور قدرت بیان واظہار

سے حصہ وافر لیا۔

انہوں نے مجاہد کبیر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ، جیسے نابغہ روزگار کے دستِ مبارک پر بیعت کا اعزاز حاصل کیا۔ اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کیلئے انہوں نے توحید باری تعالیٰ اور سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو اپنا موضوع سخن بنایا۔ حضور نبی علیہ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام کے بھی وہ جاں نثار سپاہی تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے معاندین کیخلاف بھی نبرد آزما رہے۔ اہل سنت والجماعت کے ترجمان اور اکابر علماء دیوبند کے پاسبان تھے۔ اہل بدعت کی بیخ کنی ان کا شعار تھا۔ الغرض ان کی ذات اَن گنت محاسن کا مجموعہ تھی۔

”اے تو مجموعہٗ خوبی بچہ نامت خوانم

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

احقر نفیس الحسینی (کریم پارک لاہور)

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال

خوش الحانی اور ولولہ انگیز خطابت کے سلسلے کی اہم کڑی ٹوٹ گئی، گلشن امیر شریعت کا چہچہاتا بلبل ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا۔

(علامہ مجاہد الحسینی، مدیر ماہنامہ صورت الاسلام فیصل آباد)

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اقدس ہے: ”وَاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحراً“ کہ بیان اور خطابت میں بھی جادو جیسی اثر خیزی ہے۔ اس اعتبار سے امت مسلمہ کے مختلف ادوار میں بڑے بڑے سحر بیاں اور ولولہ انگیز خطیب اور مقرر اپنے جوہر خطابت کے گہرے اثرات معاشرے پر مرتب کر چکے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے صفحات پر بہت سی شخصیات میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، بہادر یار جنگؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور آغا شورش کاشمیریؒ کے اسماء گرامی سرفہرست نظر آتے ہیں۔ صف اول کے ان مثالی خطباء اور مقررین کے بعد جن نوجوانوں نے اس عظیم شخصیات سے اکتساب فیض کیا اور خوشہ

چننے کے صحیح حقدار ثابت ہوئے ان میں سے دو نمایاں خطیب مولانا محمد لقمان علی پوریؒ اور مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ یکے بعد دیگرے گزشتہ دنوں داعی اجل کو لبیک کہہ کر داغ مفارقت دے گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

ان میں سے مولانا ضیاء القاسمیؒ کا انداز خطابت جوش و جذبے سے بھرپور اور دلائل و براہین کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ انہوں نے عام فہم انداز خطاب سے عوام کے دل و دماغ پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

مولانا ضیاء القاسمیؒ مشرقی پنجاب کے مردم خیز علاقے جالندھر کے ایک گاؤں میں 1937ء کو پیدا ہوئے۔ ایام طفلی میں ہی قیام پاکستان کا مرحلہ آ گیا تو ہجرت کر کے پاکستان میں ضلع لائل پور کی تحصیل سمندری کے ایک قریہ میں آباد ہو گئے۔ ان کے والد مولانا عبدالرحیم صاحب چونکہ قیام پاکستان کے وقت ہی وفات پا گئے تھے اس لئے والدہ ماجدہ نے اپنے وسائل کے مطابق سمندری کے اسی چک میں ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا۔ بعدازاں دینی تعلیم کے حصول کیلئے لائل پور کی معروف دینی درسگاہ مدرسہ اشاعت اسلام میں داخل ہو گئے اور حضرت مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل کے حضور زانوائے ادب تہہ کیا۔ پھر دارالعلوم کبیر والا ضلع ملتان میں چلے گئے وہاں پر دارالعلوم فیصل آباد کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد ظریف صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا قاری محمد حنیف ملتانی مرحوم کی رفاقت اور ہمدرسی میں حصول تعلیم کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں مولانا عبدالخالق اور مولانا مفتی محمودؒ کی شاگردی میں درس نظامی کی تکمیل کی تھی۔ پھر دیوبند میں جا کر شیخ اسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ملتان ڈویژن میں بڑے بڑے جاگیرداروں کے نظری و فکری رجحانات کے چونکہ معاشرے پر گہرے اثرات کے علاوہ یہ علاقہ کسی دور میں قرامطہ کا دارالحکومت رہ چکا ہے اس لئے فرقہ وارانہ کشمکش کے سائے ہمہ گیر ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے عقائد و نظریات کی تبلیغ اور تحفظ ناموس صحابہؓ کے سلسلے میں تنظیم اہل سنت اس علاقے کی موثر دینی تنظیم تھی۔ ڈیرہ غازی خان کے معروف زمیندار سردار احمد خان پتافی رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت اور مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ کی نظامت میں یہ تنظیم دینی حلقے خصوصاً دینی مدارس کے علماء طلباء میں بے حد مقبول تھی۔ مولانا ضیاء القاسمی نے شعور و آگہی کی آنکھ چونکہ ملتان کے اسی ماحول میں کھولی تھی اس لئے مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ کی تنظیم اہل

سنت کے مبلغ کی حیثیت سے سرگرم عمل ہو گئے۔ ادھر ملتان ہی میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی امارت و قیادت میں مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت فرقہ باطلہ کے خلاف محاذ آرائی میں منفرد اور یگانہ روزگار تھیں جن کے پروگرام کے مطابق احرار کے نامور اور شعلہ نوا خطباء اور ولولہ انگیز مقرروں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ مولانا ضیاء القاسمی نے ان سے بھی اکتساب فیض کی سعادت پائی تھی۔ اس دور میں تنظیم اہلسنت کے نامور مقرروں میں عموماً مولانا دوست محمد قریشیؒ، علامہ خالد محمود، مولانا قاری لطف اللہ رشیدی، مولانا عبدالشکور دین پوریؒ اور مولانا سید عبدالمجید ندیم کے نام خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ مولانا ضیاء القاسمی بھی اس صف کے نامور خطیب اور مقرر شمار ہوتے تھے۔

بعدازاں جب شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاںؒ کی موحدانہ خطابت کی اثر انگیزی اور مقبولیت میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوا تو مولانا ضیاء القاسمی بھی مبلغین توحید کے شانہ بشانہ شریک کارواں ہو گئے۔ اس محاذ پر مولانا قاسمی صاحب نے شرکت و بدعت کی تردید میں اپنی ساحرانہ خطابت کے جوہر خوب خوب دکھائے اور پورے ملک میں آپ کی شخصیت آفتاب کی طرح روشن اور جلوہ گر ہو گئی۔

میدان سیاست میں

1971ء میں جب عام انتخاب کا مرحلہ آیا تو مولانا ضیاء القاسمیؒ نے جمعیت علماء السلام کے سرگرم رہنما کی حیثیت سے میدان سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ جماعت نے انہیں قومی اسمبلی کی رکنیت کیلئے اپنا نمائندہ نامزد کر دیا۔ جس میں ان کا جماعت اسلامی کے رہنما اور اتحاد العلماء پاکستان کے بانی صدر مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل شیخ الحدیث، مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور اور پیپلز پارٹی کے رانا مختار احمد اور دیگر جماعتوں کے نمائندوں سے خوب مقابلہ ہوا جس میں پیپلز پارٹی کے رانا مختار احمد کامیاب ہو گئے اور مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل اور مولانا ضیاء القاسمی دونوں الیکشن میں شکست کھا گئے۔ دونوں استاد شاگرد کی شکست کو تمام دینی حلقوں نے باہمی خلفشار اور عدم مفاہمت کا ثمر قرار دیتے ہوئے سخت برہمی اور مایوسی کا اظہار کیا تھا۔ نتیجتاً مولانا قاسمیؒ نے سیاسی سرگرمیاں ترک کر کے اپنے آپ کو تبلیغ اور تردید شرک و بدعت کے لئے مخصوص کر لیا تھا جس پر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہے۔

اسلامی مشاورتی کونسل کی رکنیت

1971ء کے عوامی انتخابات کے دوران جب قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو شہید نے اسلامی سوشلزم کو اپنی معیشت کی بنیاد قرار دینے کا نعرہ بلند کیا تھا تو مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور ان کے ہمنوا جلیل القدر علماء کرام نے اس کے خلاف زبردست تحریک چلائی تھی۔ ان دنوں صرف جمعیۃ علما اسلام کے دو رہنما مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ ہی ایسے تھے جن کی زیر قیادت علماء کرام کی بڑی تعداد نے اسے اسلام اور کفر کی جنگ کے بجائے ایک معاشی مسئلہ قرار دے کر بھٹو صاحب کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی جس کے نتیجہ میں بھٹو صاحب نے مفتی محمود صاحبؒ کے حلقہ انتخاب سے عملاً دستبرداری اختیار کر کے مفتی صاحب کیلئے قومی اسمبلی کی نشست کی راہ ہموار کر دی اور وہ کامیاب ہو گئے تھے۔ اس طرح جب پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئی تو ابتدا مفتی محمود صاحب کی تند و تیز تنقید کے باعث بھٹو حکومت کیلئے کافی پریشانی اور مشکلات پیدا ہو گئی تھیں حتیٰ کہ قومی اسمبلی کے ایک اجلاس میں مفتی صاحب کی تنقید برداشت نہ کرتے ہوئے انہیں بزور طاقت اسمبلی سے نکال کر باہر کرنے سے بھی گریز نہ کیا گیا تھا۔

مولانا کوثر نیازی ان دنوں چونکہ وزارت مذہبی امور کی کرسی پر براجمان تھے اور مولانا ضیاء القاسمی کے جوش خطابت اور ان کی خطیبانہ یلغار کے سخت خائف تھے انہوں نے مولانا قاسمیؒ کو اسلامی مشاورتی کونسل کا رکن نامزد کرنے میں ہی عافیت سمجھی چنانچہ مولانا قاسمی نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں کا ایسا مظاہرہ کیا کہ انہیں یکے بعد دیگرے تین مرتبہ اسلامی مشاورتی کونسل کا رکن نامزد کرنے کا اعزاز عطا کیا گیا تھا۔

سپاہ صحابہؓ کی قیادت

مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نے دینی تعلیم سے فراغت کے بعد چونکہ سب سے پہلے تنظیم اہل سنت پاکستان کے پلیٹ فارم سے ملی سرگرمیوں کا آغاز کیا تھا اس لئے جب ایرانی انقلاب کے ردعمل کے طور پر پاکستان میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی زیر قیادت سپاہ صحابہؓ کے نام پر ایک نئی دینی جماعت موثر طور پر معرض وجود میں آئی اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کا دائرہ اثر پورے ملک کو محیط اور ہمہ گیر ہو گیا تو مولانا ضیاء القاسمیؒ بھی اس تنظیم ناموس صحابہ اہل سنت کے تحفظ کے جذبات صادقہ سرشار اور دینی وملی غیرت وحمیت کی آئینہ دار ہے ایسی امن پسند تنظیم کی قیادت مولانا ضیاء القاسمیؒ نے جس دانشمندی، سلیقے اور ملک وملت کے مفادات ملحوظ رکھ کر انجام دی ہے

اس کے مخالف وموافق سب معترف ہیں اور مولانا کی ذات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ خصوصاً آپ نے فرقہ وارانہ تلخی اور باہمد گر کشمکش ختم کرنے کے سلسلے میں جو ضابطہ اخلاق مرتب کرایا اور اس پر فریقین کے تصدیقی دستخط کرائے تھے وہ لائق تحسین کارنامہ ہے۔

مولانا قاسمیؒ کی تصانیف

مولانا ضیاء القاسمی جہاں ایک شعلہ بیان خطیب اور مقرر تھے وہاں سلجھے ہوئے انشاء پرداز اور مصنف بھی تھے۔ ان کی ضخیم تصنیف خطبات قاسمی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جس میں مولانا نے اپنی تقاریر یکجا کر کے شائع کی ہیں۔ یہ کتاب جمعہ اور دیگر عوامی اجتماعات میں کی گئی تقاریر پر مشتمل ہے۔ یہ مجموعہ نوجوان خطیبوں اور مقرروں کیلئے خصوصی دلچسپی اور استفادے کا موجب ہے۔

علاوہ ازیں مولانا قاسمی صاحبؒ نے موافقات عمرؓ اور بنات الرسول ﷺ کے زیر عنوان کتابچے بھی شائع کئے ہیں جن میں نہایت مدلل انداز میں امیر المومنین حضرت فاروق اعظم عمر بن خطابؓ کی ان تجاویز کا حوالہ ہے جو وحی الٰہی کے مطابق ہیں اور حضور خاتم الانبیاءؐ کی چاروں لخت جگر بیٹیوں کے مبارک احوال زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ ایسے مختلف موضوعات سے متعلق دیگر مسوادات کی اشاعت کا بھی ان کے جانشین ضرور اہتمام کریں گے۔

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ میں شرکت

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسانؒ شجاع آبادی اور مجلس کے دیگر رہنماؤں کی وفات کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کا نظام غیر موثر ہو کر دیہاتی حلقوں میں محدود ہو کر رہ گیا تھا جس پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنیؒ کے خلیفہ مجاز اور پاکستان وسعودی عرب کی جلیل القدر دینی وعلمی شخصیت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکیؒ نے انٹرنیشنل عالمی ختم نبوت موومنٹ کے نام سے تنظیم قائم کی جس نے تھوڑے ہی عرصے میں پاکستان کے علاوہ بیرونی ممالک خصوصاً لندن، جرمنی، افریقی ممالک اور متحدہ عرب امارات میں فتنہ قادیانیہ کے سدباب اور اس کے دجل وفریب کا پردہ چاک کرنے کے سلسلے میں نہایت موثر اقدامات کیئے جس کے نظام کار سے متاثر ہو کر مولانا ضیاء القاسمیؒ بھی اس میں شامل ہو گئے اور اس کے نائب صدر مقرر کئے گئے تھے۔ اس نئی تنظیم انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے زیر اہتمام بیرونی ممالک میں قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں روکنے اور عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ کے سلسلے میں عظیم الشان اجتماعات نے وہاں کے مسلمانوں کو خصوصاً بہت متاثر کیا ہے اور وہ پوری گرمجوشی کے ساتھ اس

میں سرگرم عمل ہیں نیز افریقی ممالک میں چونکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوریؒ کا حلقہ مریدین بہت وسیع ہے اس لئے وہاں پر ان کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالحفیظ مکی کی شخصیت نہایت مقبول اور موثر ہے۔

مختلف مسالک میں مقبولیت

مولانا ضیاء القاسمیؒ کی شخصیت مرنجاں مرنج اور تمام مکاتب فکر میں یکساں مقبول تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات پر جنازے میں شرکت کیلئے دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث مسالک اور مکاتب فکر کے علمائے کرام اور دینی رہنماؤں کے دوش بدوش مختلف دینی اور سیاسی تنظیموں کے رہنماؤں اور کارکنوں کی خاصی تعداد جنازہ گاہ میں موجود تھی اور ان کے جانشین صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی کے ہاں تعزیت کیلئے آنے والے حضرات ہر جماعت اور ہر مسلک سے تعلق رکھنے والے ممتاز رہنما ہیں، نیز صدر مملکت جناب محمد رفیق تارڑ، چیف ایگزیکٹو جناب پرویز مشرف، صوبائی گورنر اور ان کے مشیر، محترمہ بینظیر بھٹو اور جناب نواز شریف کے علاوہ تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے مولانا قاسمیؒ کے صاحبزادے زاہد محمود قاسمی کے نام تعزیتی پیغامات ارسال کئے ہیں۔ بہر نوع مولانا ضیاء القاسمی کی وفات سے ولولہ انگیز خطابت اور باطل تحریکوں کے خلاف ایک موثر اور متحرک شخصیت داغ مفارقت دے گئی ہے۔ مولانا قاسمی گلشن امیر شریعت کا ایک چہچہاتا بلبل تھا جو ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا

ہم نے روداد وفا خوں سے مرتب کی ہے
داستان پھر یہ کبھی سن نہ سکو گے یارو!

☆☆☆

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

میدانِ تقریر وخطابت کے شہسوار

مسئلہ توحید عوام کو سمجھانے کیلئے موثر طریقہ میں وہ اپنے پیش رو حضرات پر سبقت لے گئے

استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث مولانا مفتی محمد زرولی خان
(رئیس جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام ہی خداوند تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَام

اور جب سے اسلام آیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ نے شوکت برہان اور قوتِ دلیل کی بدولت اس کو فتح ونصرت سے افتخار بخشا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَهِیْدًا

جس طرح اللہ رب العالمین نے دین کے تحفظ اور نشاط کیلئے حضرات انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے:

فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ (الآیۃ)

اسی طرح اللہ رب العالمین نے امت مرحومہ کو علماء راسخین اور اولیاء ربانیین کے ذریعہ احیا بخشا ہے۔ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ کی پاسداری اللہ رب العالمین نے ان حضرات سے کروائی ہے۔ چنانچہ اس طائفہ منصورہ کے فردِ فرید ہمارے بزرگ سرمایۂ اہل سنت خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمی مرحوم جو توحید وسنت کی زندہ تابندہ ایک کائنات ہیں اور وعظ وخطابت کے شہسوار اور مناظرہ اور احقاقِ حق کے مردِ میدان تھے:

اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ کَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰہِ

اللہ تعالیٰ نے موصوف کو عجیب وغریب صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ وہ علم حدیث میں اپنے زمانے کے امام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لائق شاگرد تھے۔ جن کے اثرات اور برکات ان پر ہویدا تھیں۔ دوسری طرف وہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بے بدل شاگرد اور علوم قرآن میں کامیاب خوشہ چیں تھے۔ علم کے ان

دو سمندروں سے سیراب ہونے کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب العجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارادت بھی رکھتے تھے جو بجائے خود تمام محاسن کا منبع اور خصالِ حمیدہ کا مرجع کافی ہے۔ ہم نے جب ہوش سنبھالا پاکستان کی سرزمین پر ضیاء القاسمی کی خطابت کا ڈنکا بج رہا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ بعد کے تمام مقررین اور خطباء کسی نہ کسی طرح مولانا ہی کے فیض خطابت سے مسترشد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسئلہ توحید جو تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد اور ایمان کا محور ہے سمجھانے کا جو سلیقہ اور موثر طریقہ انہیں ودیعت فرمایا تھا اس عاجز کی دانست میں وہ اس سلسلے میں اپنے پیش رو حضرات پر سبقت لے گئے۔ احیاب سنت کا عنوان ہو یا شرک و بدعت کا رد ہو، مولانا سیف ِ بے نیام ہوتے تھے اور آپ کی تیز وتند تلوار کی نوک کے نیچے آنے کے بعد ہر باطل اور بالخصوص مبتدعین کے سرغنے آپ کے ایمان افروز دلائل کو اپنے لئے موت کا پیغام تصور کیا کرتے تھے۔ ردقادیانت ہو یا بریلویت، فتنہ پرویز کا رد ہو یا ردافض کا، غیر مقلدیت ہو یا مودودیت تمام بواطل کے خلاف بیک وجود اللہ رب العالمین نے آپ کو تمام میادین میں فتح مبین اور نصرت قریبہ سے مالا مال فرمایا تھا۔

اس عاجز وفقیر کو یاد ہے برنس روڈ کے آس پاس یہاں کراچی میں مولانا مرحوم کا جلسہ تھا۔ مولانا اپنے خاص انداز میں فتنہ آخر زماں فتنہ رضا خان کے شرک و بدعت کو دلائل کی برسات سے تہس نہس کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن شریف کی آیات جو اللہ تعالیٰ کی توحید سے متعلق ہیں اور شرک و بدعت کے رد پر مشتمل احادیث و آثار میں سے چیدہ چیدہ خوب ذہن نشین کرا رکھی تھیں بڑے خاص پرزور انداز میں بیان فرما رہے تھے۔ سماں ایسا بندھا ہوا تھا جیسے مکہ مکرمہ میں نزول قرآن کے وقت مشرکین علم و برہان کے سامنے بے اصل اور بے اثر تھے۔ بالکل اسی طرح مبتدعین کے چھوٹے اور بڑے خود اور ان کے دھوکے اور مغالطہ آفرینیاں پاش پاش ہو رہی تھیں۔ محسوس یوں ہو رہا تھا جیسے میدان ان کی لاشوں سے بھرا ہوا ہو۔ اس دوران کسی بدعتی نے ایک پرچہ لکھا جس پر تھا کہ ''آپ جو آیات پڑھتے ہیں اور مزارات یا قبور پر منطبق کرتے ہیں، یہ وہ آیات ہیں جو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں؟'' مولانا نے پرچی کا مضمون پڑھ کر سنایا اور اس کے بعد قرآن کریم کی آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَاد'' اَمْثَالُکُمْ

ایسی گرج دار اثر آفرین آواز میں اور پر اثر طریقہ سے تلاوت فرمائی کہ بغیر ترجمہ اور تفسیر کے لوگ مبتدعین پر لعنت بھیجنے لگے۔

اہل علم جانتے ہیں مبتدعین زمانہ کے پاس سوائے اس قسم کی احمقانہ منطقوں کے کوئی وزنی دلیل نہ اس وقت تھی اور نہ آج ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گی۔ حضرت مولانا ہی ایسے موقع پر پڑھا کرتے تھے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ
وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ

مولانا قاسمی نے اندرونِ ملک بے تحاشہ مناظرے کیے اور باہر کی دنیا میں بھی ہر باطل بالخصوص مرزائیت اور رضائیت اور اخیر میں روافض کے خلاف کامیاب میدان جیتے ہیں۔

سوادِ اعظم اہل سنت کے اس وقت کے ماحول میں جب مولانا قاسمی مرحوم سب کچھ تھے یہ عاجز بھی ان کا ایک چھوٹا سا کارکن رہا ہے اور جامع مسجد احسن میں ترجمہ وتفسیر مکمل ہونے پر عظیم تقریب ان کے جلسے کی شکل میں رونما ہوئی تھی۔ کراچی میں باقاعدہ کام کرنے کیلئے ''تحفظ مسلک دیوبند'' کے نام سے ایک تنظیم تجویز کی گئی تھی اس کے لئے بھی حضرت مولانا قاسمی نے وقت کے اکابر علماء کی موجودگی میں اس عاجز وفقیر کا نام منتخب فرمایا تھا۔ بعد میں جب ہمارے مشائخ اساتذہ نے کراچی کی سطح پر سوادِ اہل سنت والجماعت قائم کیفرمائی تو مولانا قاسمی مرحوم خود ہاں حسب معمول و دستور تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر آپ اس کی موثر قیادت بن سکتے ہیں تو میں بھرپور اعتماد کرنے کیلئے تیار ہوں۔

بہرحال مولانا ضیاء لقاسمی مرحوم خالص دین کے آدمی تھے اور دینی اقدار کی بحالی اور احیاء و نشاۃ میں انہوں نے اپنی بیش بہا زندگی قربان فرمائی

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

☆☆☆

کاروانِ حق کا سالار

قاضی حسین احمد

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

راسخ العلم علماء حق کی اس عظیم الشان جماعت میں جہاں ہزاروں کی تعداد میں محدث، مفسر، فقیہ اور خطیب پیدا ہوئے ان میں ایک عظیم المرتبت شخصیت جناب حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تبحر اور بلند پایہ علماء، فقہاء اور خطباء کی صحبت اور تربیت سے نوازا جس کے نتیجے میں طالب علمی کے دوران ان کی علمی صلاحیتیں سامنے آگئیں۔ وہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کی نظروں میں نمایاں ہو گئے۔ تکمیل سے قبل ہی اسٹیج کی زینت بن گئے۔ عوام ان کی طرف دیکھنے لگ گئے۔ پھر طالب علمی کے دور سے لے کر وفات تک وہ تعلیم و تبلیغ اور دعوت و ارشاد کے میدان میں اپنی شیریں بیانی سے لوگوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے اور بھٹکنے والوں کو اس طرف کھینچنے میں لگے رہے۔

مولانا ضیاء القاسمیؒ کی استقامت

تعلیم و تربیت کیلئے جذبہ اور اپنے موقف پر استقامت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ایک شخص اپنے موقف کیلئے مضبوط دلائل رکھتا ہو۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ انہی علماء میں سے تھے جن کو اپنے موقف کی حقانیت پر اطمینان ہوا۔ وہ اپنے موقف کی طرف دوسروں کو کھینچنے اور قائل کرنے کیلئے کامل علمی رسوخ اور جوش و جذبہ رکھتے تھے۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ طالب علمی سے فراغت کے بعد دین کی ترویج و اشاعت سے اس طرح وابستہ ہوئے کہ اس پر جم گئے اور عمر بھر اس کیلئے جوش و جذبے اور جرأت و ہمت سے کام کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں، سامعین اور متاثرین کا پورے ملک میں ایک وسیع حلقہ پیدا کیا، جو ان کے ساتھ والہانہ وابستگی رکھتے تھے۔ ان کیلئے پروگرام ترتیب دیتے، ان کی تقاریر کیلئے لوگوں کو جمع کرتے تھے۔ اس طرح پاکستان کے گوشے گوشے میں انہوں نے لوگوں کو توحید و سنت اور اسلامی نظام سے والہانہ طور پر وابستہ رکھنے کیلئے جانفشانی سے کام کیا۔

مولانا کی خطابت و شیریں بیانی

وہ مجلس میں جب بھی کسی موضوع پر بات کرتے تو لوگوں کو اپنی شیریں بیانی اور دلائل کی قوت

سے قائل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور مولانا غلام اللہ خان جیسے اکابر کے دورِ خطابت کے بعد جن علماء نے خطابت میں نمایاں مقام پیدا کیا ان میں مولانا ضیاء القاسمیؒ نمایاں ہیں۔

دعوتی اور تحریکی خدمات

انہوں نے اپنی خطابت کے ذریعہ ایک طرف مغربی تہذیب و نظریات کے طوفان کو روکا تو دوسری طرف ادیان باطلہ کیخلاف بھرپور جہاد کیا۔ قادیانت اور پرویزیت کیخلاف جو عظیم جہاد برپا ہوا اس کے ایک بہت بڑے جیش کے قائد مولانا ضیاء القاسمیؒ تھے۔ مولانا نے اپنی خطابت سے قادیانیت کے قلعہ پر ایسے حملے کیے کہ اسے مسمار کر کے رکھ دیا۔ **1974**ء کی تحریک ختم نبوت کی کامیابی میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل

مولانا ضیاء القاسمی نے اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعہ ملک کے اجتماعی نظام کو اسلام کے مطابق ڈھالنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ تین مرتبہ کونسل کے ممبر رہے۔ اس دوران میں دستور پاکستان میں اسلامی دفعات شامل کی گئیں۔ تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی اصلاحات کیلئے سفارشات پیش کی گئیں۔ فحاشی اور عریانی کو روکنے کیلئے ذرائع ابلاغ کی اصلاح بھی ان سفارشات کا حصہ ہیں۔ وہ وفات کے وقت بھی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے۔ یہ ایسی سفارشات ہیں کہ انہیں نافذ کر دیا جائے تو ملک کا نقشہ تبدیل ہو جائے۔

تحریک نظام مصطفیٰ

1977ء میں تحریک نظام مصطفیٰ برپا ہوئی تو مولانا ضیاء القاسمیؒ صاحب نے اس میں نمایاں طور پر شرکت کی۔ انہوں نے سر پر کفن باندھ کر جلوس نکالا اور گرفتاری پیش کی۔ فیصل آباد میں جن علماء نے اس تحریک میں حصہ لیا ان میں مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نمایاں ہیں۔

ملی یکجہتی کونسل

مولانا نے مختلف تنظیموں کے پلیٹ فارموں سے دعوت و تبلیغ، اصلاحِ معاشرہ اور اسلامی نظام کے قیام میں حصہ لیا۔ زندگی کے آخری حصہ میں وہ سپاہ صحابہؓ کی سپریم کونسل کے چیئرمین

تھے۔ اس دوران میں انہوں نے ملی یکجہتی کونسل کے اسٹیج سے ایک تاریخی ضابطۂ اخلاق مرتب کرنے میں حصہ لیا۔ انشاء اللہ یہ تاریخی دستاویز گروہوں میں اتحاد و یکجہتی کی مضبوط بنیاد اور عظیم دستاویز ثابت ہوگی۔

جماعت اسلامی اور مولانا ضیاء القاسمیؒ

میرے علم کی حد تک مولانا ضیاء القاسمی کی خطابت حکیم حاذق کے شربت کی مٹھاس اور فاسد مادہ کو کاٹ کر پھینک دینے والے ڈاکٹر کا نشتر تھی۔ ان کی تقاریر سے مسلمانوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی تھی۔ وہ اپنے موقف کو احسن، موثر اور علمی انداز میں پیش کرتے تھے۔ اختلاف کرنے والوں کیخلاف بھی ایسی زبان استعمال نہیں کرتے تھے جس سے ان کی توہین و تحقیر اور تذلیل ہو۔

ایک زمانہ میں انہیں جماعت اسلامی کے ساتھ اختلاف رہا لیکن انہوں نے اسے بغض و عداوت اور قطع تعلق کی حد تک نہیں پہنچایا۔ ایک عالم دین کی شان یہ ہے کہ جس چیز کو صحیح سمجھے اس پر قائم رہے، اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہے۔ اگر مولانا قاسمی نے جماعت اسلامی اور مولانا مودودی سے کسی وقت اختلاف کیا تو یہ ان کا علمی اور دینی حق تھا۔ مولانا نے اختلاف کے باوجود جماعت کے ساتھ اپنے تعلقات قائم رکھے۔ انہوں نے اختلافی میدان میں اخلاقی حدود کا لحاظ رکھا، ایسا انداز اختیار نہ کیا کہ باہمی میل ملاپ کی صورت ختم ہو جائے۔ آخری دور میں تو وہ جماعت اسلامی کی خدمات اور پالیسی سے بہت متاثر اور مداح تھے اور مجالس میں اس کا برملا اظہار کرتے تھے۔

جامعہ قاسمیہ

جامعہ قاسمیہ ایک عظیم الشان درسگاہ ہے جس میں علوم اسلامیہ، عربی کی تعلیم کے ساتھ طلبہ کو ادیانِ باطلہ قادیانیت، پرویزیت دیہویت، عیسائیت کے ہتھکنڈوں سے متعارف کیا جاتا ہے اور ان کو دعوت و تبلیغ کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ جامعہ ان کی عظیم الشان یادگار اور صدقہ جاریہ ہے۔

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے مختلف شعبوں میں ایسی گراں قدر اور تاریخی خدمات سرانجام دی ہیں کہ تادیر یاد رکھی جائیں گی اور ان کے اثرات دیرپا ہوں گے۔ ان کی دلآویز گفتگو، دلربا شخصیت اور اخلاق حسنہ دلوں میں ان کی یاد تازہ کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف، خدمات قبول فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے وابستگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان (جامعہ اشرفیہ لاہور)

قحط الرجال کے اس دور میں کسی بھی عظیم شخصیت کا اٹھ جانا پورے ملک کیلئے باعث حزن و ملال ہوتا ہے ورنہ نظام فطرت کے مطابق یہ کارخانہ خداوندی چلتا رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ابتداء سے اللہ تعالیٰ کی عادت اس طرح جاری ہے کہ ہر دور میں باطل کے مقابلہ کیلئے حق کی تبلیغ کیلئے بہتر رجال کار کا انتخاب فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ بھی دین حق کے داعیوں میں ایسے مقام تک پہنچ چکے تھے جن پر بجا طور پر اہل حق کو فخر تھا۔ شرک و بدعت کے رد اور توحید کے ساتھ عشق مصطفیٰ ﷺ کو سمجھانے کی جس نعمت عظمیٰ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت قاسمیؒ کو نوازا تھا وہ بے شک اور یقیناً ان کیلئے نجات اخروی کا ذریعہ بنے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو انہوں نے اپنے زور بیان سے بدعات و رسومات کے اندھیروں سے نکالنے اور توحید و سنت کے اجالوں سے روشناس کرنے کی کوشش کی۔ حضرت قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے 1980ء کے اوائل میں پہلی شناسائی اس وقت ہوئی جب حضرت اقدس مولانا فضل اللہ صاحب مدظلہ العالی نے ان کو دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت کے سالانہ جلسے پر مدعو فرمایا تھا۔ غائبانہ تعارف تو پہلے سے تھا لیکن بالمشافہ گفت و شنید کی سعادت اس وقت حاصل ہوئی۔ حضرت قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خطابت کے جوہر کو اپنے اور پرائے سب تسلیم کرتے ہیں لیکن دلائل کے ساتھ وزنی بات اور مخاطب کو قائل کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا اس دور کے خطباء میں کم پایا جاتا ہے۔ عقائد و نظریات میں تصلب و پختگی اور راسخیت ان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اہل حق سے انحرافی نظریات رکھنے والوں سے ساری زندگی ان کا نباہ نہ ہوسکا بلکہ مسلک حقہ کی تائید وہ سیاسی نظریات سے بالاتر ہو کر اکابر دیوبند کے خادم کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرتے تھے۔ حضرت قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مختصر ملاقاتوں کا سلسلہ تو بہت طویل ہے۔ اکابر دیوبند کے اجتماعات، مجالس اور میٹنگوں میں ان سے ہمیشہ علیک سلیک ہوتی رہتی تھی لیکن

زندگی کے آخر دس سال کی چند تفصیلی ملاقاتیں رہتی زندگی تک یادگار رہیں گی۔
جامعہ اشرفیہ میں میری قیام گاہ میں وہ تشریف لائے تو انتہائی ہشاش بشاش تھے۔ میرے نظریات جمہوریت کے خلاف اور انقلابی ہونے کو وہ دل کھول کر مان گئے اور خوب داد دی۔ یہ ان کی کمال علمی کی دلیل ہے کہ حق بات کو بلا جھجک تسلیم کرتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں تبسم کرتے ہوئے فرمایا یہ تو سردی میں گرمی دیکھی۔ پھر ملاقات شیخ زید ہسپتال لاہور میں ہوئی جب حضرت قاسمی رحمتہ اللہ علیہ گردوں کی تکلیف کی وجہ سے بستر علالت پر تھے۔ بندہ بیمار پرسی کیلئے حاضر ہوا تو مرض اور تکلیف کے باوجود بیٹھ کر تپاک سے ملے اور مجھ جیسے حقیر کے چہرہ اور ہاتھوں کو بوسہ دیتے رہے اور بار بار دعاؤں کی اور حسن خاتمہ کی درخواست کرتے رہے۔
حضرت قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال اگرچہ امر الٰہی سے وقت موعود پر ہوا اور بے شک اس فانی دنیا سے ہر ایک نے جانا ہی جانا ہے مگر بڑھتے ہوئے فتنوں کے اس دور میں ایسی عبقری شخصیات کا رحلت فرمانا علامات قیامت میں سے ہے۔ مجاہدانہ صفات، جرأت و بہادری، حق گوئی و بے باکی اور اظہار حق کا ولولہ جو ہمیشہ سے وارثین انبیاء کی فطرت ہوتی ہے، حضرت قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بلا شک وریب اس کا حسین مرقع تھے۔ علماء دیوبند اکثر ہم اللہ سواد ہم کے ورثہ سے جو اتباع سنت کی نعمت ملی ہے حضرت قاسمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس کو بہتر مصداق تھے۔ توحید و سنت کے احیاء میں جو ان کے مساعی ہیں یہ ان کیلئے صدقہ جاریہ ہے۔
جامعہ اشرفیہ سے ان کا خصوصی تعلق اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب سے ان کی والہانہ محبت تھی۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ واکرمہ وابدلہ داراً خیراً

مین دارہٖ برحمتک یاارحم الراحمین

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

قاسمی کیا تھا؟

ڈاکٹر انوار الحق وفا

اکیڈمی فاردی ریسرچ آف اسلامک سائنسز (ایتھنز، یونان)

نہ وہ قلم ہے جو غم کا رقم کرے احوال
نہ وہ زباں ہے سنائے جو حال دردِ نہاں

☆☆☆

یہ میں نہیں میرا دل آپ سے متکلم ہے۔ میری روح آپ سے مخاطب ہے۔ آج آپ سے ایک ایسے "مردِ قلندر" کی بات کر رہا ہوں جو ہم سے دور چلا گیا لیکن اس کی پرعزم شخصیت کی پرچھائیاں ابھی تک ہم میں موجود ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم زندہ موجود انسانوں سے وہ فوت شدہ ذات گرامی زیادہ موجود ہے۔ ہاں ہاں! ہم زندہ لوگوں سے وہ فوت شدہ پھر بھی زیادہ زندہ ہیں۔

دوام لوحِ زمانہ پہ ثبت ہے اس کا
ہے اس کی موت بھی اس کی حیات کا عنواں

☆☆☆

جب میں مر جاؤں گا،...... تو بس مر ہی جاؤں گا،...... موت کے ساتھ میرے نام کو گمنامی کی چادر ڈھانپ لے گی...... اور یہ صرف میرے ساتھ ہی نہیں ہوگا۔...... یہ تو دنیا کے ان گنت انسانوں کے ساتھ ہوا ہے اور ہوتا ہی رہے گا۔

مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زندہ ہوتے ہیں تو اپنے دور پر حکومت کرتے ہیں اور جب اس دنیا سے بظاہر پردہ کر جاتے ہیں تو ان کی جسیم وقد آور شخصیت سے پھیلتی چلی جاتی ہے۔ ان کی ذات گرامی کا دائرہ اپنے دور سے نکل کر دوسرے ادوار پر محیط و بسیط ہوتا چلا جاتا ہے اور یوں وہ ایک لازوال و بے مثال، حکایت و روایت بن جاتے ہیں۔ اور موت کے بعد بھی اپنی عظمت و سطوت کے ساتھ آنے والی صدیوں میں زندہ رہتے ہیں۔ اور کچھ اس طرح زندہ رہتے ہیں کہ زندہ انسانوں کو ان کے زندہ ہونے کا شدید احساس ہوتا رہتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو نئی تہذیبوں، نئے تمدنوں، نئے معاشروں اور ادبی و لسانی روایتوں کی صورت گری کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو کچلائی ہوئی انسانی اقدار کو اپنے درخشندہ

افعال واشغال کے سانچوں میں ڈھال کرا جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو کسی ایک ملک یا ایک براعظم کے شہری نہیں ہوتے بلکہ یہ تمام دنیا کے شہری ہوتے ہیں۔ اور کسی ایک مذہب و مسلک اور کسی ایک مخصوص تہذیب سے متعلق ہونے کے باوجود دنیا کے تمام مذاہب اور مہذب معاشروں میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ جنس گراں مایہ کی طرح عزیز رکھے جاتے ہیں۔ اور محترم ومکرم سمجھے جاتے ہیں۔

کھائے گا اس کی جرأت اظہار کی قسم
جس ذہن میں بھی اس کا تصور ابھر گیا

☆☆☆

جو شہریار مملکت فصاحت و بلاغت پر شہنشاہ اقلیم خطابت بن کر چمکتا رہا، جو آسمان عزیمت پر ستارہ جرات زندانہ بن کر چمکتا رہا، جو آسمان شجاعت پر مہر درخشاں کی طرح دمکتا رہا، جو مصائب سے لاپرواہ ہو کر شاہوں کے گریبانوں سے کھیلتا رہا، جو ظلم وستم کی دھجیاں فضائے آسمان میں بکھیرتا رہا، جو آلام کی گھٹائیوں میں مسکراتا رہا، جو ملت اسلامیہ کا بکھرا ہوا شیرازہ جوڑتا رہا، جو کج روی کی تاریکی میں وفور وشعور کی کرنیں بکھیرتا رہا، جو عشرت کدوں کو خیر باد کہہ کر زندانوں کو آباد کرتا رہا، جو بلاخوف لومتہ لائم ہمیشہ حق بات کہتا رہا، جو مشن شیخ القرآن اور مشن امیر عزیمت کی تکمیل کیلئے سنگلاخ راستوں پر رواں دواں رہا، جو مصائب کی آندھیوں میں بھی صداقت کا چراغ جلاتا رہا، جو شعلوں میں کود کر آگ سے کھیلتا رہا، جو مشن کی تکمیل کیلئے طوفانوں سے ٹکراتا رہا مگر مخالفوں سے خائف نہ ہوا، جو حق وصداقت کے علم کو لہراتے ہوئے نہ مایوس ہوا اور نہ عداوتوں سے ڈرا، جو زمانے کی ظالم ہواؤں سے بغاوت کرتا رہا، جو عقیدہ توحید اور ناموس صحابہ کی خاطر زندانوں کو آباد کرتا رہا، جو اپنی للکار حق سے ایوانوں کو ہلاتا رہا، جو اپنی داستان حیات وجدوجہد، عزم وہمت، استقلال و پامردی، اصول وضوابط، سیاسی بصیرت اور توکل علی اللہ سے عبادت کرتا رہا، جو گل کرہ علم میں بلبل ہزار داستان بن کر چہکتا رہا، جو ساری زندگی اقلیم مدح صحابہؓ کا تاجدار رہا، جو عظمت صحابہؓ کو چار چاند لگاتا رہا، جو مسلک اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی کی مانگ میں ستارے بھرتا رہا، جو شیر کی طرح آتا تو رن کانپنے لگتے، جو تقدیس صحابہؓ کے شجر کو دلائل سے مزین خطابت سے سیراب کرتا رہا، جو حق کی جستجو میں راتیں باہر کاٹتا رہا، جو زندۂ جاوید تاریخ تھا، جو مجسم تحریک تھا، جو اہل سنت کا قابل قدر سرمایہ تھا، جو تہذیب علم کا گرانمایہ تھا، جو عزم وہمت کا پیکر

جمیل تھا، جو استقامت و استقلال کا کوہ گراں تھا، جو صبر ایوب کی سچی تصویر تھی، جو انوکھے اور منفرد طرز خطابت کا موجد تھا، جو اپنوں کیلئے مانند ریشم اور بیگانوں کیلئے دیوار فولاد تھا، جو گفتار و کردار میں اللہ کی برہان تھا، جو توحید و سنت کا علمبردار تھا، جو قاطع شرک و بدعت تھا، جو کفر کیخلاف سراپا یلغار تھا، جو ہر مجلس کی رونق تھا، جو ہر محفل کی جان تھا، جو بحر خطابت کا گوہر آبدار تھا، جو باطل کے خلاف حق کی یلغار تھا، جو کشور توحید و سنت کا باران سجاج تھا، جو ظلمت رسم و رواج میں سراج و وہاج تھا، جو شرک و بدعت کیلئے سیسہ پلائی دیوار تھا، جو عزم و ہمت کا بحر وراج تھا، جو کفر کیخلاف تلوار بے نیام تھا، جو حق و صداقت کی نشانی تھی، جو پیکر صبر و ثبات تھا، جو شناور بحر مصائب و مشکلات تھا، جو ظالم و جابر کیلئے ملح اجاج تھا، جو باطل کیلئے مثال علاج تھا، جو فن خطابت میں امیر شریعت کا وارث تھا، جو شعبہ دعوت و تبلیغ میں شیخ القرآن کا وارث رہا، جو وجود تو ایک تھا مگر کئی زندگیوں اور مجموعوں کا نام تھا۔ خطیب نکتہ داں، خطیب پاکستان، خطیب یورپ و ایشیا، شہنشاہ خطابت، آفتاب خطابت، شمس الخطباء، خطیب حبیب لبیب، شہنشاہ اقلیم خطابت، خطیب شعلہ بیان، خطیب شیریں بیان، فخر الواعظین، واعظ بے بدل، عالمی مبلغ اسلام، قاتل المشرکین، فاتح طحدین، حامی سنت، ماحی بدعت، واقف اسرار روح جہاد، دانائے رموز انقلاب، منبع رشد و ہدایت، مرکز فضیلت، شہسوار میدان عرفان عشق، پیکر اخلاص و جلال، مرشد المجاہدین، یادگار اسلاف، پاسبان ناموس صحابہؓ، وکیل صحابہؓ، وکیل مدینہ، پروانہ شمع رسالت، عندلیب ریاض رسول، پیکر جرأت و عزیمت، گوہر یگانہ، فرد فرید، بخاری دوراں، قریشی وقت، فاروقی عصر، پاسبان احناف، مبلغ قرآن، قائد لاثانی، ترجمان دیوبند، موحد اعظم، مولانا علامہ صاحبزادہ الحاج محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

خلد آشیانی!

علامہ قاسمیؒ بھی دنیا بھر کے متمدن و مہذب معاشروں میں ایک قد آور اور ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے۔ علامہ قاسمیؒ کی ہمہ گیر اور قد آور شخصیت نے علم و فضل کا ایک بیش بہا خزانہ آنے والی نسلوں کیلئے تحریری صورت میں چھوڑا ہے۔ علامہ قاسمیؒ نے دین اسلام اور شعائر اسلام کے دفاع و تحفظ کے سلسلے میں اپنے خون جگر سے جو نقش گری و لالہ کاری کی ہے اس کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا ہے کہ واقعی ایسی ہمہ گیر اور جامع خصوصیات کے انسان صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور پھر مر جانے کے بعد بھی صدیوں تک آنے والے معاشروں اور تہذیبوں کو اپنے دائرہ اثر و نفوذ سے

نکلنے نہیں دیتے۔

مادرِ گیتی صدیوں تک ایسی شخصیات کی ذات کے طلسمات میں گم رہتی ہے۔ جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو زمانہ ان کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ اور جب وہ دنیا سے پردہ کر جاتے ہیں تو زمانہ ان کے نقشِ قدم کو تلاش کرتا ہے۔ ایسی روشن شخصیات سورج کے ساتھ ساتھ نہیں گھوما کرتیں بلکہ وہ جس سمت میں گھومتی ہیں سورج اکتسابِ طلعت و تابش کیلئے ان کے ساتھ ساتھ گھوما کرتا ہے۔

میرے بعد جب اٹھے گا میرے علم و فن سے پردہ
یونہی ڈھونڈتا پھرے گا مجھ کو یہ بے خبر زمانہ

☆☆☆

علامہ قاسمیؒ جیسا خطیب، واعظ، مجاہد، مناظر، مبلغ، عاشق اور سرپرست انسان صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ علامہ قاسمیؒ نے جہاں بڑے بڑے جغادریوں کو راہِ راست دکھلائی اور بوڑھوں کے ذہن صاف کئے، وہیں علامہ قاسمیؒ نے نوجوانوں کو حوصلہ، یقین اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی جرأت و ہمت دلائی ہے۔ علامہ قاسمیؒ سالارِ کارواں تھے۔ علامہ قاسمیؒ کی زندگی ایک پیغام تھی، ایک تنظیم تھی، ایک تحریک تھی، ایک دعوت تھی جو علم و آگہی کے خزانہ اپنے دامن میں لئے ہوئے تھی۔

تاریخ کی نظر میں ہے اونچا تیرا مقام
علم و ادب کی جوت جگا کر گیا ہے جو

☆☆☆

علامہ قاسمیؒ آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن یقین محکم ہے کہ وہ جو کام چھوڑ گئے ہیں وہ صدیوں کی وسعتیں اور ان گنت پہنائیاں رکھتا ہے اور جس میں ملتِ اسلامیہ اور پاکستانی قوم کی تقدیر سازی اور دستگیری کے روشن امکان ہیں۔ علامہ قاسمیؒ اسلامی شاہراہوں پر ایسے پودے لگا گئے ہیں جن کے سائے ہمیشہ مسافروں کو تسکینِ دل اور راحتِ جاں دیتے رہیں گے۔ ہر دور کے بحران میں پاکستانی قوم کی تعلیم اور حوصلہ مندی علامہ قاسمیؒ کا شعار رہا۔ جب بھی کسی فتنے نے سر ابھارا تو علامہ قاسمیؒ نے سینہ سپر ہو کر اس کا سدباب کیا۔ علامہ قاسمیؒ جامع الحیثیات شخصیت کے مالک تھے اور آپ کی ہر حیثیت پر

؏ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

کی مثال صادق آتی ہے

یہ وہ دریا ہے جو کوزے میں کبھی بند نہ ہو
یہ وہ سمندر ہے کہ کنارہ نہیں جس کا کوئی

☆☆☆

علامہ قاسمیؒ کی خطابت کا ایک پرانا سامع ہونے کی حیثیت سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک عہد آفرین خطیب تھے۔ علامہ قاسمیؒ ایک متین، متوازن، دردمند اور منطقی انداز بیاں سے لبریز شخصیت تھے۔ علامہ قاسمیؒ نے عہد حاضر میں دین اسلام اور مسلک دیوبند کی جو خدمت اپنی خطابت کے ذریعے کی ہے وہ کسی اور سے نہیں ہو سکی۔

''خطبات قاسمی'' 5 جلدوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عام خطبات کی طرح کیسٹ سے نقل نہیں کی گئی بلکہ علامہ قاسمیؒ کے قلم کا شاہکار ہیں اس لئے علامہ قاسمیؒ کے خطبات میں مطالعے کی بے حد وسعت، فہم و ادراک کی زبردست قوت کے ساتھ انداز بیاں کا ایک ایسا سلجھاؤ موجود ہے کہ ہر سطح کا پڑھنے والا اپنی اپنی فہم کے مطابق اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔ علامہ قاسمیؒ کی خطابت اور خطبات ابدی ہیں اور اسی کی وجہ سے آپ کی شخصیت کا نقش بھی ابدی ہے۔

چھوڑا ہے تو نے گرچہ بظاہر یہ خاکدان
لیکن دلوں پہ آج بھی تیرا ہے اقتدار

☆☆☆

علامہ قاسمیؒ ایک فرد نہ تھے بلکہ ایک ادارہ تھے۔ علامہ قاسمیؒ نے انتہائی پرآشوب دور میں آواز حق بلند کی اور یہ آواز دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم قوت کا روپ اختیار کر گئی۔ ایسی قوت جس کے سامنے ہر استعمار کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ علامہ قاسمیؒ رب العالمین کے سوا کبھی بھی کسی کے سامنے نہ جھکے۔ کوئی فرد یا جماعت تو کیا کوئی تہذیب بھی آپ کو مرعوب نہ کر سکی۔ جب وطن عزیز پاکستان پر ہر طرف شرک و بدعت کا طوطی نقار خانے میں بولتا تھا اور وطن عزیز پاکستان کے سیدھے سادھے اور بھولے بھالے مسلمان اس کے سحر میں بری طرح اسیر تھے ایسے علامہ قاسمیؒ ہی تھے جنہوں نے اس طلسم کو توڑا۔ علامہ قاسمیؒ کی شخصیت میں ایک مقناطیسی کشش تھی جس کے باعث باطل اذہان کی کایا پلٹ گئی۔

یوں نقش ہوا آنکھوں کی پتلی میں وہ چہرہ
پھر ہم نے کسی اور کی صورت نہیں دیکھی

☆☆☆

اگر مختصراً کہوں تو 63 سال عمر، بارعب جسم، سیاہ داڑھی جس میں ہلکی سی پرنور سفیدی، شگفتہ چہرہ، باہمت بلند حوصلہ، مجاہدانہ چال، شیریں گفتار، سبک رفتار، رضائے الٰہی پر شاکر، صبر واستقامت کی علامت، جرأت کے ساتھ صبر، آلام ومصائب میں استقامت، کردار میں بلندی، ظاہر وباطن میں یکسانیت، خلق ومروت کی ہمہ گیری، فہم وفراست کی معراج، قوت فیصلہ کی انتہا، مقصد کی لگن، زندگی کی پاکیزگی، بدلتے ہوئے ماحول سے متاثر نہ ہونے کی طاقت، ہزاروں سال کے کھنچے ہوئے حصار سے آزاد ہو کر دل کی بات زبان پر لانے کی ہمت، تعقل وتفکر کی دعوت عام دینے کی قابلیت، ذہنوں کی بالیدگی عطا کرنے کی صلاحیت، دلوں کو طمانیت بخشنے والا تبسم، انسانوں میں خون دوڑا دینے والا تکلم، قرطاس پر زریں حروف بکھیرنے والا قلم، حق پر مر مٹنے کی تمنا، باطل کے آگے نہ جھکنے والا سر، جادۂ حق میں پیچھے نہ ہٹنے والے قدم، اکابرین علمائے دیوبند کے عشق ومحبت سے لبریز سینہ، فراعین وقت کی خشمگیں آنکھوں سے ٹکرا جانے والی آنکھیں، جبیں پر سجدوں کا تابندہ ودرخشاں آفتاب، کیا یہ صفات وکمالات کسی ایک انسان میں جمع ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ ممکن ہے تو کم از کم اس صدی میں پیدا ہونے والے انسانوں میں، ان تمام بلند وارفع خصوصیات کی حامل شخصیت صرف اور صرف خطیب لبیب، وکیل مدینہ، خطیب یورپ وایشیاء، ترجمان دیوبند، موحد اعظم، علامہ محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔

ثانی نہ میرے یار کا پائیں یہ مہر و ماہ
برسوں چراغ لے کر اگر جستجو کریں!

☆☆☆

عالم اسلام اور اہل یورپ کا وہ عظیم خطیب گر، جس نے مسلمانوں میں خالص توحید وسنت کی لہر پیدا کی، کتاب وسنت فقہ حنفی اور مسلک دیوبند کا ترجمان، حق کا منادہونے کی حیثیت سے جس کی ذات صداقت کا نشر گاہ تھی، اسلامی روایات کے دھندلے نقوش کو ابھارنے والا، دین اسلام اور مسلک دیوبند کا مخلص، خدمت گزار جس کے قول وفعل پر اعتماد کیا جا سکتا تھا جس کی ساری جوانی دین اسلامی کی خدمت کی نظر ہو گئی اور اسی غم فکر اور محنت نے جسے مسنون عمر سے پہلے ہی بوڑھا کر دیا، جس کی زبان اور قلم نصف صدی تک حق کا اعلان کرتے رہے، دار ورسن کی سختیاں جس کے مشن میں رکاوٹ نہ ڈال سکیں، کفر کے فتوؤں اور بہتان تراشیوں کا شور جس کی آواز حق کو نہ دبا سکا، حاسدوں نے اس پر طرح طرح کی تہمتیں لگائیں اور دشنام طرازیاں کیں

مگر اس نے صبر واستقامت کا دامن نہ چھوڑا۔ اظہار حق کی خاطر جس نے ساری دنیا کی ناخوشی کی بھی پرواہ نہ کی۔ خطابت کو جس کی زبان نے بلندی اور پاکیزگی عطا کی۔ جس نے اہل یورپ کو اپنی خطابت سے دیوانہ کر کے خطابت کے بے تاج بادشاہ ہونے کا ثبوت دیا جس کی ''خطبات قاسمی'' اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی کا گراں قدر سرمایہ ہے۔ جو فن خطابت میں ایک منفرد اور نئے طرز کا موجد تھا۔ جب وہ بولتا تھا تو بپھرے ہوئے طوفان اور مچلی ہوئی بجلیوں کا سماں بندھ جاتا تھا۔ قادیانیت، رافضیت، بریلویت، رضاخانیت، غیر مقلدیت جس کے نام سے تھراں تھی۔ گستاخان محمدؐ اور گستاخان صحابہؓ پر جس کا ذکر سن کر کابوس کے دورے پڑنے لگتے تھے، جو اپنے عہد میں اسلام کی آواز تھا۔ جس کی آواز میں گولیوں کی بوچھاڑ بھی لرزش پیدا نہ کر سکی، جس کے نزدیک دین اسلام ہی سرچشمہ قوت تھا، جس کے نزدیک اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی مسلک حق تھا۔ جس کا ایمان تھا کہ فہم ودانش قرآن کی ترجمانی کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ جس کا نظریہ تھا کہ پیغمبر اسلام کا اسوۂ حسنہ اپنائے بغیر زندگی میں امن وآشتی اور سکون وطمانیت میسر ہی نہیں آسکتی۔ جو قاسم العلوم والخیرات، شیخ الہند، شیخ العرب والعجم، امام الہند، امیر عزیمت کے مشن کا امین وعلمبردار تھا۔ شمع ختم نبوت کا بیباک پروانہ، عظمت صحابہؓ واہل بیت کا لاثانی وکیل، گلشن امیر شریعت کا چہچہاتا ہوا بلبل، تعلق باللہ اور اطاعت رسول کا داعی، خلافت راشدہ کا نفاذ جس کی آرزو، جو تاریخ کی پیداوار نہیں بلکہ خود ''تاریخ ساز'' ہے۔

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں ہیں جن کو زمانہ بنا گیا

☆☆☆

دیارِ فرنگ میں پہلی تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے روحِ رواں

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاسمی کی دینی جدوجہد کے معاشرے پر گہرے اثرات مرتب ہوئے

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی

(چیئرمین انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ)

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعد وعلیٰ الہ واصحابہٖ اجمعین

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان علماء کرام میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے ابتداء سے انتہا تک دینی لحاظ سے بھرپور زندگی گزاری ہے اور معاشرے پر ان کے گہرے اثرات پڑے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مبارک دین کی خدمت کیلئے خوب قبول فرمایا۔

نوراللہ مرقدہ و برد مضجعہ

مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے فارغ ہونے کے بعد فوراً دیوبند انڈیا تشریف لے گئے اور عارف باللہ سید الاولیا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ وقدس سرہ العزیز (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) سے سلاسل اربعہ میں بیعت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ابتداء سے ہی خطابت کے جوہر سے خوب خوب نوازا تھا، دور دور سے لوگ بلا کر لے جاتے اور بیانات سنتے۔ اپنے اکابر اولیاء علماء دیوبند سے شروع سے ہی گہری عقیدت و محبت تھی۔ اس زمانہ میں بعض بریلوی حضرات بہت جوش سے علماء و اکابر دیوبند کے خلاف محاذ گرم کئے ہوئے تھے۔ ان پر مختلف الزامات لگاتے جس کی بناء پر نوجوان علماء و خطباء جو ان حضرات اکابر کے دل و جان سے معتقد و شیدائی تھے اسی انداز میں ان کا رد بھی کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس دور میں خوب توحید و سنت اور اصلاح عقائد سے متعلق بیانات فرمائے اور اپنے اکابر کا موثر دفاع بھی کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خطابت کے جوہر سے سرفراز فرمایا ہوا تھا لوگ ان کے انداز سے انتہائی درجہ میں متاثر ہوتے اور انہی کو گویا اکابر علماء دیوبند کا اور اہل سنت والجماعت کا حقیقی ترجمان جانتے۔ حضرت مولانا قاسمی کی قوت تاثیر سے متعلق واقعہ ہے کہ ابھی پچھلے دنوں راقم السطور فرانکفرٹ (جرمنی) سے پیرس (فرانس) گیا تھا، ختم نبوت کی کانفرنسوں کے سلسلہ میں تو پیرس میں ایک شخص جس کی عمر چالیس کے قریب ہوگی بورے والا کا تھا اس سے فیصل آباد کا تذکرہ آیا تو وہ جھوم اٹھا۔

اثر آفریں خطابت

بڑے پراثر انداز سے کہنے لگا، وہاں ہمارے مولانا قاسمی صاحب رہتے تھے۔ اب ان کا انتقال ہو گیا ہے اور پھر ان کی کئی باتیں سناتا رہا، پھر کہا اُو جی عجیب آدمی تھے۔ جادو تھا جادو اور بہت دیر تک ان کی خطابت کی بابت سناتا رہا۔

حضرت مولانا قاسمی صاحب نے فیصل آباد میں ایک علمی ادارہ بنام جامعہ قاسمیہ بھی شروع سے ہی بنایا ہوا ہے جہاں دینی علوم کی تدریس کا موقوف علیہ تک انتظام ہے۔

ختم نبوت اکیڈمی کا قیام

اسی ادارہ میں بعد میں تعطیلات کے دنوں میں ''انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی'' بھی رد فرق باطلہ پر مختلف کورس کرواتی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے آخری سالوں میں بہت قبولیت سے نوازا اور ہزاروں علماء، طلباء اور کالجیٹ اس سے مستفیض ہوئے۔

جامع مسجد کا قیام

اس کے علاوہ غلام محمد آباد فیصل آباد گول چوک میں جامع مسجد کی بنیاد رکھ کر ہمیشہ جمعہ کا اس میں اہتمام فرمایا۔ پورے ملک میں جو چند جمعۃ المبارک کے اہم اور بڑے اجتماعات ہوتے ہیں۔ ان میں ایک یہ جامع مسجد گول چوک غلام محمد آباد بھی تھی، عموماً دس ہزار کے قریب مجمع ہو جاتا تھا۔ لوگ دور دور سے جمعہ میں شریک ہونے کے لئے آتے کہ اس سے پہلے حضرت قاسمی کا مفصل اُردو یا پنجابی میں خطاب ہوتا تھا اور لوگ اس کے منتظر رہتے تھے اور اسی کو سننے کیلئے آتے تھے۔

جمعیت علماء اسلام کی معیت

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی جب مشترکہ طور پر جمعیۃ علماء اسلام میں رونق افروز تھے اس وقت حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ جمعیت کے پنجاب کے سیکرٹری تھے اور جمعیت کے اسٹیج ان کے خطابات سے مزین ہوتے تھے جن کو لوگ ابھی تک یاد کرتے ہیں۔ جمعیت میں بھی ان کا کردار بڑا موثر اور مثالی تھا۔ بعد میں عملی سیاسیات سے ان کا دل بالکل سرد ہو گیا تھا اور یہی خواہش تھی کہ خالص دینی و علمی محاذوں پر ہی دین کی خدمت کی جائے۔ کئی دفعہ جمعیت کے بعض مختلف اکابر کی طرف سے پرکشش عہدوں کے ساتھ اصرار سے پیشکش بھی ہوئی مگر قاسمی صاحب نے حتمی فیصلہ کیا ہوا تھا کہ سیاست میں نہیں آنا لہٰذا نہ آئے اور

اچھے انداز سے ان پیشکشوں کو ٹال جاتے اور اپنی تقریباً بقیہ پچیس سالہ زندگی ختم نبوت اور ناموس صحابہ و ازواج مطہرات و اہل بیت اطہار کے تحفظ کے لئے ہی مخصوص کئے رکھی۔

خمینی انقلاب سے قبل ہی مستقل طور پر حضرت قاسمی صاحب تنظیم اہل سنت سے وابستہ تھے اور مدت دراز تک اس کے جنرل سیکرٹری رہے اور جب خمینی انقلاب آیا اور مختلف جگہوں پر لوگ اسے خالصتاً اسلامی انقلاب سمجھنے لگے اور یہ تاثر عام لوگ لینے لگے کہ اصل اسلام تو گویا شیعیت و رفض ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت تو ایسے ہی ہے (نعوذ باللہ) اور حالات بھی کچھ ایسے بنے کہ دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ خصوصاً دنیا پر اپنے اثرات و نفوذ کی وجہ سے چھائے ہوئے تھے اور اہل سنت والجماعت کی طرف منسوب حکومتیں ان سے مرعوب و خوفزدہ تھیں۔ خمینی صاحب نے آتے ہی امریکہ و یورپ و اسرائیل کیخلاف فضا بنادی اور (لاشرقیہ ولاغربیہ) اور (امریکہ مردہ باد) کے نعرے و مظاہرے ایسے شروع کئے کہ ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور جن باحمیت لوگوں کے دل پہلے سے دشمنانِ اسلام کے مظالم اور خلاف اسلام سازشوں سے زخمی تھے ان کو اس کی بڑی ہی خوشی ہوئی اور سکون ملا کہ مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا پیدا ہوا ہے جو (امریکہ مردہ باد) کے کھلم کھلا نعرے لگوائے اور ببانگ دہل اس کی مخالفت کرے لہٰذا خمینی صاحب کو قائد اسلامی انقلاب اور رہبر اسلام تسلیم کیا جانے لگا۔ ان سب لوگوں کو حسن ظن تھا کہ خمینی صاحب شیعہ سے بالاتر ہو کر خالص اسلام کی نمائندگی کریں گے۔

مگر افسوس آہستہ آہستہ یہ واضح ہونے لگا کہ وہ تو دین اسلام کے پردہ میں خالص مذہب شیعیت کی نمائندگی کر رہے تھے اور جمہوریہ اسلامیہ ایران کے دستور نے تو ساری ہی امیدوں پر پانی پھیر دیا کہ جس میں رسمی طور پر طے کیا گیا کہ ملک کا سرکاری مذہب اثنا عشری جعفری ہوگا۔ بہر حال اس دور میں جب ہر دیندار مسلمان شخص خمینیت سے مرعوب ہی نہیں بلکہ مسحور تھا، تنظیم اہل سنت پاکستان کے ان دو اکابر حضرت علامہ عبدالستار تونسوی اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نے برطانیہ کا مفصل دورہ کیا۔ یہ سیاہ کار کچھ ساتھیوں کے ساتھ ان دونوں حضرات کے دورے کا منتظم تھا۔ اس بروقت دورے کے عمیق اثرات پورے برطانیہ پر نہیں بلکہ اگر کہا جائے تو پوری دنیا پر پڑے تو بعید از حقیقت نہیں تقریباً دو ماہ کی جدوجہد میں مجاہدانہ، خطیبانہ اور والہانہ انداز میں محبت اصحاب رسول ﷺ اور حضرات خلفاء راشدین و ازواج مطہرات کے مختلف واقعات حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ان کی محبت اور جانثاری کے قصے جس میں رلاتے اور ہنساتے اور خوب

نعرے لگوا کر لوگوں میں جوش و جذبہ پیدا کرتے۔ پھر حضرت تونسوی کی تقریر اور روزانہ حضرت کتابوں کے حوالے سے جن کا پلندہ سامنے رکھا ہوتا خمینی صاحب کی کتابوں کا حوالہ دیتے، ان کا بطلان قرآن وسنت کی روشنی میں اچھی طرح ثابت کرتے اور پھر بلاناغہ روزانہ خمینی کو مناظرے کا چیلنج دیتے۔ اس زمانہ میں اس طرح بانگ دہل عظیم مجمع کے سامنے کھلم کھلا خمینی کو براہ راست مناظرے کا چیلنج کرنا بہت کی عجیب ہی نہیں بلکہ فوق العجیب بات تھی۔ ان کے ان خطابات و اجماعات کی کیسٹیں پورے برطانیہ بلکہ پورے یورپ و دنیا کے مختلف ممالک میں بڑی تیزی سے پھیل گئیں اور ان کا الحمدللہ بڑا اثر پڑا۔ ہر شخص سوچنے پر مجبور ہوا اور حقیقت تک پہنچا کہ ایران کا انقلاب یا اسلام کی متفق علیہ تعلیمات اور نظام شریعت کا نہیں بلکہ شیعہ مذہب کا انقلاب ہے۔

قادیانیت کی سرکوبی کیلئے جدوجہد

1983ء میں مرحوم صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ کیا جس کے نتیجہ میں مرزا طاہر قادیانیوں کا سربراہ چھپ کر لندن بھاگ گیا۔ ادھر قادیانوں کا دستور تھا کہ ہر دسمبر کے اخیر میں سالانہ انٹرنیشنل اجتماع چناب نگر (ربوہ) میں کراتے۔ اس سال اس آرڈیننس کی بناء پر وہ بھی نہ کراسکے جس پر انہوں نے بہت واویلا کیا اور موقع سے فائدہ اٹھا کر خوب علماء اسلام اور پاکستان، حکومت پاکستان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا۔

لندن میں ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ

اس کے چھ ماہ بعد 27 رجب کی شب میں ہم لوگ مکہ معظمہ میں تھے۔ ادھر حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی اور حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ہمارے گھر پر بطور مہمان مقیم تھے۔ رات عشاء کے بعد حرم شریف سے واپسی پر کھانے پر حضرت مولانا چنیوٹی صاحب نے بڑی تشویش سے فرمایا کہ میں نے حرم شریف میں کسی سے خبر سنی ہے کہ مرزا طاہر کی سربراہی میں قادیانیوں نے لندن میں کانفرنس کی ہے جس میں اپنی کفریات کی تبلیغ بھی کی ہے اور مظلومیت کا رونا رو کر حکومت پاکستان کیخلاف بھی پروپیگنڈا کیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا قادیان میں جب تک مرزائیوں کا مرکز تھا ہمارے اکابر وہاں جا کر ان کی کانفرنس کے دنوں میں ہی ختم نبوت کانفرنس کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو ان کے دجل وفریب سے بچایا جاسکے۔ بعد میں جب چناب نگر (ربوہ) کو انہوں نے رسمی طور پر اپنا مرکز بنالیا تو ہم نے بحمداللہ چنیوٹ میں ختم نبوت کانفرنس ان کے سالانہ اجتماع کے مقابلہ میں پیش کی اور اب چونکہ مرزا طاہر نے پاکستان سے بھاگ کر عملاً اپنا مرکز

لندن میں بنالیا ہے لہٰذا ہمیں بھی لندن میں ختم نبوت کانفرنس کرنی چاہیے یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ نے اس رائے کی پرجوش تائید فرمائی بلکہ مزید یہ فرمایا کہ یہ کانفرنس بھی انٹرنیشنل سطح پر ہونی چاہیے۔ صرف نام ہی کی نہ ہو موثر ہونی چاہیے اور اس کیلئے جو ہم مشورہ کر رہے ہیں کہ ایک انٹرنیشنل جماعت بنا کر تمام فتنوں قادیانیت، بہائیت، رفض وانکار سنت وغیرہ کا تعاقب کیا جائے۔ یہ کانفرنس اسی جماعت کے پلیٹ فارم پر ہو اور جتنے مزید حضرات وہاں اس مجلس میں موجود تھے سب نے اس رائے کی تائید فرمائی اور اسی رات ہم نے مشورہ سے ''انٹرنیشنل ختم نبوت مشن'' کی بنیاد ڈالی، بنیادی عہدیدار بھی طے کئے۔ (حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ عالمی تنظیم کے سلسلہ میں مشورہ پہلے ہو چکا تھا انہوں نے اختیار دیا تھا کہ اس کو فوراً بنا کر عالمی طور پر کام شروع کیا جائے)

لہٰذا اس راقم السطور کو ان حضرات نے بہ اصرار اس کا مرکزی صدر اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کو مرکزی جنرل سیکرٹری اور حضرت مولانا چنیوٹی کو نائب صدر، اسی طرح دیگر عہدے طے کر کے لندن اسی رات 27 رجب کو فون کیا اور وہاں کے دوستوں سے عرض کیا کہ اخبار میں خبر دیدیں کہ چند ماہ میں انشاء اللہ انٹرنیشنل ختم نبوت مشن کے تحت لندن میں انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوگی جس میں پوری دنیا سے علماء کرام انشاء اللہ شریک ہوں گے اور اعلان اگلے دن اخبارات میں چھپ گیا۔

طے یہ ہوا کہ چونکہ راقم نے شعبان کے اخیر میں رمضان المبارک سہارنپور انڈیا میں گزارنے جانا تھا ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے انتقال کے بعد سے ان کے صاحبزادہ امجد، حضرت مولانا محمد طلحہ مدظلہ العالی کے ساتھ ہی رمضان شریف گزارا کرتا تھا۔ اپنے حضرات کے مشورہ سے، لہٰذا طے ہوا کہ وہاں جانے سے پہلے یہ سیاہ کار لندن جائے اور ہفتہ دس دن قیام کر کے وہاں انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس سے متعلق تمام مراحل کر کے اور ذمہ داریاں تقسیم کر کے آئے اور ادھر یہ حضرات حضرت قاسمی، حضرت چنیوٹی، حضرت مولانا زاہد الراشدی وغیرہ پاکستان میں اشتہارات وغیرہ اور دوسرے امور کا انتظام کریں گے۔

اگست 1985ء میں کانفرنس طے ہوئی، قادیانیوں نے غالباً اپنی کانفرنس اپریل 1985ء میں کروائی تھی۔

اسی پروگرام کے مطابق الحمدللہ عمل ہوا۔ حضرت مولانا یوسف متالا، حضرت مولانا عبدالرشید

ربانی، حضرت مولانا قاری طیب عباسی، حضرت مولانا قاری تصور الحق اور حضرت مولانا موسیٰ قاسمی اور حضرت علامہ خالد محمود مدظلہ وغیرہ حضرات نے خوب تعاون فرمایا اور یہ طے ہوا کہ یہ کانفرنس انٹرنیشنل ختم نبوت مشن بتعاون جمعیت علماء برطانیہ (جو کہ اس وقت متحد تھی) کے تحت منعقد ہوگی۔ لندن کے المرکز الاسلامی میں اکثر کی رائے تھی کہ کانفرنس منعقد کی جائے۔

لندن میں کانفرنس کیلئے ویمبلے ہال کی بکنگ

لہٰذا لندن آنا ہوا۔ اللہ کی قدرت کہ یہاں اس سیاہ کار کا قیام اپنے پرانے شفیق اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوست چودھری عبدالمجید کے ہاں ساؤتھال میں ہوا۔ ان سے اس سلسلہ میں بات چلی ان کو کچھ اشکالات تھے یعنی قادیانی اگر کلمہ پڑھیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اسلامی اصلاحات استعمال کریں تو کیا حرج ہے؟ وغیرہ۔ اس سیاہ کار نے ذرا تفصیل سے ان کو سمجھایا کہ یہ تو سب کچھ جھوٹ اور دجل کے طور پر کرتے ہیں، ان کی کتابوں کے حوالے سے بہت سی باتیں بتائیں وہ اشکالات پیش کرتے رہے یہ سیاہ کار جواب عرض کرتا رہا حتیٰ کہ وہ بالکل مطمئن ہوگئے اور جوش میں ان کو گالیاں دے کر کہنے لگے کہ اس کا مطلب ہے قادیانیت سراسر فراڈ ہے۔ دین اسلام اور حضور ﷺ کے ساتھ پکا فراڈ اور دنیا کو بھی یہ دھوکہ دے رہے ہیں۔ یہ تو انٹرنیشنل فراڈ کر رہے ہیں۔ پھر مجھے زور دے کر فرمایا کہ حضرت یہ کانفرنس المرکز الاسلامی کی مسجد میں نہیں ہوگی بلکہ (ویمبلے کانفرنس ہال) میں ہونی چاہئے تا کہ ایسے مسلمان جو مسجدوں میں نہیں جاتے اور جن کو یہ قادیانی شکار کرتے ہیں وہ لوگ بھی بے تکلف آسکیں۔

اس کے بعد چودھری صاحب نے اس سیاہ کار کو ساتھ لے کر (ویمبلے کانفرنس ہال لندن) کی انتظامیہ کے دفتر میں جا کر اپنی جیب سے رقم ادا کر کے اس ہال کو اگست کے لئے بک کروالیا۔ اس کے بارے میں فوراً اطلاع پاکستان ان حضرات کو کر دی گئی اور اس کے مطابق بڑے شاندار اشتہارات حضرات قاسمی صاحب نے چھپوالئے بلکہ لندن ڈاک سے بھجوا بھی دیئے اور کانفرنس سے کئی ماہ پہلے ہی وہ اشتہارات تمام مساجد، مراکز اور اہم جگہوں پر لگ گئے۔ پھر کانفرنس سے تقریباً تین ہفتہ پہلے یہ حضرات مع اور کئی علماء کے برطانیہ پہنچ گئے اور پھر کاروان ختم نبوت کے نام سے پورے انگلینڈ میں یہ حضرات پھیل گئے۔ روزانہ ایک دو شہروں کی مسجدوں میں اجتماعات ہوتے۔ یہ حضرات ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانوں کے کفر اور ان کے دجل وفریب اور اسلام دشمنی کے بارے میں کھول کھول کر بیانات کرتے اور کانفرنس کی دعوت بھی دیتے جس سے

الحمدللہ پورے برطانیہ میں عقیدہ ختم نبوت کا غلغلہ اور شور برپا ہو گیا اور کانفرنس میں شرکت کیلئے تیاری اور وعدے ہوتے گئے۔

الحمدللہ جو کانفرنس ہوئی تو توقعات سے زیادہ ماشاء اللہ خوب حاضری ہوئی۔ ویمبلے ہال میں بیٹھنے کیلئے کرسیاں تقریباً چار ہزار تھیں اور حاضری ماشاء اللہ بی بی سی لندن کی رپورٹ کے مطابق ساڑھے سات ہزار افراد سے زیادہ تھی۔ آدھے کے قریب لوگوں نے کھڑے کھڑے کانفرنس میں شرکت کی۔ جمعیت علماء برطانیہ کے تمام حضرات نے اور برطانیہ کے باحمیت مسلمانوں کے خصوصاً گلاسکو سے چودھری شاہین صاحب اور لندن سے چودھری عبدالمجید صاحب نے اس تاریخی کانفرنس کیلئے بہت محنت کی۔ ہندوستان سے حضرت مولانا سید اسعد مدنی، بنگلہ دیش سے حضرت حافظ جی حضور رحمۃ اللہ علیہ، پاکستان سے حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالقادر آزاد، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی، حضرت مولانا زاہد الراشدی، حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود اور حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی علماء اسی طرح کینیڈا، امریکہ اور یورپ کے مختلف ممالک سے بھی علماء کرام نے شرکت فرمائی۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ بہت زیادہ دلچسپی لی اور خوب اس کے لئے محنت کی لہذا تقریباً سب سے زیادہ اس کی کامیابی کی خوشی بھی انہی کو ہوئی جس کا اظہار انہوں نے خود ایک چھوٹی سی کتاب خاص طور پر اس عظیم الشان تاریخی ختم نبوت کانفرنس کی مفصل کارگزاری سے متعلق لکھی اور اسے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

یورپ کی پہلی اور اساسی ختم نبوت کانفرنس

یہ یورپ اور برطانیہ کی پہلی انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں بہت بڑا حصہ تھا۔ وہی اس کے روح رواں تھے اب جتنی بھی کانفرنسیں برطانیہ و یورپ میں ہو رہی ہیں اور ختم نبوت کا کام ہو رہا ہے اسی کانفرنس کے نتیجہ میں ہو رہا ہے اور حضرت قاسمی کیلئے انشاء اللہ یہ عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ اس کے بعد کچھ ایسے المناک واقعات ہوئے جن کے ذکر کا یہ وقت نہیں اور قاسمی صاحب بھی سپاہ صحابہؓ کی تحریک میں اپنی قوت و صلاحیتیں پوری دلجمعی سے خرچ کرنے لگے۔

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کا قیام

مگر چونکہ ختم نبوت کے عظیم کاز اور فتنوں کے تعاقب کیلئے جو عظیم مقصد ہم سب لے کر اٹھے

تھے اور یورپ سے لوگوں میں عموماً یہ پیغام پھیل چکا تھا اس سے متعلق لوگ و احباب عموماً پوچھتے کہ آپ لوگ کیوں بیٹھ گئے ہیں؟ اور کام کی اہمیت اور ضرورت شرعی ثابت کر کے منظم کرنے کا تقاضا کرتے۔ حضرت مولانا قاسمیؒ، حضرت مولانا چنیوٹی اور ہم سب لوگ مختلف انداز سے ٹالتے رہے حتیٰ کہ 1995ء میں چودھری محمد سرور صاحب برمنگھم والوں کے مکان پر شروع اگست کو ایک کانفرنس کے بعد کھانا ہوا اور کھانے کے بعد ایک اہم میٹنگ بامر اللہ ہوگئی۔

اس میٹنگ میں حضرت مولانا محمد مکی حجازی مدرس حرم شریف، حضرت مولانا چنیوٹی، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ اور حضرت مولانا قاری عبدالحی عابد اور برطانیہ کے مختلف علماء کرام شریک تھے۔ اہل برطانیہ کی طرف سے خصوصاً تقاضا پرزور طریقے پر اٹھایا گیا کہ باقاعدہ ایک جماعت منظم کر کے منصوبہ بندی سے عالمی طور پر ختم نبوت کے کاز اور ردِ فتن و فرق باطلہ کیلئے کام ہونا چاہئے۔ اس کی سخت ضرورت بیان کی گئی۔

حضرت مولانا محمد مکی حجازی و دیگر علماء کرام نے بھی اس کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیا اور پھر یہ طے ہوا کہ عبدالحفیظ (یہ راقم سیاہ کار) اور حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مختلف اکابر علماء برطانیہ سے ملیں، اس سلسلہ میں مشورے کریں اور پھر مناسب وقت پر تنظیم کا اعلان کردیں۔

لہٰذا مختلف علماء سے ملاقاتیں شروع ہوئیں، ہر ایک نے بلا استثناء اس عظیم مقصد کیلئے باقاعدہ تنظیم بنا کر کام کرنے پر زور دیا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی نے تو یہاں تک فرمایا کہ جلد از جلد کام شروع کرو اور فرمایا کہ پچھلے دس سال سے جو تم لوگوں نے سستی کی اور باقاعدہ تنظیم بنا کر کام نہیں کیا اس کا گناہ تمہیں ہوگا۔

بہر حال جب ہر طرف سے اس امر کے بارے میں تقاضا ہوا تو 14 اگست 1995ء میں ایک کانفرنس میں ''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کا باقاعدہ اعلان کردیا گیا اور یہ کہ اس کا مرکزی دفتر لندن میں ہوگا اور شاخیں دنیا کے مختلف ممالک میں ہوں گی۔

حضرت قاسمی صاحب کو بھی اس کی اطلاع کردی گئی۔ انہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور بحیثیت مرکزی نائب صدر کے اس کا عہدہ قبول فرمایا۔ الحمدللہ اس وقت یہ تنظیم ان چھ سالوں میں دنیا کے مختلف ممالک میں کام شروع کرچکی ہے۔ ہانگ کانگ، مغربی افریقہ، ٹوکیو، جرمنی، برطانیہ وغیرہ ملکوں میں باقاعدہ رجسٹرڈ ہوچکی ہے۔ یورپ کے مختلف ممالک بلجیم، پرتگال، سپین، ناروے، ڈنمارک، جرمنی، فرانس وغیرہ ممالک میں ختم نبوت کانفرنسیں ہوچکی ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء سے لے کر انتہا تک پوری تندہی سے اس تنظیم کیلئے فکر مند رہے، کام کرتے رہے اور اکثر کانفرنسوں میں باوجود علالت کے شرکت فرماتے رہے۔ انشاء اللہ جب تک دنیا کے مختلف ممالک میں یہ تنظیم (انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ) دین اسلام کی سربلندی اور ختم نبوت کے تحفظ اور فتن خبیثہ کی عالمی سطح پر سرکوبی اور عالمی کفر کی سازشوں کے مقابلہ کیلئے کام کرتی رہے گی حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو بفضلہٖ تعالیٰ اس کا ثواب ملتا رہے گا اور یہ ان کیلئے مبارک صدقہ جاریہ ہوگا اس لئے کہ وہ اس تنظیم کے بنانے میں محرکین، منتظمین اور بانیان میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے، اپنی رحمتیں ان پر نازل فرمائے، اعلیٰ درجات عطا فرمائے، اپنے قرب خاص سے نوازے، ان کے پسماندگان، برادران، صاحبزادگان واقربا کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وہ پھر حق کیلئے ناحق سے لڑتے رہے

صاحبزادہ امداد الحسن نعمانی

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی مسلسل جد و جہد سے عبارت تھی۔ معرفت حق کی ضیاء و نور سے ان کے قلب و روح منور تھے۔ عقیدۂ توحید الہی اور اتباع سنت و اسوۂ محمدی ﷺ کے نجات آفریں پیغام کو وہ دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کیلئے بے تاب رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبان و بیان کی عظیم طاقت عطا فرمائی تھی۔ طاغوت سے ٹکرا جانا، نمرودوں، فرعونوں کے ظلم واستبداد کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اور اہل باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں چیلنج کرنا ان کی پہچان بن چکا تھا۔ راہِ حق میں بزدلی اور کاہلی دکھانے والوں سے انہیں نفرت تھی۔ وہ کہتے تھے:

اصولوں پر جہاں آنچ آئے ٹکرانا ضروری ہے
جو زندہ ہو تو پھر زندہ نظر آنا ضروری ہے

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ رحمت میں دعا ہے کہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں بلند درجہ عطا فرمائے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا

ترجمہ: اور اہل حق کیلئے آخرت میں تو بڑے درجے اور بڑی فضیلتیں ہیں۔

صاحبزادہ امداد الحسن نعمانی (ڈائریکٹر ختم نبوت ایجوکیشن سینٹر، برمنگھم، برطانیہ)

آفتاب خطابت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

رفتید ولے نہ از دل ما

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

☆☆☆

مولانا عبدالرشید انصاری

فضا گردآلود تھی مگر افق مشرق پر سرخی پھیلی اور بدلیوں کی ٹکڑیوں سے نیر تاباں جھانکنے لگا۔ کائنات کی وسعتوں میں کرنیں بکھیرتا اور سامنے آنے والی ہر چیز کو منور کرتا ہوا بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ دوپہر کو عین سر پر آ گیا تو کوئی اس کی جانب نگاہ اٹھانے کی بھی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ پھر تند و تیز ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے، گھٹائیں اٹھیں، طوفان بندھے مگر آفتاب ان گھٹاؤں اور طوفانوں پر بھی اوپر سے روشنی ڈالتے ہوئے بجانب مغرب بڑھتا اور ڈھلتا رہا۔ سہ پہر ہوئی تو گھٹائیں چھٹ گئیں، طوفان بیٹھ گئے، بچے کھچے بادل فضاؤں میں تحلیل ہونے لگے اور دھلی ہوئی فضاؤں میں سورج چمکتا ہوا نظر آنے لگا۔ اس سے پہلے کہ شام کے سائے پھیلتے دھوپ سونا رنگ اور آفتاب نارنجی ہوتا اور پانیوں میں اس کا خوبصورت عکس اترتا، اچانک بادل اُمڈ آئے اور اتنے گھرے ہو گئے کہ دن میں اندھیرا چھا گیا۔ غروب آفتاب کا حسین منظر ہویدا نہ ہو سکا، شام ادا ہو گئی اور رات کی تاریکی نے دن کی چہل پہل وقت سے پہلے ہی روک دی۔ گردش شب و روز کی مانند سلسلۂ موت و حیات بھی قبضۂ قدرت میں ہے، کسی انسان کے بس میں نہیں کہ کسی روز رات کی آمد کو روک دے اور نہ کسی کے اختیار میں ہے کہ کسی جانے والے کی زندگی میں چند لمحات کا اضافہ کر دے۔

چائنا گراؤنڈ کراچی کے بڑے جلسے میں تحفظ ناموس رسول ﷺ و اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اجمعین کے موضوع پر خطاب کے بعد آفتاب خطابت حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نے ملاقات دیرینہ کی آبرو رکھتے ہوئے فون کیا اور تقریر کی خاص خاص باتوں کا تذکرہ فرمایا۔ محترم اقبال احمد صدیقی کی خیریت پوچھی، بعض معاملات پر مشورہ کیلئے مجھے پابند کیا کہ میں جلد فیصل آباد آؤں گا۔ پھر ان کی علالت اور ناسازیٔ صحت کی اطلاعات آنے لگیں، اس دوران ایک دن فیصل آباد جانا ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت قاسمی صاحب بغرض علاج معالجہ پنڈی گئے ہوئے ہیں۔ رمضان کی مبارک ساعات میں ان کی صحت یابی اور سلامتی کی دعائیں ہوتی رہیں مگر جب میں دوبارہ فیصل

آباد پہنچا تو ریلوے اسٹیشن پر برخوردار محمد طیب اور محمد طاہر نے کہا ابو! جنازہ تیار ہے، آپ گھر نہ جائیں نماز جنازہ پڑھ آئیں...... کس کی؟...... حضرت مولانا قاسمی صاحب کی، مجھے جواب ملا۔ دردِ دل اور صدمۂ روح کو چھپاتے اور سنبھالتے ہوئے میں اکیلا ہی چل دیا۔ بعد میں دونوں بیٹوں نے بتایا کہ ہم بھی حضرت قاسمی صاحب کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے مگر آپ نے ہم سے کہا ہی نہیں۔ ہمیں گھر بھیج دیا اور خود اکیلے چلے گئے۔ میں نے کہا، ہاں! اس لئے کہ میں اکیلا آیا تھا، اکیلا ہی چلا گیا اور اکیلا ہی چلا جاؤں گا۔

مولانا قاسمی صاحب سے کتنی دوستی تھی، کیسی ہم آہنگی تھی، طیب! تم نے دیکھا ہے کہ جب ملاقات ہوتی تو ان کی خواہش ہوتی کہ اس دوران کوئی اور نہ آئے حتیٰ کہ ٹیلی فون سننا موقوف کر دیتے اور درپیش موضوعات پر کھل کر گفتگو کرتے۔ ایک مرتبہ تمہارے مسئلے پر خود تمہارے ساتھ ایک گھنٹے تک گفتگو کرتے رہے، تمہیں کتنا اعتماد دیا۔ ہمارے درمیان سوچ اور فکر کی یگانگت اور پیش قدمی کیلئے مشاورت کم و بیش پینتیس برس سے تھی مگر اب مجھے بلا کر خود اکیلے چلے گئے۔ بس ایسے ہی مجھے بھی ایک دن اکیلے جانا ہے۔ اس لئے عملاً دنیا میں کبھی کبھی سب کچھ چھوڑ کر اکیلے چلنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

ایک دن مرنا ہے آخرت موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

☆☆☆

مولانا قاسمیؒ سے دینی جدوجہد میں رفاقت

اگرچہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف و ملاقات سن تریسٹھ چونسٹھ سے تھا مگر دینی جدوجہد میں باقاعدہ رفاقت 1969ء سے ہوئی۔

بغداد کانفرنس میں شرکت

مارچ 1983ء میں بغداد میں موتمر الشعبی الاسلامی کے زیر اہتمام انٹرنیشنل عالم اسلامی کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ پاکستان سے علامہ شاہ احمد نورانی جمعیت علماء پاکستان، مولانا سید عبدالقادر آزاد کی علماء کونسل پاکستان، سوادِ اعظم اہلسنت، تحریک انصار الاسلام وغیرہ کے تمام سرکردہ رہنماؤں کو اس کانفرنس میں مدعو کیا گیا تھا۔ یہ معلوم کر کے مجھے افسوس ہوا کہ مدعوین میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کا اسم گرامی نہیں ہے۔ میں نے عراقی قونصل جنرل سے استفساراً

تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ سواد اعظم اہل سنت نے ان کے بارے میں ہم سے نہیں کہا جو دعوت نامے آئے ہیں یہ وزارت اوقاف دشئون الدینیہ نے بھیجے ہیں۔ میں نے کہا شیخ ضیاء القاسمی کا نام میں پیش کرتا ہوں، آپ بغداد میں وزارت اوقاف سے بات کریں۔ مولانا ضیاء القاسمی کیلئے عوت نامہ نہ آنے کی صورت میں میں نے بغداد کانفرنس میں شرکت نہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا مگر تیسرے ہی دن نائب قونصل جنرل اسید حسن محمود الجنابی نے بغداد سے مثبت جواب آنے کی اطلاع دی۔ چنانچہ میں نے مولانا مرحوم سے رابطہ کیا اور درخواست کی، آپ کل ہی اپنا پاسپورٹ ہمراہ لیکر کراچی تشریف لے آئیں۔ دوسرے روز حضرت مولانا محمد اسفند یار خان کے مدرسے پہنچ کر حضرت مولانا قاسمی صاحب مرحوم نے فون پر اپنی آمد سے مجھے مطلع کیا اور کہنے لگے مجھے بتاؤ تو سہی کہ اس قدر جلدی میں مجھے کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا میرا دل چاہتا تھا آپ کو بلانے کے لئے بس بلا لیا۔ ابھی آپ کی زیارت اور ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوگا۔ چاہتوں کی تشنگی رفع ہوگی اور آپ کو بلانے کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ پورا کردیں گے۔ میرے اور حضرت مولانا کے درمیان جو چھ سال تک تعطل حائل رہا، یہ پروگرام بنا کر میں اس کا عملاً ازالہ بھی کرنا چاہتا تھا اور پھر یہ مولانا کا حق بھی تھا۔ ان کی شخصیت، ان کی جدوجہد اور ان کی دینی خدمات کے حوالے سے ضروری تھا کہ وہ اس عالمی اجتماع میں اپنے مکتبہ فکر کی نمائندگی کریں۔ چنانچہ اسی روز قونصل جنرل آف عراق سے مولانا کی ملاقات کرائی اور ان کی دینی خدمات، علماء حق کی صفوں میں ان کے اثر و رسوخ اور مقام و مرتبہ سے انہیں آگاہ کیا۔ مختصر یہ کہ 13 مارچ 1983ء کو بنگلہ دیش اور بھارت کے جید علماء اور دینی رہنماؤں کو لے کر عراقی ائیرویز کا بوئنگ طیارہ جب کراچی پہنچا تو یہاں سے سوار ہونے والوں میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نمایاں تھے۔ انہیں دیکھ کر بعض کو تعجب اور بعض کو مسرت ہوئی۔

بغداد کانفرنس کے تمام اجلاسات میں مولانا قاسمی نے دلچسپی سے شرکت کی۔ عراقی ٹیلیویژن نے مولانا کا خصوصی انٹرویو نشر کیا۔ عراقی جرائد و اخبارات نے بھی مولانا قاسمی کے بلند پایہ کلاہ افتخار اور بیانات و انٹرویو شائع کئے۔ اس دوران وزارت اوقاف نے مہمان وفود کو بغداد، مدائن، کربلا، نجف اور کوفہ و بابل کا وزٹ کرانے کے وسیع انتظامات کئے تھے۔ بغداد میں امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف، امام موسیٰ کاظم، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہا اللہ تعالیٰ اور دیگر شہروں میں سیدنا علی المرتضیٰ، شہید کربلا سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات مقدسہ کی زیارت کروائی گئیں۔ تاریخی شہر سامرا اور تہذیبوں کے مدفن بابل کے آثار قدیمہ بھی

دیکھنے گئے۔ مدائن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صاحب سرالنبی حضرت حذیفہ بن یمان اور جابر بن عبداللہ، اصحاب رسول اللہ ﷺ کی قبور مبارکہ پر حاضری دی اور سلام پیش کرنے کی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ قادسیہ کے مقام پر ایرانیوں نے اسلامی افواج کی تین روز جنگ کی منظر کشی نے حضرت مولانا قاسمی کو بے حد متاثر کیا۔

مدائن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات جدید پر عجیب کیفیت وجلال کا نظارہ تھا۔ دونوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آج سے قریباً ستر سال پہلے شاہ عراق ملک فیصل اول اور مفتی اعظم عراق کو خواب میں آکر حکم دیا کہ ہمیں ہماری قبور سے نکالو، دریا کا پانی ہمارے قریب پہنچ گیا ہے۔ 20 ذی الحجہ 1350ء کے روز پانچ لاکھ انسانوں کی موجودگی میں ان صحابہ کرام کی قبور کو کھولا گیا، چشم فلک نے دیکھا کہ نہ صرف ان اکابرین اسلام کے اجسام مبارکہ سر اور داڑھیوں کے بال بلکہ چودہ سو برس پہلے کے کفن تک بعینہٖ سلامت تھے۔ عراق کے بے شمار یہودی اور عیسائی اس حقیقت افروز منظر کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے ہر جگہ حضرت قاسمی صاحب محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرتے رہے اور ان ہستیوں کے بارے میں اپنے ہم سفر ساتھیوں کو آگاہ کرتے رہے۔

دو غار

اس سفر میں حضرت مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ دو مشہور غار بھی دیکھنے گئے۔ لیکن غار ایسے تھے کہ وہاں پہنچتے تو مولانا کی طبیعت میں عجیب شوخی اور تجسس موجزن ہوا۔ ایک بلد عراق میں امام غائب کا غار اور دوسرا اُردن میں دارالسلطنت عمان سے 14 کلومیٹر باہر اصحاب کہف کا غار۔ میں دو سال قبل یہ جگہیں دیکھ چکا تھا۔ مولانا کی معلومات میں اضافہ کیلئے کوشش کر کے انہیں وہاں لے ہی گیا۔

امام غائب یا بارہویں امام

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ امام بارہ ہوئے ہیں۔ امامت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نسل در نسل بارہویں امام تک چلی اور بارہویں امام حضرت محمد بن حسن عسکری غار میں تشریف لے گئے۔ ان کی عدم موجودگی کے باعث اجتماعی امور معطل ہیں۔ چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مزار اقدس نجف اشرف کے سجادہ نشین علامہ علی کاشف الغطار جو روحانی منصب کے لحاظ سے اہل تشیع

کے نزدیک دنیا میں اپنے عہد مقدس ترین ہستی تھے (اب عالم/وفات پاچکے ہیں) انہیں دنوں پاکستان تشریف لائے تو میں ان کی اقامت گاہ پر ایسے وقت میں پہنچا جب کراچی کے معزز شیعہ حضرات کا ایک وفد زیارت وملاقات سے مشرف ہونے کیلئے ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وفد میں زیادہ تر تاجر اور کاروباری افراد تھے، میری آمد پر انہیں قدرے گھٹن محسوس ہوئی لیکن ان کے ایک ساتھی جو مجھے پہلے سے جانتے تھے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے لیجئے مولانا علی مشکل کشا کے صدقے آپ کی مشکل حل ہو گئی۔ مولانا انصاری صاحب ہمارے دوست ہیں اور تمام فقہوں کے عالم ہیں حضرت اقدس شیخ محترم سے گفتگو میں وہ آپ کی ترجمانی کریں گے۔

حضرت علامہ محمد علی کاشف الغطا بہت ہی وجیہہ اور ذی علم ہستی تھے۔ عمر اسی اور پچاسی کے درمیان گئی تھی۔ سفید عمامہ، سفید ریش، سرخ سفید چہرہ، براؤن عبا زیب تن، گفتگو میں عالمانہ حکمت، انکسار اور خلیق مجھے اپنے برابر کرسی پر بٹھایا۔ وفد کے ارکان انتہائی مؤدب اور اپنے مقدر پہ فرحاں تھے کہ انہیں اس عظیم ہستی کی زیارت اور ان سے باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ جس کا وہ دوران گفتگو بار بار اظہار کرتے رہے۔ ان کا ایک سوال یا تجویز بہت عجیب تھی اور اس کا جواب کو نقل کرنے کیلئے اس واقعہ کا یہاں تذکرہ کر رہا ہوں۔ ان دنوں عراق اور ایران کے درمیان جنگ جاری تھی، عراق نے دنیا بھر سے ہر مکتبہ کے نمائندہ علماء کی جو کانفرنس بغداد میں منعقد کی تھی دونوں ملکوں کے درمیان ثالثی اور صلح کرانے کیلئے کانفرنس میں شریک علماء کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ وہ جو فیصلہ بھی کریں حکومت عراق اس فیصلے کو تسلیم کرے گی اور اس پر عمل کرے گی۔ چنانچہ پہلے ہی دن ایرانی حکومت کو پیغام بھیجا گیا کہ وہ اپنا نمائندہ علما کا وفد کانفرنس میں شرکت کیلئے بغداد بھیجے مگر ایرانی رہبر انقلاب امام خمینی کی جانب سے جواب آیا کہ انتم شیطین الذین یجتمعون فی بغداد تحت لواء صدام حسین یعنی تم سب شیطان ہو جو صدام حسین کے جھنڈے تلے بغداد میں جمع ہوئے ہو جبکہ روضہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سجادہ نشین حضرت علی کاشف الغطا اس کانفرنس کے ذمہ دار اور اعلیٰ مندوبین میں سے تھے۔

چنانچہ اس پاکستانی شیعہ وفد کے ارکان نے علامہ سے کہا حضور! آپ نائب امام ہیں، آپ کے حکم کا انکار یا آپ کی توہین کرنے والا اسلام کا باغی ہے۔ ایرانی امام خمینی نے عراق سے صلح کے لئے نہ صرف آپ کے حکم کا انکار کیا بلکہ تم شیاطین کہہ کر آپ کی توہین کی ہے لہٰذا آپ خمینی کے بارے میں جہاد کا فتویٰ جاری کریں، ملت جعفریہ اس پر لبیک کہے گی۔ علامہ علی کاشف الغطا نے بڑا مسکت اور نہایت عجیب جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نائب امام ہوں، امام نہیں ہوں،

جہاد کا فتویٰ امام دے گا، میں نہیں دے سکتا۔ رہی یہ بات کہ ہم ایران سے کیوں لڑ رہے ہیں، ہم نہیں لڑ رہے، ہم اپنا دفاع کر رہے ہیں، ہمیں جنگ میں الجھایا گیا ہے ہمیں مجبور کیا گیا تو ایک بات عقیدہ جہاد اور حکم جہاد کی ہے کہ امام ہی جہاد کا حکم دے گا جبکہ بارہویں امام کے بعد سلسلہ امامت موقوف ہو گیا تو کیا اہل تشیع کے نزدیک امام کی واپسی تک جہاد نہیں ہو سکتا؟ یا پھر

یاایها الذین امنوا کتب علیکم القتال

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔

کیا اہل تشیع کے نزدیک یہ حکم جہاد معطل ہے؟ اگر قرآن کا ایک حکم معطل اور امام کی عدم موجودگی کے باعث ناقابل عمل ہے تو شریعت کے باقی احکام کا کیا بنے گا۔ جیسا کہ نماز جمعہ کے متعلق بھی ہمیں علم ہوا۔ 1989ء کا واقعہ ہے کہ جمعہ کے روز ہمیں کوفہ، کربلا اور نجف اشرف میں بتایا گیا کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا اور جامع کوفہ میں ہم نے دیکھا کہ وہاں نماز جمعہ ادا نہیں کی گئی، اس کی وجہ بھی یہی سمجھ آئی کہ چونکہ امام غائب ہے لہذا جمعہ نہیں ہے۔

تو بلد میں امام غائب کے غار پہنچے اور میں نے مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ آج آپ وہ جگہ دیکھیں گے جو حضرات اہل تشیع کے نزدیک انتہائی مقدس و محترم ہے۔ وہ غار جو بارہویں امام کا مدخل ہے ان کے نزدیک امام یہیں سے واپس آئیں گے تو مولانا نے کہا پھر تو ہمارا یہ سفر عراق عجیب تاریخی سفر بن جائے گا۔ میں نے کہا یقیناً۔ اب مولانا کے ذہن میں کسی پہاڑ اور اس میں اریا زمین دوز سرنگ کا تصور تھا جبکہ صورتحال اس سے مختلف تھی۔ ایک زمین دوز خوبصورت کمرہ اس مبینہ مقام پر بنا ہوا ہے، دس بارہ زینے نیچے اتر کر ہم اس میں داخل ہو گئے۔ فرش اور چاروں اطراف دیواروں پر ٹیوب لائٹوں کی روشنی سے سفید ٹائلیں چمک رہی تھیں۔ قریباً 20x12 فٹ کے کمرے میں ایک سائیڈ پر دیوار کے ساتھ 10x4 فٹ جگہ کمرے کے فرش سے ایک فٹ اونچی چبوترا نما جگہ تھی، یہاں کھجور کے پتوں کی صف بچھی تھی اور ایک مجاور بیٹھا تھا۔ شیعہ عالم دین علامہ رضی مجتہد یہاں دوزانو ہو کر مؤدب بیٹھ گئے، وہ غالباً کوئی وظیفہ پڑھ رہے تھے جو ادھیڑ عمر اور سیاہ عباپوش یہاں بیٹھا تھا اس کے پاس خاکی رنگ کے کاغذ کے لفافے جیسے کریانہ فروش دکاندار کے پاس ہوتے ہیں رکھے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے فرش میں ایک ٹائل کی جگہ خالی تھی۔ یہ صاحب یہاں سے مٹی نکال کر دو دو تین تین چٹکیاں کاغذ کی تھیلیوں میں ڈال کر لوگوں کو تبرکاً دے رہے تھے۔ میں نے مجاور سے پوچھا کیا اس سوراخ کی مٹی ختم نہیں ہوتی؟

اس نے کہا ہو جاتی ہے، باہر سے لا کر ہم اور ڈال دیتے ہیں۔ میں نے کہا یہ مٹی جو آپ لوگوں کو دے رہے ہیں یہ اس جگہ کی تو نہیں ہے، متبرک کیسے ہوگئی؟ اس نے کہا الناس یعلمون لوگ بھی جانتے ہیں۔

علامہ رضی مجتہد صاحب سے میں نے سوال کیا، علامہ صاحب! حضرت الامام کے غائب ہو جانے کی جگہ کون سی ہے؟ انہوں نے کہا یہی۔ میں نے کہا، دائیں بائیں، آگے پیچھے یا نیچے زمین میں چلے گئے، وہ کون سا مقام ہے؟ کوئی راستہ کوئی رنگ، کوئی اس جگہ کا نشان جہاں سے امام چلے گئے کچھ تو معلوم ہوگا۔ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا واللہ اعلم، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اتنے میں حضرت پیر صاحب دیول شریف عبدالحمید بھی تشریف لے آئے۔

1964ء میں صدارتی انتخابات کے موقع پر خبر شائع ہوئی تھی کہ انہوں نے داتا دربار پر مراقبہ کر کے معلوم کیا ہے کہ صدر ایوب ہی کامیاب ہوں گے، میں نے حضرت جلدی تشریف لائیں اور یہاں بھی ایک مراقبہ فرمائیں اور ہمیں وہ مقام بتائیں کہ امام صاحب جہاں سے تشریف لے گئے ہیں اور غائب ہو گئے ہیں تو وہ آگے بڑھے۔ جس جگہ سے مجاور مٹی نکال کر لوگوں کو دے رہا تھا اسے بڑے غور سے دیکھ کر فرمانے لگے، انصاری صاحب! یہ ایک سوراخ ہے مگر اس میں حضرت امام نہیں جا سکتے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی فرمانے لگے، ''بس کرو! زیادہ باتوں کا یہ لوگ کہیں برا نہ منائیں۔'' میں نے کہا کہ ہم مہمان ہیں، یہ لوگ بڑے مہمان نواز ہیں۔ اپنی معلومات میں اضافہ کیلئے ہم جو بھی ان سے پوچھ لیں، میرا خیال ہے یہ حضرات برا نہیں منائیں گے۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، بہت خوش تھے بڑے موڈ میں تھے، ٹھیٹھ پنجابی زبان میں مجھے مخاطب کیا، ان کے چند فقروں کا ترجمہ لکھ رہا ہوں۔ میرے شانے پہ دایاں ہاتھ رکھتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہنے لگ، یار انصاری! تمہارا بہت بہت شکریہ کہ مجھے بھی یہاں لے آئے ہو، اب میرا ایک کام بھی کر دو۔ فرمایئے! یہاں آپ کو کیا کام درپیش ہے؟ یار! یہ جو مجاور بیٹھا ہے نا، اس سے چار تھیلیاں مٹی کی لے کر مجھے دے دو...... آپ کو؟ آپ کیا کریں گے ان تھیلیوں کا؟ انصاری صاحب! میں پاکستان جاؤں گا تو میرے شیعہ دوست مجھے ملنے کیلئے آئیں گے، جب انہیں معلوم ہوگا کہ میں غار امام غائب کی زیارت کر کے آیا ہوں تو وہ میری زیارت کو آئیں گے تو یہ مٹی میں انہیں تبرکا دوں گا ...... میں نے کہا، مجاور نے بتایا ہے کہ یہاں کے لوگ اس مٹی کو متبرک سمجھتے ہیں، آپ جانتے ہیں ہم نے پاکستان میں تو

کبھی کسی کو اس تبرک کا تذکرہ کرتے نہیں دیکھا اس لئے بس واپس تشریف لے چلیں۔ زیارت کر لینے اور کروانے پر ہی گزارہ کر لیں، خواہ مخواہ زحمت نہ اٹھائیں۔ مگر مٹی کے بارے میں مولانا کئی تجاویز پیش کرتے رہے، ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے غار سے باہر آ گئے۔ سولہ سترہ برس کا ایک عراقی لڑکا چلا آ رہا تھا۔ کہنے لگے اسے بلاؤ، مجھے دو باتیں کر لینے دو۔ میں نے کہا وقت نہیں ہے اگلی منزل کیلئے لوگ گاڑیوں میں بیٹھ رہے ہیں۔ اتنے میں یاولد کرتے ہوئے مولانا نے اسے خود آواز دے دی۔ اس کے علاوہ اور مقامی لوگ بھی علماء کو محبت و احترام کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ اس لڑکے کیلئے یہ بڑا اعزاز تھا کہ پاکستان کے ایک مذہبی رہنما سے گفتگو کا اسے موقعہ مل رہا ہے۔ مولانا نے اسے کہا یاولد هم تعلم ان فی الغار یعنی فی هذا الغرفه داخل الارض. اے بیٹے، کیا تجھے معلوم ہے کہ امام صاحب یہاں غار میں یعنی اس زمین دوز کمرے میں غائب ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا سمعنا هذا القول. ہم نے بھی یہ بات سنی ہے۔ لکن لا فی القرآن لا فی الحدیث لیکن یہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ مولانا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا، صدقت یاولد بارک الله فی علمک ورزقک وحفظک الله شبابک وایمانک. برخوردار! تو نے درست کہا، اللہ تعالیٰ تیرے علم اور رزق میں برکت دے اور تیری جوانی اور ایمان کی حفاظت فرمائے۔ جواباً اس نوجوان نے بھی دعاؤں کے ساتھ الوداعی سلام کیا اور علماء کا کارروان سامرہ روانہ ہو گیا۔

اُردن کا سفر

بغداد سے میں نے اپنے اور مولانا قاسمی کیلئے اردن کیلئے ویزے بھی لئے تھے اور کراچی واپسی کے ٹکٹ براستہ عمان اور جدہ بنوا لئے تھے تاکہ اصل مقصود سفر ادائیگی عمرہ اور زیارت حرمین الشریفین کی سعادت حضرت قاسمی صاحب کی معیت میں حاصل ہو سکے۔ عمان کا دارالسلطنت میں نے پہلے دیکھا ہوا تھا اور اصحاب کہف کا غار جس کا ذکر قرآن کریم کی سورہ کہف میں ہے، عمان کے نواح میں یہ جگہ مرجع خاص و عام ہے۔ میری چاہت تھی کہ مولانا کو اس غار کی زیارت بھی کراؤں۔ چھ دن تک عراق میں قیام اور حکومت عراق کی میزبانی سے لطف اندوز ہونے کے بعد رات گیارہ بجے ہم عمان ائیرپورٹ پر اترے۔ جدہ کیلئے اگلی پرواز دوسرے دن شام پانچ بجے تھی۔

مولانا قاسمی صاحب فرمانے لگے وہاں تو صدام حسین نے کانفرنس میں بلایا تھا اس لئے

سرکاری گاڑیاں اور افسران آپ کے آگے پیچھے ہر وقت تعمیل حکم کیلئے مستعد پھرتے تھے، یہاں کون ہے؟ کیا شاہ حسین سے بھی یاری لگا رکھی ہے؟ سیدھے جدہ جانا تھا، کل تک ہم یہاں کیا کریں گے، کس سے باتیں کریں گے؟ میں نے کہا صدام حسین سے نہ شاہ حسین سے، ہم فقیروں کو شاہوں سے کیا سروکار۔ اللہ تعالیٰ نے ہم بے نواؤں کو اس شان سے اپنے دربار میں بلایا ہے کہ پاکستان کے بڑے بڑے سرمایہ دار بھی راستے میں ان اعزازات وزیارات کا نہیں سوچ سکتے۔ ہم عمان پہنچ چکے ہیں، کل کا دن ہمارے پاس ہے۔ قبلہ اول بیت المقدس یہاں سے بالکل قریب ہے، ہمیں قانوناً وہاں جانے کی اجازت نہیں لیکن نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لاتشد الرحال الا ثلاثة مساجد مسجد الحرام و

المسجد الاقصیٰ ومسجدی هذا

دنیا میں صرف تین مسجدیں ایسی ہیں کہ ان کے سوا کسی اور مسجد کیلئے رخت سفر نہ باندھا جائے۔ مسجد حرام (مکہ مکرمہ)، مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور میری یہ مسجد (مدینہ منورہ)۔

حضرت! اللہ تعالیٰ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے، صبح کوشش کریں گے ہم مسجد اقصیٰ کی زیارت کر کے شام تک واپس آسکتے ہیں۔ اردن اور فلسطین کے مسلمان تو یہاں سے وہاں آجا رہے ہیں، شاید اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی کوئی راستہ کھول دے۔ مولانا حیرانگی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ فرمانے لگے یہ ممکن نہیں ہے، تم خیالی پلاؤ پکا رہے ہو لیکن میں تمہارے اس ارادے کی داد دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ ہوں، جہاں بھی لے جاؤ۔

عمان کی ٹھنڈی صبح

عراقی ائیرلائن کے زیر انتظام رات ہوٹل میں گزاری، صبح نماز کے فوراً بعد ہوٹل والوں سے پاکستانی سفارتخانے کے بارے میں معلومات حاصل کیں، ناشتہ کیا۔ مارچ کے مہینے میں عمان کی یخ بستہ صبح، یہاں کے موسم اور تاریخ پر باتیں ہوتی رہیں۔ عمان پہاڑوں کے درمیان نہایت بلندی پر واقع ہے، کراچی اور عمان کے وقت میں تین گھنٹے کا فرق ہے۔ موسم میں خنکی کا تناسب کوہ مری کی مانند ہے۔ رات کو جب ائیرپورٹ سے آئے تو گاڑی میں بیٹھے روشنیوں سے جگمگاتا شہر اتنا نیچے نظر آ رہا تھا جیسے ہم جہاز سے نظارہ کر رہے ہوں۔ ناشتہ کے بعد سفارتخانہ پاکستان فون کر کے سفارتخانے کا ایڈریس معلوم کیا اور ہوٹل کو خیر باد کہہ کر وہاں پہنچ گئے۔

میزبان ذیشان

فرسٹ سیکرٹری غالباً اسم گرامی محمد رفیق تھا، ان سے ملاقات ہوئی۔ اپنا اور حضرت مولانا قاسمی صاحب مرحوم کا تعارف کرایا اور بتایا کہ ہمارے پاس جو آج کا وقت ہے ہم اس کو بھرپور طریقے سے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اس کیلئے آپ کا مشورہ اور تعاون درکار ہے۔ بہت اچھے آدمی تھے، اللہ تعالیٰ ان کی پر خلوص محبت کو قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم دے۔ انہوں نے کہا بیت المقدس میں جانا اور قبلہ اول مسجد اقصیٰ کی زیارت تو ممکن نہیں ہے آج کا دن آپ میرے ذاتی مہمان ہیں۔ آپ کی میزبانی میرے لئے باعث سعادت ہے، موصوف راولپنڈی کے قرب و جوار کے رہنے والے اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین میں سے تھے اس لئے نعمت خداوندی سمجھتے ہوئے ان کی میزبانی قبول کرلی۔ چائے وغیرہ کے بعد انہوں نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں اپنے دفتری امور نمٹائے اور ہمیں اپنی قیام گاہ لے آئے۔ چائے کا دوسرا دور چلا، پینتالیس منٹ گھر پر رکنے کے بعد روانگی ہوئی۔

اہل پاکستان اُردن نہیں آتے

ہمارے میزبان نے بڑی حیرت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا اُردن ایک ایسا ملک ہے جہاں ہمارے اہل وطن تقریباً نہیں آتے کیونکہ ان کیلئے یہاں بظاہر کوئی مادی منفعت و ضرورت یا فکری و روحانی دلچسپی کی چیز نہیں ہے۔ شہر بیت المقدس تھا، اہل اسلام مسجد اقصیٰ کی زیارت کیلئے آیا کرتے تھے۔ اس پر 1967ء میں یہودیوں نے قبضہ کرلیا تھا، اب وہاں اسرائیل کی عملداری ہے اس لئے آپ دونوں حضرات کا یہاں آنا مجھے خواب سا لگ رہا ہے کہ میں اپنے ملک کے دو دینی زعماء کو جن سے میری کوئی راہ و رسم نہیں ہے وہ میرے گھر میں یہاں ہیں۔

ہم نشیں جب میرے ایام بھلے آئیں گے
بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئیں گے

☆☆☆

مولانا محمد ضیاء القاسمی نے جواباً اور تائیداً فرمایا آپ کے قلب و روح میں اہل حق کا اور علماء کا جو احترام بسا ہوا ہے اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مبلغ توحید و سنت سے آپ کو جو عقیدت و محبت ہے یہ اسی کا صلہ ہے کہ قدرت نے پہلے سے ہمارے کسی پروگرام اور ارادے کے بغیر ہمیں آپ سے ملا دیا۔ مولانا انصاری تو اس سے قبل بھی یہ شہر دیکھ چکے ہیں، بس انہی کے

دل میں اللہ تعالیٰ نے یہاں آنے کی بات ڈال دی۔ میں نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اُردن آؤں گا۔ عمان کا خوبصورت منظر میری آنکھوں کے سامنے ہوگا اور آپ ایسے مخلص انسان کا مہمان بننا ہمیں نصیب ہوگا۔ ایمان کے حوالے سے محبت کی نیکی صلۂ عظیم اللہ تعالیٰ ہی آپ کو عطا فرما سکتے ہیں۔ وہ دلوں کے بھید جاننے والا ہے، یہ بات کہنے کی نہیں دل کی ہے کہ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس خلوص کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں نے آمین کہتے ہوئے پوچھا اب ہم کہاں جارہے ہیں؟ گاڑی گھر سے نکل کر روڈ پر آچکی تھی۔ آپ بتائیں کہاں جانا ہے؟ آپ تو پہلے بھی یہاں آچکے ہیں، ایک ڈھلان سے موڑ کاٹتے ہوئے میرے میزبان نے سوال کیا۔ میں نے کہا دراصل مجھے اس سفر میں حضرت مولانا قاسمی صاحب کا بہت لحاظ ہے، عراق میں ایک جگہ ہم گئے تھے وہ ایک غار کے نام سے مشہور ہے حالانکہ وہ غار نہیں بلکہ زمین دوز ایک خوبصورت کمرہ ہے وہ آبادی والے شہر میں ہے، وہاں پر کوئی پہاڑ بھی نہیں ہے مگر وہ اہل تشیع کے نزدیک بارہویں امام کے غار کے نام سے ایک مقدس مقام کے طور پر مشہور ہے۔ مگر مولانا قاسمی صاحب فرماتے ہیں یہ واقعہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ سیدنا علی المرتضیٰ اور ان کی آل و اولاد نے راہِ حق میں گردنیں کٹائی ہیں۔ اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے جھکائی نہیں ہیں، وہ بزدل اور بھاگنے والے نہیں تھے۔ اہل ایمان کا امام ہو، آل رسول ہو، ڈر کر چھپ جائے، غائب ہو جائے اور نسل انسانی کی ہدایت کیلئے نازل ہونے والی کتاب قرآنِ کریم کا اصل نسخہ بھی ساتھ لے جائے یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ مبینہ غار امام دیکھنے کے بعد لگتا ہے مولانا کی روح میں انقباض پیدا ہو گیا ہے اور قلب و نگاہ کی بشاشت میں کمی واقع ہوئی ہے کیونکہ ہر ماحول اپنے اثرات رکھتا ہے، عطار کی دکان پر جائیں کچھ نہ خریدیں، خوشبوؤں سے دماغ معطر ہو جاتا ہے اور مچھلی مارکیٹ میں داخل ہوتے ہی مچھلی کی بوا زخود دماغ کو چڑھنے لگتی ہے۔ مولانا قاسمی کو یہ سن کر غصہ آگیا۔ فرمانے لگے، میں آپ کی بات سن رہا ہوں آپ کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ بتائیں...... رہی بات مذکورہ غار امام کی، میرے روح و قلب پر اثرات کی میں تو اس جگہ کو غار مانتا ہوں نہ حضور خاتم الانبیاء کے کسی سچے امتی کا فرار مانتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ آل رسول پر بزدلی کا بہتان ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے اسلامی شریعت کی بجائے مسیحیت کی ادائے رہبانیت کی راہ اختیار کی۔

انصاری صاحب! آپ مجھے کہیں بھی لے جائیں میں روحانی طور پر اتنا کمزور نہیں ہوں۔ اسوۂ رسول ﷺ میرے لئے مشعل راہ اور رب کائنات کی وحدانیت کا عقیدہ میری روح میں رچ

بس چکا ہے۔ میں سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔ ایک نہیں آپ مجھے دس غاروں میں اور بیس مزاروں پر لے جائیں میں ان سب کو اپنے اس رب کا محتاج سمجھتا ہوں جو ہر وقت میرے ساتھ۔ آپ مجھے بتکدے میں بھی لے جائیں تو ضیاء القاسمی وہاں بھی صدائے حق بلند کرتے ہوئے کہے گا

مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی آواز کے ساتھ میں نے اپنی آواز بھی ملا دی اور سبحان اللہ کہا۔ ہمارے میزبان جو حضرت مولانا قاسمی کے مزاج سے واقف نہ تھے، کہنے لگے آپ نے حضرت مولانا کو ناراض کر دیا...... جی نہیں ناراض نہیں، میں نے انہیں ذرا چھیڑا ہے تا کہ وہ کچھ کہیں اور آپ سنیں۔ یہ ملاقات یہ لمحات پھر کہاں نصیب ہوں گے اور آپ کی محبت کا صلہ اس بے تکلفی کے علاوہ ہم آپ کو اور کیا دے سکتے ہیں۔ مولانا قاسمی صاحب ہی کے شہر کے ایک شاعر نے کہا تھا

بہت یاد کرو گے ہمارے بعد ہمیں
تمہارے ساتھ عزیزو دو چار گام ہیں ہم

☆☆☆

باہر کے موسم کی طرح گاڑی کے اندر کا ماحول بھی اس گفتگو سے خوشگوار ہو گیا تھا۔ مولانا قاسمی میزبان کے برابر دائیں جانب فرنٹ سیٹ پر بیٹھے تھے اور میں پچھلی سیٹ پر لیکن باہر دائیں جانب لگے آئینے میں مجھے مولانا کا بشاش چہرہ اور میری باتیں سن کر ان کے لبوں پر تیرنے والی خاموش مسکراہٹ صاف نظر آ رہی تھی۔ اچھا شاعری پھر سنانا، پہلے انہیں بتا دو جانا کہاں ہے۔ مولانا نے تقاضا فرمایا...... جانا کہاں ہے، غار دیکھ کر آئے ہیں، غار دیکھنے جانا ہے۔ میں نے جواب دیا تو اردن میں بھی کوئی امام غائب ہو گیا تھا اور کتنے غار ہیں؟ مولانا کا مطلب تھا کہیں غاریں دیکھتے ہی وقت نہ گزار دینا کوئی اور جگہ بھی ہے تو وہاں چلو۔ میں نے کہا آپ نے درست فرمایا کہ دین مسیحیت میں ترک دنیا اور رہبانیت کی گنجائش تھی اسلام میں نہیں ہے۔ لارھبانیة فی الاسلام۔ ایسے لوگ جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان لائے اور عقیدۂ تثلیث کے شرک سے پاکدامن رہے ان میں سے کئی اہل ایمان کے متعلق تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں نے جب ان کو عقیدہ توحید سے ہٹانا چاہا اور توحید پرستوں نے مشرکوں کے مظالم کے مقابلے کی اپنے اندر ہمت محسوس نہ کی تو وہ جنگلوں اور غاروں میں جا کر بیٹھ گئے۔ اپنی باقی زندگی دنیا سے الگ۔

تھک ہو کر اپنے ایمان کے مطابق خدائے واحد کی عبادت میں گزار کر دنیا سے چلے گئے۔ ایسے ہی خدا پرست افراد میں سے چند جوانوں کے ایک مجموعہ کا تذکرہ قرآن کریم نے بھی کیا ہے۔۔۔۔ میری بات کاٹتے ہوئے مولانا نے فرمایا: "وہ تو اصحاب کہف ہیں۔" جی ہاں، میں نے بات آگے بڑھائی، عمان سے تیرہ چودہ کلومیٹر کے فاصلے پر پہاڑوں میں ایک جگہ ہے اس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہی غار اصحاب کہف ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ترجمان القرآن میں قرآن میں مذکور اصحاب کہف کے غار کے بارے میں جس محل وقوع کی نشاندہی کی ہے اس سے لگتا ہے ممکن ہے یہی وہ غار ہو جس کے نام سے قرآن کریم میں پوری ایک سورۃ موسوم ہے۔ یہاں تک بات کر کے میں خاموش ہو گیا پھر مولانا ضیاء القاسمی فرما رہے تھے۔۔۔۔اصحاب کہف۔۔۔۔۔۔۔۔

بے شک غار والے موحد جوانوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے بڑے اہتمام سے کیا ہے اور کہا ہے:

"کانوا من ایتنا عجباً، وہ ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے۔

اور قرآن نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شرک کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اعلان فرما دیا ہے کہ عالم الغیب اور ہر ہر بات کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی لئے اس واقعہ کو پندرھویں پارے میں بیان کیا گیا۔ اگر پہلے سے از خود نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوتا تو قرآن اتارنے اور اس واقعہ کو بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ بڑے پیارے فرمایا:

نحن نقص علیک نباھم بالحق

ترجمہ: اے محبوب! ہم ان توحید پرستوں کا ٹھیک ٹھیک واقعہ آپ کے سامنے بیان کر دیتے ہیں۔

یہ نوجوان بھی توحید الٰہی کے علمبردار تھے، مشرک قوم نے انہیں راستے سے ہٹانے کیلئے سنگسار کرنے کا فیصلہ کر لیا تو یہ نوجوان آبادی سے دور ایک غار میں چلے گئے۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا اس نے بھی شہر چھوڑ دیا اور اللہ والوں کے ساتھ چل پڑا۔ قدرت نے ان نوجوانوں کو تھپکیاں دے کر غار میں سلا دیا اور اس کتے کو غار کے باہر بٹھا کر ان کا چوکیدار بنا دیا اور اسے ایسا رعب عطا کیا کہ مشرک دیکھتے ہی خوف کے مارے بھاگ کھڑے ہوتے۔ فرمایا:

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید

ترجمہ: ان کا کتا منہ کھولے بازو پھیلائے دہلیز پر بیٹھا ہے۔

بیسیوں سال گزر گئے یا صدیاں بیت گئیں اور پہلی کی جگہ دوسری یا تیسری نسل نے لے لی تو

اللہ تعالیٰ نے انہیں جگا دیا، وہ آپس میں پوچھنے اور بتانے لگے کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں۔ پھر کچھ پیسے دے کر قریبی بستی کے بازار سے کھانا لانے کیلئے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا اور اسے تاکید کی کہ احتیاط کرنا کسی کو پتہ نہ چل جائے کہ ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اگر مشرکوں کو پتہ چل گیا تو یرجمو کم اویعید کم فی ملتھم. وہ تمہیں پتھر مار مار کر مار ڈالیں گے یا اپنے مشرکانہ مذہب میں لوٹ آنے پر مجبور کر دیں گے۔ لیکن مشیت الٰہی یہی تھی کہ ان کو ظاہر کر دیا گیا، لوگ ان کا مدتوں سوئے رہنا بغیر کچھ کھائے پیئے زندہ رہنا دیکھ کر حیران رہ گئے اور وہی قوم جو ان کی دشمن تھی ان کی عزت کرنے لگ گئی۔

غارِ اصحاب کہف

مولانا قاسمی صاحب اصحاب کہف کا تذکرہ قرآنی آیات کے حوالے سے اپنے والہانہ انداز سے فرما رہے تھے کہ ہم منزل پر پہنچ گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی آیات عقلی اور نقلی دلائل اور جدید تحقیق کے حوالوں سے اصحاب کہف کے واقعہ کے خدوخال پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ اصحاب کہف نے اپنے محل قیام کے منشاء کے بعد اسے ترک نہیں کیا اور یہیں قیام پذیر رہے اور انتقال کر گئے۔ اس غار کے اندر قبر کی طرح طویل ایک کوٹھڑی سی موجود ہے۔ اس کی دیوار میں دو تین سوراخ ہیں یہاں ایک بوڑھا شخص جو زائرین سے نذرانہ لے کر اپنی گزراوقات کرتا ہوگا سورہ کہف کی آیات پڑھ کر سنا رہا تھا۔ اس نے ایک موم بتی روشن کر کے سوراخ کے اندر ہمیں دکھایا تو انسانی اجسام کی ہڈیاں نظر آئیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ انہیں حضرات کے اجسام مبارک کی ہڈیاں ہیں یا کسی اور کی۔

تاہم یہ بات ضرور ہے کہ یہ مقام عبرت و نصیحت ہے۔ اہل اُردن لگتا ہے بدعات اور خرافات اور قبر پرستی کے گناہ عظیم سے کافی محفوظ ہیں کیونکہ اس جگہ کوئی کالا پیلا جھنڈا لگا ہوا تھا نہ دربار تھا اور نہ ہری چادریں، عرق گلاب، پھول اور چڑھاوے کی دیگیں بیچنے والوں کی یہاں دکانیں تھیں۔ کسی سکول کی بچیاں اس جگہ کی زیارت کیلئے اپنے اساتذہ کی رہنمائی میں یہاں آئی تھیں۔ سب سروں پر اسکارف پہنے ہوئے تھیں۔ ہم نے دیکھا کہ غار کے حجرے سے باہر نکل کر ایک جگہ جا کر قبلہ رخ ہو کر وہ اکیلی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت مسجد تھی۔ حضرت مولانا قاسمی مرحوم ایک چٹان کی بلندی پر جا کر رک گئے، جیسے سامنے موجود کسی بڑے مجمع سے خطاب کرنے لگے ہوں، فرمایا:

''ہم نے عراق میں دیکھا کہ جاہل لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر اور کربلا و نجف میں شرکیہ رسوم کر رہے ہیں یہاں صورتحال اور ہے۔''

اَلَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰیٓ اَمْرِھِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ مَّسْجِدًا

ان لوگوں کے انتقال کے بعد غالب اور صاحب امر لوگوں نے ان کے غار پر مسجد بنانے کا ارادہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ ان کے غار پر لوگ سجدے کریں اس لئے دیکھ لو جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں ان فرزندانِ توحید کی حفاظت فرمائی ایسے ہی ان کے مرنے کے بعد بھی غار کو یا غار پر سجدہ گاہ نہیں بننے دی۔ وہ دیکھو سامنے مسجد ہے لیکن غار سے ہٹ کر تعمیر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسجد بنانے والوں کے گھر جنت میں بنا دے گا لیکن مشرکوں کے نہیں خواہ مسجد حرام ہی تعمیر کیوں نہ کریں۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کی آیت نے یہی بتایا ہے۔

اس سفرنامے کی مختصر روداد کو یہیں چھوڑ رہا ہوں۔ مضمون اپنی حدود سے تجاوز کر چکا ہے۔ واقعات بے شمار ہیں، یہ دو چار صفحوں میں آنے والی کہانی نہیں۔ ان کی جدائی کا غم بھلانے کیلئے ایسے ہی لمبی کہانی چھیڑ دی۔

یاد ہے اطہر تجھے کوئی کہانی اور بھی
ختم کر افسانہ غم دل پریشاں ہو گیا

☆☆☆

''مولانا محمد ضیاء القاسمی''

ایک عوامی خطیب اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ ملتان

ایک ایسا شخص جو توحید کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے شرک و بدعت کے ذکر پر دھاڑنے لگ جاتا ہو، سیرت النبی ﷺ کے خوبصورت موضوع پر بولتے ہوئے ذکر رسول ﷺ پر بے تحاشا رونے لگ جاتا ہو، اصحاب رسول ﷺ اور اہل بیت عظامؓ کے واقعات سناتے ہوئے جس کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب جاتی ہوں، فرنگی کے خلاف علماء حق کے کارناموں اور بے مثال قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے جس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہوں، جو ہزاروں کے مجمع کو بیک وقت رلانے، ہنسانے، جذبات سے کھیلنے، جوش و ولولہ اور ہوش و خرد پر بیک وقت قابو رکھتا ہو جو قرآن پڑھ کر پورے مجمع کو مدہوش کر دینے میں ماہر ہو، جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو جو کہتا ہو وہ کر سکنے کا عادی ہو، جس کے ہاں مصلحت و حکمت عملی، موقع شناسی و موقع پرستی کی ضرورتوں کا گزر نہ ہو، جو جیل اور قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے کا عادی ہو، جھکنے اور بکنے کے ''فن'' سے نا آشنا ہو، ایسے انسان کو مولانا محمد ضیاء القاسمی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

مولانا ضیاء القاسمی ایک انسان تھے اور ہر انسان سے خطا کا سرزد ہونا عین فطری تقاضا ہے لیکن جہاں تک مجھے علم ہے قاسمی صاحب سے عقیدے اور مسلک کے معاملے میں کبھی کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ انہوں نے سیاست کی بجائے مذہب کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔ ان کی سیاست مذہب تھی اور مذہب سیاست تھا۔ انہوں نے دین کے نام پر دنیا کمانے کی کبھی آرزو نہیں کی، وہ مذہبی و دینی جماعتوں کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے مگر انہوں نے بینک بیلنس قائم نہیں کئے، جائیدادیں نہیں خریدیں، مربعے نہیں بنائے۔ انہوں نے اولاد کو دین سے کبھی غافل نہیں ہونے دیا۔ تبلیغی زندگی میں ملک اور بیرون ملک بیشمار دورے کئے، اتحاد بین المسلمین کے سلسلہ میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہے۔

کسی جلسے یا کانفرنس کی کامیابی کیلئے قاسمی صاحب کا نام ایک معتبر حیثیت رکھتا تھا۔ وہ لے میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے، حدیث رسولؐ پڑھتے اور بزرگوں کے واقعات سناتے تھے۔ یہ لے ان کے ساتھ مخصوص تھی انہوں نے نوجوان علماء کی ایک کھیپ تیار کی اور انہیں جوہر خطابات

سے آشنا کیا۔ بلاشبہ نوجوان خطباء میں ان کا مقام منفرد تھا۔ آج بھی نوجوان خطیبوں میں مولانا قاسمی کی خطابت کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔

مولانا قاسمیؒ نہ صرف عوامی خطیب تھے بلکہ وہ صاحب دل کے علاوہ صاحب قلم بھی تھے۔ انہوں نے متعدد کتب تصنیف کیں مگر ان کا تعلق دینی مسائل سے ہے ان کی تحریر پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ ان کے اندر ایک صاحب طرز ادیب چھپا ہوا ہے۔ وہ اگر دینی مسائل کے علاوہ روزمرہ کے واقعات اور مختلف عنوانات پر بھی لکھتے رہتے تو بڑی نایاب تحریریں علم و ادب کو ملتیں۔

مولانا ضیاء القاسمی تبلیغی سلسلے میں ملک کے کسی حصے میں جاتے احباب کی محفل ضرور منعقد کرتے۔ وہ ان محفلوں کی جان ہوتے تھے، ہنسی مذاق اور گپ شپ رات گئے تک جاری رہتی۔ ان کی ایک ایسی خوبی کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جس کا تعلق ہماری آج کل کی سوشل لائف سے ہے۔ ان کا جس کے ساتھ کسی بھی حیثیت سے کبھی تعلق قائم ہوا، مذہبی و سیاسی اختلاف کے باوجود آخر دم تک برقرار رکھا جبکہ آج کے معاشرے میں یہ ایک ریت بن چکی ہے کہ جماعتی و مذہبی تعلق کے علاوہ نہ تو سوشل تعلقات قائم رکھے جاتے ہیں اور نہ ہی باہمی میل جول یا ایک دوسرے سے ہمدردی، دکھ سکھ میں شرکت کی جاتی ہے۔ مولانا قاسمی جیسا انسان جس کی اٹھان دیوبندی بریلوی اختلافات سے شروع ہوئی ہو اور وہ سپاہ صحابہ جیسی جماعت کی سپریم کونسل کے چیئرمین بھی ہو وہ فقہی و مسلکی مخالفوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر اتحاد بین المسلمین پر مذاکرات کر رہا ہو، اس سے جہاں مولانا کی وسعت قلبی اور وسعت نظری کا مظاہرہ ہوتا ہے وہاں ملت اسلامیہ کے مستقبل کی فکر اور پاکستان میں تمام فرقوں کے مابین امن و امان، صلح و آشتی اور یکجہتی کی فضا قائم کر کے اسے ایک مضبوط و مستحکم پاکستان بنانے کی آرزو کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے انہوں نے سپاہ صحابہؓ کی سپریم کمان کی قیادت سنبھالی، اختلافات میں وہ سختی، تلخی اور غیر لچک رویہ نہیں رہا بلکہ باہمی اختلافات کی شدت کو کم کرنے، مفاہمت کی راہ اپنانے اور اپنے موقف پر رہتے ہوئے پاکستان میں اسلام دشمن قوتوں کو ناکام بنانے کیلئے اعتدال کا راستہ اپنایا۔

میرے نزدیک تعلیم یافتہ اور فرقہ بازی سے متنفر عام لوگوں میں سپاہ صحابہ کا امیج جو بعض واقعات کی وجہ سے دھندلا چکا تھا مولانا قاسمی کی قیادت نے پڑھے لکھے طبقے میں سپاہ صحابہؓ کے پروگرام کی مثبت تصویر پیش کرنے کی راہ دکھلائی اور یہ کام اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے انسان سے لیا جس کے ابتدائی خیالات ایک خاص مکتب فکر کی سوچ تک محدود تھے۔ مولانا کی ان خدمات جلیلہ پر

ایک خوبصورت کتاب بھی لکھی جاسکتی ہے۔

مولانا قاسمی نے مذہبی سفر کا آغاز اشاعت التوحید والسنۃ تنظیم اہل سنت، انٹرنیشنل ختم نبوتؐ سے کیا۔ درمیانی کچھ عرصہ جمعیت علمائے اسلام کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کام کیا۔ بالآخر سپاہ صحابہؓ کے پلیٹ فارم سے موت تک منسلک رہے۔ مولانا مذہبی زیادہ سیاسی کم اور راقم الحروف سیاسی زیادہ مذہبی کم لیکن برادرانہ تعلقات آخر وقت تک قائم رہے۔ مولانا کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی ملتان سے گزر ہوتا یا قیام کرتے مجھے ضرور یاد کرتے، پھر محفل جمتی اور گھنٹوں مذہبی، سیاسی، ملکی اور بین الاقوامی حالات پر بحث ہوتی رہتی۔ وقفے وقفے میں ہنسی مذاق بھی جاری رہتا۔ ایک واقعہ کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ہوا یوں کہ 26 ستمبر 1999ء کو قاسم باغ ملتان میں آل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرنس ہوئی۔ ملک بھر سے لاکھوں بوڑھے جوان شریک ہوئے۔ رات کو جامعہ خیر المدارس ملتان میں دوستوں کی محفل تھی۔ ملک بھر سے بڑے بڑے خطیب، زعماء اور علماء اکٹھے ہوئے۔ اس محفل میں جناب قاری محمد حنیف جالندھری، مفتی عبدالقوی، علامہ عبدالحق مجاہد اور سعودی عرب سے آئے ہوئے مہمان بھی موجود تھے۔ سیاست پر بات شروع ہوئی تو میں نے کہا قاسمی صاحب! آپ کے نواز شریف کا اقتدار چند دنوں کا مہمان ہے، سب چونک پڑے۔ سب نے یک زبان ہو کر مجھ پر چڑھائی کر دی، دلائل کے انبار لگا دیئے کہ نواز شریف کیسے جائے گا۔ پارلیمنٹ میں دو تہائی اکثریت اس کے پاس ہے، بھاری مینڈیٹ اس کی جیب میں ہے، صوبوں میں اس کی حکومت ہے، تیرھویں، چودھویں ترامیم کی وجہ سے اسمبلی کا کوئی رکن چوں نہیں کر سکتا، چیف آف آرمی سٹاف جہانگیر کرامت کو گھر بھیجا جا چکا ہے، صدر اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا گھونٹ پی چکا ہے۔ آپ کس بل بوتے پر یہ بات کہتے ہیں کہ نواز شریف جا رہا ہے۔ میں نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ میرا وجدان کہتا ہے کہ جا رہا ہے۔ خدا کی شان دیکھئے کہ پندرہ دنوں کے اندر انقلاب آ گیا اور میاں صاحب کی لوہے سے بنی ساری عمارت ریت ثابت ہوئی اور وہ چلے گئے۔ مولانا قاسمی نے وفات سے ڈیڑھ ماہ قبل خیر المدارس میں دوستوں کی ایک اور محفل میں مجھ سے پھر پوچھا کہ آپ نے کیسے کہہ دیا تھا کہ میاں نواز شریف جا رہا ہے اور وہ واقعی پندرہ دنوں کے اندر رخصت ہو گیا۔ میں نے کہا حضور، سیاست کی ٹھرک تو رہتی ہے سیاسی لوگوں سے میل جول بھی، اخبارات بھی اور بین الاقوامی پریس سے بھی معلومات اور اشارے ملتے رہتے تھے لہٰذا نتیجہ نکالنا آسان ہو جاتا ہے۔

مولانا ضیاء القاسمی کے جنازے کی بروقت اطلاع مل گئی چنانچہ جامعہ حقانیہ کے علامہ عبدالحق مجاہد کی معیت میں فیصل آباد روانہ ہوئے اور جنازے میں شرکت کی۔ بلاشبہ مولانا کا جنازہ ان بڑے جنازوں میں سے ایک تھا جو ایسے بوریہ نشین، اقتدار سے دور بہت دور رہنے والے، پیری مریدی کے چکروں سے بے نیاز، کسی خانقاہ کی مسند نشینی سے بے پرواہ لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔ جو دنیاوی زندگی میں مال بنانے کی بجائے اسلام اور اہل اسلام کی خلوص دل سے خدمت کرتے ہیں۔ ایک جم غفیر تھا، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ اکثریت نوجوانوں کی تھی جو سولہ سے تیس سال کی عمر کے تھے۔ ہر آنکھ اشکبار تھی، لوگوں کو روتے اور دھاڑیں مارتے ہوئے دیکھا۔ ہر مکتب فکر نے مولانا قاسمی کی تعزیت کی۔ ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی

تحریر: صاحبزادہ خالد محمود قاسمی

ایک ایک دن کر کے وقت کتنی تیزی سے گزر جاتا ہے۔ ایک ایک دن کر کے کئی مہینے' سال اور صدیاں بیت جاتی ہیں۔ آفتاب خطابت کو فوت ہوئے بھی 3 سال بیت چکے ہیں۔ اس 3 سال کے عرصے میں وہ کون سا دن ہوگا جس میں ان کی مسحور کن شخصیت کا کوئی نہ کوئی یادگار اور تابناک پہلو یک لخت ذہن کی سکرین پر رقصاں ہو کر قلب ونظر میں بسی ہوئی ان حسین یادوں کے تاروں کو نہ چھیڑ گیا ہو۔

کوئی دن نہیں ایسا کہ ترے غم میں نہ رو لوں
کوئی شب نہیں ایسی کہ ترے خواب نہ دیکھوں

☆☆☆

میں نے والد بزرگوار مرحوم ومغفور کی ذات گرامی سے متعلق اپنی بکھری ہوئی ریزہ ریزہ یادوں کو کئی بار مجتمع کر کے صفحۂ قرطاس پہ لانے کی سعی بسیار کی لیکن ہر بار اپنی کج علمی اور کم مائیگی آڑے آگئی۔ اور کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ایک دو سطریں لکھیں کہ ناگاہ فرط جذبات میں قلم وقرطاس سے ربط ورشتہ برقرار نہ رکھ سکا۔ یوں میری خامہ فرسائی کی حسرت پلکوں سے دریار پہ دستک دے کر ناکام لوٹ آئی۔

خموشی معنے دارد کہ گفتن نمی آید

حضرت والد محترم علیہ الرحمتہ کہ اندرون وبیرون ملک اپنے خاص محبین ومعتقدین اور متعلقین ومنسلکین کا ایک وسیع حلقہ رکھتے تھے ان میں سے بھی میرے اکثر محترمین ومشفقین حضرات اس ناچیز سے متقاضی ہیں کہ والد مرحوم کی سوانح عمری لکھوں تاکہ حضرت قاسمی کی علمی' ادبی' سیاسی اور بالخصوص یہ دینی خدمات کو کتابی صورت میں مربوط ویکجا کر کے اوراق تاریخ کے سپرد کیا جاسکے۔ اگر خدائے توفیق اور عمر نے ساتھ دیا تو بندہ انشاء اللہ العزیز یہ سعادت حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔ وما توفیقی الا باللہ

یہاں والد محترم حضرت قاسمیؒ کی حیات مستعاد کے چند اہم واقعات سپرد قلم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ حضرت قاسمیؒ فرماتے تھے کہ تقسیم ہندوستان کے وقت ان کی عمر دس برس تھی جب ان کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالرحیمؒ

اپنے دیگر افراد کنبہ کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان کی طرف آ رہے تھے تو انہیں راستہ میں یہ اندوہناک خبر ملی کہ چند ہندؤ اور سکھ بلوائیوں نے ان کے علمی و دینی کتب و نایاب ذخیرے کو نذر آتش کر دیا ہے تو مولانا عبدالرحیم اسی وقت اس ذہنی صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے شدید علیل ہو گئے اور بالآخر یہی جانکاہ صدمہ اور ذہنی اذیت ان کی موت کا سبب بن گئی۔ مولانا عبدالرحیم نے عالم نزاع میں دعا فرمائی کہ ''یا اللہ میں نے اپنے اس بیٹے کے لیے جو کتابیں جمع کی تھیں وہ جلا دی گئی ہیں لیکن اے اللہ میں تجھے تیری پناہ رحمت کا واسطہ دے کر تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میرے اس لخت جگر کا سینہ دینی علم و عرفان کے موتیوں سے بھر دے۔ اے اللہ میں اپنے اس بیٹے کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔''

تاریخ اقوام عالم پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ بات خصوصاً سامنے آتی ہے کہ دنیا کی اکثر نامور و عہد ساز شخصیات مفلسی اور یتیمی کی بھٹی سے کندن بن کر نکلے ہیں۔ اس طرح مفلسی 'ناداری اور یتیمی مولانا قاسمی کی زندگی کے بھی ابتدائی زینے ہیں۔ مولانا نے اپنی باقاعدہ دینی تعلیم کا آغاز اشاعت المعارف فیصل آباد سے کیا۔ آپ نے جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور قاسم العلوم ملتان میں وقت کے جید علماء و فقہا سے بھی تعلیم حاصل کی۔ ذرّے کو آفتاب بنانے میں ان کے مشفق اساتذہ کرام کی نگاہ کیمیا اثر کے ساتھ ساتھ دُعائے والد بزرگوار حضرت عبدالرحیمؒ بھی کام آئی۔ اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ نہ صرف ''خطیب پاکستان'' کا لاحقہ اس یتیم بچے کے نام کا تلازمہ بن کر رہ گیا بلکہ اسے خطیب یورپ و ایشیا کے نام سے جانا پہچانا اور مانا جانے لگا۔

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری

☆☆☆

بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ مولانا دور حاضر کے ان چند منفرد خطباء میں سے ایک ایسے ممتاز اور جید و فاضل خطیب تھے جو عوام و خواص دونوں میں یکساں مقبول و محترم تھے۔ کراچی سے لے کر پشاور تک کوئی ایسا شہر یا گاؤں نہ ہوگا جہاں مولانا نے دینی و تبلیغی جلسوں یا سیاسی اجتماعات سے خطاب نہ کیا ہو۔ مولانا مرحوم مسلمانوں میں ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم و عقاید کے بہت بڑے ناقد تھے۔ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں زبردست دلائل و براہین کے ساتھ مسلمان معاشرہ میں سرایت کردہ فضول رسوم و منکرات کا رد فرمایا کرتے تھے۔ توحید کے پرچار کے ساتھ ساتھ احترام

رسالت و عظمتِ صحابہ بھی ان کے خاص موضوع تھے۔ یورپ میں آپ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ
و پرچار کا علم لے کر نکلے۔ بقول مولانا کوثر نیازی مرحوم "ویمبلے ہال کا بھرنا ایسے ہی ہے جیسے
لاہور میں یادگار پاکستان کا میدان بھرنا۔ لیکن مولانا ضیاء القاسمی ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر
سرکار دو عالمؐ اور شمع رسالت کے پروانوں سے یہ ہال بھر کر شفاعت رسول اللہؐ کے مستحق ہو گئے
۔ بلکہ ویمبلے ہال کی وسعتیں تنگ ہو گئیں اور وہاں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔"

مولانا مرحوم نے تبلیغ عقیدۂ توحید، احیائے سنت، مدحت و تکریم صحابہؓ و اہل بیت اظہار تحریک
ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰؐ میں نہایت جرأتمندانہ اور نا قابل فراموش کردار ادا کیا۔ انہیں
ارض وطن پاکستان سے بھی وارفتگی کی حد تک محبت تھی۔ ایک دفعہ انگلینڈ کے سفر کے دوران مولانا
سید عبدالقادر آزاد سے کہنے لگے کہ اگر چہ ہماری مادر علمی دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں ہے لیکن
ہم دیارِ غیر میں اپنے آپ کو ہمیشہ اپنے پیارے وطن پاکستان کا ایک سفیر یا نمائندہ تصور کرتے
ہیں۔ کیونکہ ہماری اصل پہچان اور تکریم اپنے وطن پاکستان ہی کے حوالے سے ہے ہم جس پلیٹ
فارم پر بھی اور جہاں کہیں بھی ہوں گے اپنے ملک کے مفاد کی بات اور وکالت کریں گے۔"

مولانا مرحوم کے قابل فخر علمی ورثہ میں ان کی بے مثال خطابت کے مظہر و آئینہ دار خطبات کی پانچ
جلدیں ان کی عظیم دینی یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں جن کے چوبیس ایڈیشن بغیر کسی تشہیری مہم کے
ان کی زندگی ہی میں اشاعت پذیر ہو گئے تھے۔ یہ بات بذات خود "خطبات قاسمی" کی علمی و
دینی حلقوں میں بے پناہ مقبولیت و پذیرائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دینی مدارس سے فارغ
التحصیل طلباء اس علمی معدن و مخزن سے نصابی کتب کی طرح استفادہ کر کے اپنی تقاریر اور خطبات
جمعہ کو مزین و مرصع کرتے ہیں۔

خود دارالعلوم دیوبند (بھارت) سے خطبات قاسمی کی پانچوں جلدوں کی بالاہتمام اشاعت
مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کی علمی وجاہت اور فقہی ثقاہت کا بین ثبوت ہے۔

راقم الحروف ایسے بیسیوں لوگوں کے نام گنوا سکتا ہے جنہوں نے کسی دینی درس گاہ سے تو
باقاعدہ دینی تعلیم تو حاصل نہیں کی بلکہ وہ صرف مولانا ہی کے اثر صحبت اور فیضان نظر کی بدولت
اور انہی کسب فیض کے طفیل اسٹیج پر اچھا خاصا رنگ جمانے اور سماں باندھنے پر قدرت نامہ رکھتے
ہیں۔ بشمول اس ناچیز و خاکسار راقم کے صاحبزادہ سعید الرشید (اسلام آباد) اور جناب حنیف
مغل (چنیوٹ) اور نجانے کتنے بے شمار قابل ذکر نام ہیں جو یہاں گنوائے جا سکتے ہیں، مگر یہاں
گنجائش نہیں ہے۔

بطور ایک والد کے بھی ان کا رویہ اپنی اولاد کے ساتھ نہایت مشفقانہ اور قابل رشک تھا۔ وہ ہمیشہ ہمیں ہر کام میں امانت و دیانت کے پہلو کو مدنظر رکھنے، عظمت کردار، طلب رزق حلال، اتباع سنت، خودداری، واستغناء اور ہر کام خالص اللہ کی خوشنودی کے لیے کرنے کا درس دیتے۔ آپ اکثر فرماتے کہ دنیاوی سودو زیاں کی حیثیت عارضی ہے۔ انسان کو ہمیشہ اپنی آخرت سنوارنے کی فکر ہونی چاہیے۔ وہ دنیاوی لین دین میں سستی و کاہلی اور بے اصولی کو بہت برا سمجھتے۔ حصول علم کے ساتھ عمل صالح، خالص للّٰہیت اور تقوی و طہارت سے زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے۔

عام لوگوں بالخصوص اپنے غریب اور مفلوک الحال عقیدت مندوں سے بھی ان کا سلوک اور رویہ نہایت شائستہ اور مخلصانہ ومہربانہ تھا۔

آپ کی باقیات صالحات میں ملک کی نامور دینی درس گاہ جامعہ قاسمیہ، خطبات قاسمی کی پانچ ضخیم جلدیں اور جامع مسجد گول ان کی عظیم دینی یادگار ہیں۔

اولاد نرینہ میں راقم السطور کے علاوہ صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی اور صاحبزادہ حاجی طاہر محمود قاسمی ہیں جو مولانا کے نام پر ایک رفاہی اور فلاحی ادارہ چلا رہے ہیں۔

29 دسمبر 2000ء بروز جمعتہ المبارک تقریباً نصف صدی تک اپنی پوری تابنا کیوں سے آسمان خطابت پہ طلوع رہنے والا یہ تابندہ درخشندہ ستارہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے ہماری آنکھوں سے ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

حکیم مظہر جلالی نے ان کی وفات حسرت آیات پر کس کرب سے کہا تھا۔
آیات پر کس کرب سے کہاں تھا۔

خطابت ٹوٹ کر اب برسوں روئے گی
لفظ ڈھونڈیں گے جرأت کو اَدا کو
صداقت سر کو کھولے اب پھرے گی
کہاں سے وقت لائے گا کسی شعلہ نوا کو
اب کہاں سوز وگداز لحن داؤدی کی بمثل
سماعت ترس جائے گی نوائے دل رُبا کو

☆☆☆

معروف روحانی شخصیت حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب نے مولانا قاسمی کی وفات پر اپنے ایک مرید خاص سے فرمایا تھا کہ "مولانا قاسمیؒ نے اپنی خطابت میں ولایت چھپائے رکھی۔ مولانا صرف ایک خطیب ہی نہیں بلکہ وہ ولی اللہ بھی تھے۔"

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے پھرتے ہیں گویا آستینوں میں

☆☆☆

ایک عہد ساز خطیب

مولانا مُحمّد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: مظہر جلالی

ماہ و سال گزرتے رہیں گے۔ زمانہ قیامت کی چال چلتا رہے گا۔ سورج روزانہ اُفق مشرق سے طلوع ہو کر شام کی ملگجی چادر اوڑھے دِھیرے دِھیرے مغرب کی اتھاہ گہری کوکھ میں اپنی شب بسری کے لئے اُترتا رہے گا۔ نجانے کتنی تاروں بھری راتوں میں چاند کی سفاک چاندنی سلگتی روحوں، تڑپتے دلوں، اُداس چہروں اور جلتی بجھتی آنکھوں میں ہجر و فراق یار کی اُداسی انڈیلتی رہے گی۔ اور فطرت وطبع حرمال نصیباں کو یادِ رفتگاں کے چرکے لگانے کا محبوب ومرغوب کھیل کھیلتی رہیگی مگر جانے والے کب لوٹیں گے واپس کب آئیں؟

بقولِ مشفق خواجہ:

یادیں رہ جائیں گی اور یادیں بھی ایسی جن کا
زہر آنکھوں سے رگ وپے میں اُتر جائے گا

☆☆☆

ایسے ہی رُوٹھ کر چلے جانے والوں میں سے ایک نام خطیب اسلام مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کا ہے

گرچہ دوریم بیاد ۔ تو قدح می نوشیم
بُعد منزل نہ بود در سفر روحانی

☆☆☆

اُردو میں کہہ لیجیے

تو جیسے مرے پاس ہے اور محو سخن ہے
محفل سی جما دیتی ہیں اکثر تری یادیں

☆☆☆

میانہ قد، خوب کشادہ سینہ، فراخ پیشانی، گندھا ہوا جسم، باوقار نورانیت، پُر کشش خدوخال، عالمانہ تمکنت، مجاہدانہ چال ڈھال، ظاہری و باطنی حُسن کا مُرقع خاص، نفاست و لطافت، فصاحت و بلاغت، عالی حوصلگی وطلاقت، جرأت وعزیمت، اصابت رائے، بے مثال خودداری،

سیاسی تدبر، عمیق دینی فہم وفراست، ملی حمیت وغیرت، بے مثال خودداری وخوداعتمادی اور رحم دلی وخداترس، عدیم النظیر خطابت کی آن بان اور شان، فھو المھیب فلیس ذا سلطان کی بین مثال۔

جوانی میں یہ اعتبار حسن وجمال

بُتے، سرکشے، کافرے، گجکلا ہے
یہ رُخ آفتابے، یہ رُخسار مَاہے

☆☆☆

اور بلحاظ عملی زندگی۔

کوہسار راز ضربت او ریز ریز
در گریبانش ہزاراں رستخیز

☆☆☆

اور بڑھاپے میں وہ رُعب متانت اور رنگ جلالت و ولایت کہ جنہیں دیکھنے سے خدایاد آئے۔

جلال کبریائی در قیامش
جمال بندگی اندر سجودش

☆☆☆

یہ تھے یادگار خطابت بخاریؒ اور آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی کی بیّن دلیل سرشاری خطیب العصر مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم ومغفور۔ جنہوں نے اپنی تریسٹھ سالہ حیات مستعار میں سے لگ بھگ نصف صدی (تقریباً پنتالیس برس) قال اللہ وقال الرسول ﷺ کے نغمے گاتے اور مسلمانان عالم اسلام کوخواب غفلت سے جھنجھوڑتے اور جگاتے گزار دیے۔ بے شک

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط کے بعد وحی ونبوت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دین اسلام ہی اللہ کا مرغوب ومحبوب دین ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام اور حبیب سے اللہ تعالیٰ شانہ الکریم نے اپنے حبیب لبیب اور علیل انسانیت کے سب سے بڑے رُوحانی طبیب سَرورِ کائنات وفخرِ موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم کے ذریعہ اور وسیلہ جلیلہ سے دین حقہ (اسلام) کو گم کردہ راہ انسانیت

کیلئے پیغام رُشد و ہدایت بنا کر بھیجا ہے اللہ عزوجل نے شوکت بُرہان اور قوت دلیل کی بدولت اُسے فتح و نصرت سے سرفراز کیا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ○ جس طرح خالق کائنات نے دین کے تحفظ و سربلندی کے لئے حضرات انبیاء و مرسلین مبعوث فرمائے۔

فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَ مُنذِرِينَ ○ اسی طرح اللہ رب العزت نے انقطاع سلسلہ وحی و نبوت کے بعد امت محمدیہ کو علمائے ربانیین اور صلحائے کاملین و عاملین دین کے ذریعہ اُحیاء و ارتقاء بخشا ہے۔ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ و تہذیب کی پاسداری اللہ مالک الملک نے چند برگزیدہ اور چنیدہ حضرات سے کروائی ہے۔ لاریب، اسی سلسلہ شاہ ولی اللھی تک پہنچتا ہے۔ اور اسی خانوادہ علم و ہدایت اور رُشد و ولایت کا سلسلہ تبلیغ و ارشاد، شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ، شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ، شاہ رفیع الدین رحمتہ اللہ علیہ، سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ، شاہ اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ، حافظ ضامن شہید رحمتہ اللہ علیہ، اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ، سے ہوتا ہوا مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمتہ اللہ علیہ، شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ، امام انقلاب عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ، علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ، بطل حریت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ، مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ، اور حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ، تک پہنچتا ہے۔ اسی قافلہ حریت و ہدی اور پابندان آئین وفا کی آخری کڑی میں سے ایک معتبر و ممتاز نام مولانا ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ، کا ہے۔

آنکہ از دنیا و ما فیہا گزشت
از تعلق خاطرش آسودہ است
من نہ دارم علم و دانائی فقط
بے نیازی قدر من افزودہ است

☆☆☆

مولانا قاسمی کی پوری زندگی جہد مسلسل، عزم راسخ اور عمل پیہم سے عبارت ہے۔ معرفت

الہیہ سے اُن کا دماغ منور تھا اور قلب روشن، عقیدہ توحید، اور اتباع سنت و اُسوہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے نجات آفرین پیغام کو دُنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لیے وہ ہر وقت مستعد و بے تاب اور بے قرار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ذہن رسا اور لحن داؤدی کے ساتھ ساتھ حق پہ ڈٹ جانے اور اِس پہ مر مٹنے کا جو جذبہ و ولولہ اُنہیں عطا کیا تھا وہ بہت کم علماء و خطباء کو نصیب ہوتا ہے۔ طاغوتی قوتوں کو جرأت مندی سے للکارنا، وقت کے فرعونوں اور شدادوں کے ظلم واستبداد کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اور عالمی شیطانی قوتوں اور اُن کے گماشتوں کا محاسبہ و محاصرہ کرنا، بالخصوص ملحدین، منکرین حدیث، مُرتدین عقیدہ ختم نبوت اور ناقدین و گستاخان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و اہل بیت اطہار کی زبانوں کو لگام ڈالنا اُنہی کا خاصہ تھا۔

اَعلائے کلمتہ الحق میں وہ کسی جابر و ظالم اور سخت گیر حاکم سے نہیں ڈرتے اور دبتے تھے۔ جو بات حق سمجھتے وہ بات ببانگ دہل اور ڈنکے کی چوٹ پر کہتے۔ جب بڑے بڑے جغادری سیاستدانوں، عصا بدست و حرم فروش صاحبان منبر و محراب وظیفہ خوار درباری ملاؤں اور بڑی بڑی گدیوں کے بڑے بڑے جبوں قبوں اور دستاروں والوں کی زبانوں پہ مصلحت وقت کے پہرے لگے ہوتے مولانا ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ، اظہار صداقت میں اپنے فرض منصبی سے کبھی غافل نہ رہے۔ ؎

عمر لیست کہ آوازۂ منصورؔ کہن شد
من از سر نو جلوہ دہم دارو رسن را

☆☆☆

یعنی ؎

حق بات تہہ تیغ سرِ دار کریں گے
یہ جرم جو زندہ ہیں تو سو بار کریں گے

☆☆☆

مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ، نے زندگی بھر ملک میں چلنے والی ہر دینی تحریک میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ ہر تحریک میں ہراول دستے کا فریضہ انجام دیا۔

بالخصوص مرتدین عقیدہ ختم نبوت کے تعاقب و سرکوبی کے لئے مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ، نے حضرت عبدالحفیظ مکی اور مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمتہ اللہ علیہ، کی معیت میں قادیانی خباثتوں،

شیطانیوں اور ریشہ دوانیوں کا لندن تک پیچھا کیا۔ اور عالم اسلام کے چیدہ چیدہ جید علماء و دانشوران کو ویمبلے کانفرنس (انٹرنیشنل ختم نبوت مشن کے زیر انتظام و انصرام) میں دعوت خطاب دے کر مرزائیت (قادیانیت) کے متعفن لاشے کا پوسٹ مارٹم کر کے لعین اور دجال و کذاب زمانہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب و افترا پر مبنی دعوئ نبوت کا نہ صرف بطلان کیا بلکہ اُمیر جماعت احمدیہ (قادیانی ٹولی کے رُوحانی سرپرست) کو کھلے عام مُباہلے کا چیلنج بھی کیا۔ بے شک ویمبلے کانفرنس کی کامیابی و کامرانی کے پس پردہ اللہ کا خاص لُطف و کرم، نصرت اور دوسرے مجاہدین ختم نبوت علماء صُلحاء کی تائید و امداد اور تعاون کے ساتھ ساتھ پیرانہ سال مگر جواں ہمت و بلند حوصلہ، فدائی عقیدہ ختم نبوت اور سچے عاشق رسول ﷺ مولانا ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ، کا دست دعا بھی کارفرما تھا۔ کیونکہ مولانا مرحوم نے خانہ کعبہ میں رو رو کر اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعا کی تھی۔

رکھ لی خدا نے مری بے کسی کی لاج

عام روایتی مولویوں کے برعکس مولانا بہت متحمل مزاج، بردبار، عالی ظرف، جدت پسند، خندہ خو، روشن خیال، خوش گفتار، خوش رفتار اور شگفتہ اُطوار انسان تھے۔ وہ اعلیٰ انسانی و اخلاقی اقدار کے پاسدار و امین وضعدار آدمی تھے۔ مولانا ضیاء القاسمی رحمتہ اللہ علیہ، اعلیٰ درجہ کے طناز اور فقرہ باز بلکہ ''فقرہ ساز'' بھی تھے۔ دوران خطابت سامعین جب کبھی اُنہیں حسب دل خواہ داد نہ دے پاتے یا اُن کے اپنے مخصوص انداز میں بیان کردہ کسی لطیف علمی نکتے یا خطیبانہ اشارہ و کنایہ کی تہہ تک نہ پہنچ پاتے تو مولانا طنزاً کہتے ''ہائے اوئے گلیاں لکڑیاں'' (کیونکہ گیلی لکڑی آگ نہیں پکڑتی) یہ گیلی لکڑیوں کا خاص چابکدستانہ طعنہ سن کر چند جوشیلا قسم کے جیالے نوجوان اپنی آستینیں چڑھا، گلے پھلا اور بازو لہرا لہرا کر نعرے لگانا شروع کر دیتے۔ ''نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر۔ تاج و تخت ختم نبوت۔ زندہ باد۔ شانِ صحابہؓ زندہ باد۔ مولانا ضیاء القاسمی...... زندہ باد۔'' اور اب مولانا معنی خیز مُسکراہٹ اور اپنے مخصوص پنجابی لہجے میں کہتے۔ ''بہہ جاوئے مُردیا کتے ڈگ نہ پئیں جیاء القاسمی جندا باد دا اکھ لگدا۔'' اور مجمع کشت زعفران بن جاتا۔

بکلاں چپ چپیتیاں مار کے تے خبرے اوہ لوکی کیہڑے دیس ٹر گئے
جنہی نرم زبان دی لا کے تے جیہڑے دلاں دے جندرے کھولدے نیں

☆☆☆

مولانا قاسمی رحمتہ اللہ علیہ، مسلمانوں میں سرایت شدہ ہندووانہ اور مشرکانہ رسوم و عقاید کے

بہت بڑے ناقد تھے۔ توحید ربانی کے ساتھ ساتھ تعظیم وتکریم رسالت عظمت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین و اہل بیت، اصلاح و بیداری ملت بیضا اور احترام آدمیت اُن کے خاص موضوع تھے۔ اُن کی دینی و تبلیغی خدمات کا دائرہ صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ نے امریکہ، برطانیہ۔ کینیڈا، سعودی عرب، مصر، متحدہ عرب امارات، ابوظہبی، دوبئی، عمان، ترکی، ناروے، بنگلہ دیش اور کئی دیگر ممالک کے کامیاب تبلیغی دورے کیے۔ وہ سر بلندی اسلام، اشاعت توحید وسنت، تحفظ ناموس رسالت بقاؤ سلامتی وطن عزیز اور قومی وملی یک جہتی کے لیے ہر وقت مستعد ومتحرک اور ہمہ تن مصروف کار رہتے تھے۔ وہ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی چلتی پھرتی تصویر اور عملی تفسیر تھے۔

وہ ایوبی آمریت کے دور میں جرم اعلائے کلمۃ الحق کی پاداش میں بار بار قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے رہے۔

اُن کی استقامت، اُولوالعزمی اور توکل علی اللہ کی بے شمار روشن مثالیں زبان زد خاص و عام ہیں۔

قاسمیؒ پر فائرنگ

چوک گھنٹہ گھر فیصل آباد میں دوران تقریر ایک نزدیکی بلند و بالا عمارت سے گھات میں بیٹھے مخالفین وحاسدین کی طرف سے اسٹیج پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ مجمع میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ مگر ملت اسلامیہ کا یہ بطل جلیل کوہِ استقامت بنا سرگرم خطاب رہا اور اپنی جگہ سے ایک انچ بھی دائیں یا بائیں نہ ہلا۔ اور سَر سراتی ہوئی گولیاں اُن کے سر کے قریب سے گزرتی رہیں۔

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

زندگی بھر قاتلانہ حملوں کی زد میں رہنے والے اِس جری اور عبقری مبلغ اسلام کا شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اِس قول پر پختہ یقین تھا کہ ''موت خود زندگی کی محافظت کرتی ہے۔'' اس لئے آپ زندگی بھر آتش نمرود میں بے خطر اور بے خود ان و بے باکانہ کودتے رہے۔

ہاں جاں کے زیاں کی ہم کو بھی تشویش ہے لیکن کیا کیجیے
ہر راہ جو اُدھر کو جاتی ہے مقتل سے گزر کر جاتی ہے

☆☆☆

جامعہ مسجد کچہری بازار اور کراچی میں جلسہ عام کے دوران قاتلانہ حملوں میں بھی وہ بال بال بچے تھے۔

وہ زندگی بھر مجاہدوں کی طرح موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جیے۔
بیشتر دفعہ موت اُن کے جسد خاکی سے صرف ایک بالشت کے فاصلے سے گزر گئی۔ لیکن ایسے انتہائی خوف ناک مواقع پر اُن کے کبھی اوسان خطا ہوئے نہ پائے استقامت متزلزل ہوئے۔ بلکہ مارنے والوں سے بچانے والے کی قدرت وطاقت پر اُن کا ایمان وایقان اور پختہ ہوتا گیا۔

؎ زندگی اُس کے لیے مثل قفس ہے راسخ
جس کو مرنے کا راہ حق میں قرینہ آئے

☆☆☆

ایسا ہی ایک اندوہناک واقعہ اُس وقت پیش آیا جب پیر محل (ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے علاقہ میں ڈنڈوں اور کلہاڑیوں سے مسلح سینکڑوں افراد نے مولانا کی جان لینے کے لئے اُس کمرے کا گھیراؤ کر لیا جس میں مولانا اپنے صرف دو ساتھیوں کے ساتھ تقریر کے بعد کچھ آرام کے لئے تشریف فرما تھے۔

حملہ آور فسادیوں نے دروازہ توڑنے کی سرتوڑ کوشش کی۔ کمرے میں موجود مولانا کے دونوں ساتھ دروازے کو خوب دھکا لگا کر کھڑے ہوئے تھے۔ اور مولانا مصلے پر بیٹھے حزب البحر پڑھ کر اپنے قادر وقیوم خدا سے مدد مانگ رہے تھے۔

مولانا کے میزبان مقامی عالمِ دین اور اُن کے چند دیگر ساتھی اِس جَم غفیر کا سامنا کرنے سے گھبرا کر انتظامیہ کی طرف دوڑے آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''اُس روز موت ہمارے بہت قریب تھی۔ کچھ دیر بعد پولیس آئی اور ہوائی فائرنگ کے ساتھ بپھرے ہوئے حملہ آور لوگوں کو منتشر کر کے بحفاظت ہمیں وہاں سے نکال کر ٹوبہ ٹیک سنگھ لائی۔''

؎ تری دُعا ہے کہ ہو تری آرزو پوری
مری دُعا ہے تری آرزو بدل جائے (اِقبالؒ)

☆☆☆

شہدائے لیہ اور مولانا ضیاء القاسمیؒ کا کردار

☆☆☆☆☆

(حضرت قاسمیؒ کے قلم سے)

لیہ کے مظاہرہ پر ایک نظر

☆......لیہ کے مظاہرہ میں تین نوجوان شہید ہوئے۔

☆......100 نوجوان، بوڑھے، بچے زخمی ہوئے۔

☆......100 نوجوانوں کو مختلف مقدمات میں گرفتار کیا گیا۔

☆......گرفتار ہونے والے نوجوانوں پر 302 اور 307 قتل اور ارادہ قتل کی دفعات لگائی گئیں۔

☆......گرفتار ہونے والے سپاہ صحابہؓ کے نوجوانوں پر بے پناہ تشدد کیا گیا، ننگا کر کے زدوکوب کیا گیا۔

☆......بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پہنا کر پٹائی کی گئی۔

☆......انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر اے سی کو اغوا کرنے کا الزام لگایا گیا۔

☆......پولیس نے تھانہ چوبارہ کے قریب اہل سنت کے قافلہ کو روک کر ان پر گولی چلائی جس کی پاداش میں انجمن سپاہ صحابہ کے تین قیمتی کارکن جام شہادت نوش کر گئے۔

شہدائے کرام کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

1۔ ضیاء الرحمٰن ساجد شہیدؒ (سمن آباد ضلع فیصل آباد)

2۔ عبدالغفار شہیدؒ (عبدالحکیم ضلع خانیوال)

3۔ محمد بخش شہیدؒ (تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال)

☆......تینوں شہدائے کرام کو پولیس نے گڑھے کھود کر بغیر جنازہ پڑھائے رات کی تاریکی میں دفن کر دیا اور قبروں کا طول و عرض شہدا کے قد کے مطابق نہیں تھا۔

☆......شہداء کے ورثاء کو بھی ان کے کفن دفن کی اطلاع نہیں دی گئی بلکہ پورے پاکستان کے عوام کو لیہ میں داخل ہونے پر پوچھ گچھ اور تلاشی کی مصیبت سے دوچار کر دیا گیا۔

ہے تم میں کوئی انصاف پسند

اگر انصاف پسند طبیعتیں ابھی ختم نہیں اور اپنے اندر ضمیر اور انصاف نام کی کوئی چیز مخفی رکھتی

ہیں تو خدارا بتائیں کہ مولانا حق نواز کے صرف اس جرم کی پاداش میں کہ وہ اپنے ہی ملک کے ایک ضلع میں تقریر کیلئے آئے۔ انتظامیہ لیہ نے ان کو جھنگ پہنچ کر اطلاع نہ دی کہ آپ ضلع لیہ کی حدود میں داخل ہو کر کوئی تقریر نہ کریں۔

مولانا کا تشریف لانا اس قدر جرم بن گیا تھا کہ انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے ساتھ کئی کارکن گرفتار کر لئے گئے اور اہل سنت نے اپنے حقوق مولانا کی رہائی کیلئے مظاہرہ کیا تو تین آدمی شہید کر دیئے اور 100 آدمی گرفتار کر لئے اور ان کے خلاف قتل کے مقدمات درج کر لئے گئے۔

☆......شہداء کو گڑھے کھود کر دفن کر دیا گیا۔

☆......شہداء کے والدین اور بیوی بچوں کو خبر تک نہ کی گئی۔

☆......آنسو گیس اور لاٹھی گولی کا کھلم کھلا آزادانہ استعمال کیا گیا۔

یہ لیہ کی انتظامیہ کی درندگی، سفاکی، غنڈہ گردی، فرعونیت، ظلم و تشدد اور کھلی جارحیت اور بربریت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اس کیخلاف جس قدر نفرت کا اظہار کیا جائے کم ہے، اس کو جس قدر انسانیت سوز قرار دیا جائے کم ہے۔ اس کے خلاف جس شدومد سے احتجاج کیا جائے کم ہے۔ خدا کی دھرتی پر ظلم و تشدد، فرعونیت اور یزیدیت کا کھلا مظاہرہ تھا، جس پر پورا ملک آتش فشاں بن گیا۔ ہر بچہ، بوڑھا، جوان صدائے احتجاج بن کر میدان میں اتر گیا لیکن ایئر کنڈیشنڈ محلات میں بیٹھنے والے امراء وزراء ٹس سے مس نہ ہوئے وہ اپنے اقتدار کے مزے لوٹتے رہے۔ نواز شریف کو اپنے اقتدار کے مزے علماء اور اہل سنت کے لٹتے سہاگ بھی حیا نہ دے سکے۔ اس کی رگ حمیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کا خون شہداء کے رنگ سے اور بھی ٹمٹمانے لگا۔ اس کی آتش حسد اور بھی تیز ہو گئی۔ اس نے اپنے لغاریوں، مزاریوں، بوٹ پالشیوں کے ذریعہ پیغام بھیجے کہ لیہ رہے نہ رہے مجھے امن چاہئے، مجھے اقتدار کیلئے سکون کی فضا چاہئے۔

مجھے نوجوان بیواؤں کے لٹنے والے سہاگ عزیز نہیں، مجھے تو اپنی لیلائے اقتدار کے ہولناک لمحات چاہئیں۔ خدا ایک دن ضرور لائے گا جب ان فرعون مزاج حکمرانوں کا محاسبہ خود قانون فطرت کرے گا اور ان کی کرتوتیں ان کے نامۂ اعمال کو سیاہ کر دیں گے اور یہ خود اپنے ہاتھوں خودکشی کر کے اپنے اعمال کو پہنچیں گے، خون شہداء رائیگاں نہیں جاتا۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے، خدا کے ہاں دیر ضرور ہے اندھیر نہیں ہے۔

پس چہ باید کرد

ان حالات میں کیا کرنا چاہئے جبکہ سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی؟ میں اگرچہ سپاہ صحابہ کا رکن نہیں تھا مگر مولانا حق نواز سے ذاتی تعلقات بہت گہرے تھے۔ میں مولانا حق نواز کے مشن کا پر جوش حامی تھا اور اب بھی حامی ہوں۔ مولانا حق نواز کو جس طرح دشمن نے صدمے پہنچائے، اسی طرح اپنوں نے بھی ان کے خلاف مسلسل ہرزہ سرائی کی۔ ان کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کیا۔ ان کیخلاف ہر وقت زہریلا پروپیگنڈہ کرتے، انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے کیلئے تشدد کیا جاتا۔ طریق تبلیغ سے نابلد کہا جاتا، شہرت و عزت کا بھوکا کہا جاتا۔ حاسد راہبوں نے اور شرعی بہروپیوں نے ان کے مشن کو غبار آلود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

الحمدللہ!

میں نے ہمیشہ دین کا مخلصانہ کام کرنے والوں کیلئے دل کے دروازے کھلے رکھے، ان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی۔ مولانا حق نواز بھی میرے لئے ان مخلص دوستوں میں سے تھے جن کو میں نے ہمیشہ احترام کی نظر سے دیکھا، ان کی حوصلہ افزائی کی۔ انہیں کوئی صدمہ پہنچا تو ان کی ڈھارس بندھائی۔ انہیں قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا پایا تو آگے بڑھ کر ان کے کام آیا، انہیں حوصلہ دیا۔ انہیں ظلم و تشدد سے نجات دلانے کیلئے جو کچھ بس میں ہوا کر گزرا، جس کے نتیجہ میں انہیں دکھ سے سکھ ملا۔ وہ جیل میں گئے ان کی رہائی کیلئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لا کر ان کی رہائی کرائی۔ وہ مقدمات میں مبتلا ہوئے تو ان کے مقدمات ختم کرانے میں اپنے تمام تعلقات استعمال کر کے ان کے دکھ میں شریک ہوا۔ جو کچھ میرے بس میں ہوتا، کرتا تھا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ایسا کرتا تھا کیونکہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ مولانا حق نواز کا مشن صحیح ہے، درست ہے۔ اس میں تلخی صرف اس لئے محسوس کی جا رہی ہے کہ رفض پر یہ کھلا اور مدلل حملہ پہلی دفعہ ہوا تھا۔ ورنہ آج تک علماء نے اہل سنت کا صرف دفاع کیا ہے، خود اہل تشیع کی مکروہ تصویر عوام و خواص کو نہیں دکھائی جس کی وجہ سے تلخی محسوس کی جا رہی ہے۔ اس لئے مولانا حق نواز کا ساتھ دینا اپنا دینی، اخلاقی اور دوستانہ فرض سمجھتا تھا۔ اس لئے سانحہ لیہ میں قیامت برپا ہونے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ مولانا حق نواز اور سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر جو ظلم و ستم ہوا ہے اس کے خلاف ہر ممکن قدم اٹھایا جائے جس سے ظلم و ستم کے شکار کارکنوں کے زخم پر مرہم رکھی جا سکے۔

چنانچہ اس مسئلہ پر تین مسئلے فوری توجہ کے حامل تھے۔

☆......شہداء کی لاشیں والدین تک پہنچانا۔

☆......مولانا حق نواز کی رہائی کیلئے تحریک چلانا۔

☆......سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کو رہا کرانا اور مقدمات ختم کرانا۔

ضیاء الرحمٰن ساجد شہیدؒ

ضیاء الرحمٰن ساجد شہیدؒ نہایت بہادر، خوش عقیدہ کڑیل جوان تھا۔ فیصل آباد کے مشہور عالم دین مولانا منظور احمد کا فرزند اور دینی تحریکوں کے ہراول دستے کا جرنیل تھا۔ فیصل آباد میں میری ان تمام کاوشوں اور جدوجہد میں شریک رہتا جو باطل فتنوں کے استیصال کیلئے کی جاتیں۔ دین کے لئے ایثار وقربانی کا جذبہ اس نوجوان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مولانا حق نواز نے جب سے رفض اور سبائیت کیخلاف تحریک شروع کی تھی یہ ان کے ہراول دستے میں شریک تھا۔

مولانا حق نواز بھی اس نوجوان سے بہت خوش تھے۔ اسے اپنی تحریک کا جواں سال جرنیل سمجھتے تھے۔ فیصل آباد میں سپاہ صحابہؓ کی داغ بیل اسی نوجوان نے ڈالی۔

خدا بخشے بڑی تھیں خوبیاں اس مرنے والے میں

لیہ کے جلوس پر جب لیہ پولیس کے فرعونی سپاہیوں نے گولی چلائی تو ضیاء الرحمٰن ساجد ان کا اولین نشانہ بنے۔ ضیاء الرحمٰن ساجد شہیدؒ کے ساتھیوں کا بیان ہے کہ ایک یہودی صفت رافضی سپاہی نے ضیاء الرحمٰن شہید سے کہا کہ صحابہ پر تبرا کرو اگر میری گولی سے بچنا چاہتے ہو۔ مگر اس مرد مجاہد نے صدیق اکبر زندہ باد کا نعرہ لگا کر اس موذی کے ناپاک الفاظ کا تار پود بکھیر دیا جس کے جواب میں اس موذی دشمن رسولؐ سپاہی نے سیدھی گولی مار کر ضیاء الرحمٰن کو صدیق اکبرؓ کے حضور جنت میں پہنچا دیا۔

خونے نہ کردہ ایم و کسے راہ نہ کشتہ ایم
جرم ہمیں است کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

☆☆☆

ضیاء الرحمٰن شہیدؒ کے ساتھ سپاہ صحابہؓ کے دو کارکن محمد بخش اور عبدالغفار بھی شہید ہوئے جن کا تعلق خانیوال اور عبدالحکیم سے تھا۔ میں نے دوستوں کے مشورہ کے بعد طے کیا کہ ضیاء الرحمٰن شہیدؒ کو لیہ پولیس نے بغیر جنازہ پڑھے دفن کر دیا ہے۔ سب سے پہلے اس مرد مجاہد کی لاش کو لایا

جائے اور جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے تا کہ والدین کو بھی سکون ملے اور شہید کی نوجوان بیوہ کو بھی اپنی زندگی کے سرمایہ کو ہاتھوں سے رخصت کرنے کا موقع مل سکے۔ جس بیوہ کا جوانی میں سہاگ لٹ گیا، نوجوان خاوند شہید ہو گیا، بغیر جنازہ پڑھائے اس شہید خاوند کو دفن کر دیا اس کا حق بنتا ہے کہ اس کی اشک شوئی کی جائے اور اس کی دعائیں لی جائیں۔

مولانا منظور احمدؒ جن کے بڑھاپے کا سہارا ساجد تھا ان کے دل و دماغ پر غم واندوہ نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ وہ اپنے کڑیل جوان بیٹے کی شہادت پر صبر و شکر کا مجسمہ بنے بیٹھے تھے۔ ان پر ایک سکتے کا عالم طاری تھا۔ وہ فضاؤں میں اس طرح گھوم رہے تھے جس طرح ضیاء الرحمٰن کو تلاش کر رہے ہوں۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آ رہا تھا مگر کیا کیا جائے اور کیسے کیا جائے، لیہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پولیس کی داڑھی والے کو چھان پھٹک سے پہلے لیہ کی حدود میں داخل نہیں ہونے دے رہی تھی اور اس کے بغیر کوئی راستہ نہیں تھا۔ ان تمام حالات پر غور و خوض کے بعد فیصلہ ہوا کہ فیصل آباد کی انتظامیہ سے مل کر ذاتی تعلقات کی بنیاد پر تعاون حاصل کیا جائے۔ چنانچہ میں نے اور مولانا محمد اشرف ہمدانی نے ضلعی انتظامیہ کے سربراہ سے ملاقات کا فیصلہ کیا۔

ڈپٹی کمشنر فیصل آباد سے ملاقات

ان دنوں فیصل آباد میں جناب طارق فاروق صاحب ڈپٹی کمشنر تھے۔ مولانا محمد اشرف ہمدانی کی رفاقت میں ڈپٹی کمشنر صاحب سے ملاقات کی۔

ڈپٹی کمشنر صاحب سے میرے اور ہمدانی صاحب کے دوستانہ تعلقات تھے۔ انہوں نے پہلے تو اصرار کیا کہ ضیاء الرحمٰن ساجد کا فیصل آباد سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ انہیں حکومت کی مختلف ایجنسیوں سے یہی باور کرایا تھا کہ لیہ کے شہداء میں یا زخمیوں میں فیصل آباد کا کوئی شخص نہیں ہے لیکن ہمارے اصرار پر جب انہوں نے اپنی تمام ایجنسیوں سے معلومات حاصل کیں تو رفتہ رفتہ انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ ان کو غلط اور جھوٹی معلومات مہیا کی گئی ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے ساجد شہیدؒ کی میت لانے کیلئے پوری معاونت کا نہ صرف یقین دلایا بلکہ دو گھنٹے کی پوری کوشش کے بعد ڈی سی لیہ سے ساجد شہیدؒ کی میت لانے کی اجازت حاصل کر لی اور ہمیں کہہ دیا کہ اپنے آدمی بھیج دو۔ وہاں پر انتظام ہو گیا ہے کہ ساجد شہیدؒ کی میت آپ کے آدمیوں کے حوالے کر دی جائے گی۔

چنانچہ ہم نے اپنے آدمیوں کو اطلاع کی، انتظامیہ نے میت ان کے حوالے کر دی جو ایک

کرائے کے ٹرک پر فیصل آباد لائی گئی۔

ایک جوان شہید کی میت جب سمن آباد ان کے گھر پہنچی اس وقت جو سماں تھا اس کو قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔ عظمت اصحاب رسول پر شہید ہونے والا یہ نوجوان اپنی آمد سے ایسے نقوش ثبت کر گیا جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔

تمہیں سے اے مجاہد و جہاں کا ثبات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

☆☆☆

عشاء کے قریب شہید ساجد کا جنازہ سمن آباد کے ایک وسیع گراؤنڈ میں پڑھا گیا۔ صرف چند گھنٹوں کی اطلاع پر کوئی تیس ہزار کے لگ بھگ عوام کم جم غفیر ہو گیا جن کو جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ جنازہ جب گراؤنڈ سے قبرستان کی طرف جا رہا تھا تو کسی دل جلے نے آواز لگا دی

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

لوگوں کی آہیں اور سسکیاں سنائی دے رہی تھیں جو اندر ہی اندر شہید کو خراج تحسین پیش کر رہی تھیں۔ مولانا حق نواز کو جب حادثہ کی اطلاع ملی تو آپ کئی روز تک مغموم رہے اور جب میری اس کارروائی کی اطلاع ہوئی تو کسی آدمی کے ہاتھ مجھے ایک چٹ بھیجی جس پر لکھا ہوا تھا کہ

آپ نے میرا دل جیت لیا ہے

یہ میرا فرض تھا۔ ایسے کاش ہر سنی عالم اپنا فرض پہچانتے اور حسد و عناد کے خول سے باہر آئے۔ میں جناب ڈپٹی کمشنر فیصل آباد طارق فاروق صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نہایت اخلاص سے ہمارے ساتھ تعاون کر کے ساجد شہید کی میت لیہ سے فیصل آباد لانا ممکن بنایا۔

آل پارٹیز سنی کنونشن ملتان

میرے خیال میں لیہ میں سپاہ صحابہؓ اور مولانا حق نواز پر ظلم و ستم، غنڈہ گردی اور سفا کی کے جو پہاڑ توڑے گئے تھے، اہل سنت کی تمام دینی جماعتوں کو مل بیٹھ کر ان کی تلافی کیلئے کوئی حل تلاش کرنا چاہئے تھا۔ ایک ایسا لائحہ عمل ضرور طے کرنا چاہئے تھا جس سے اہل سنت کے حقوق کا تحفظ اور اہل سنت کیخلاف حکومت اور شیعہ کی بڑھتی ہوئی جارحیت پر بند باندھا جا سکے۔

چنانچہ میں نے اس مسئلہ کیلئے فیصلہ کیا کہ ملک گیر سطح پر تمام دینی جماعتوں کا ایک کنونشن بلایا

جائے جو فی الحال دیوبندی مکتب فکر کی جماعتوں پر مشتمل ہو اور اس میں مل بیٹھ کر ایک لائحہ تیار کر لیا جائے جس کی روشنی میں مستقبل میں جدوجہد کی جائے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں میری پہلی مشاورت پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ سے ہوئی۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ ایسی شخصیت ہیں جن کے جسم میں ایسا دل ہے جو ہر دینی تحریک کیلئے دھڑکتا ہے اور ہر باطل تحریک کے ابھارنے سے ان کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے اور انہیں ٹیس سی لگتی ہے۔

اس وقت ملک کی تمام دینی تحریکوں کی سرپرستی فرما رہے ہیں، کام دین کا ہو، اخلاص سے اس کی بنیاد اٹھائی جائے۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ اس کی کامیابی کیلئے اپنی تمام توانائیاں صرف فرما دیتے ہیں۔ مولانا خان محمد صاحب روایات سلف کے امین اور قافلہ حق وصداقت کے پاکستان میں ہدی خان ہیں۔ مجھ سے ہمیشہ شفقت ومحبت سے پیش آتے ہیں۔ میں نے حاضر ہو کر یہ کی تمام داستان غم سنائی اور درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کی طرف سے ملتان میں پاکستان کی تمام دینی جماعتوں کا مشترکہ کنونشن بلا کر اس میں مولانا حق نواز کی رہائی اور سپاہ صحابہؓ اور اہل سنت کے کارکنوں کی رہائی اور مقدمات کی پیروی کیلئے مشترکہ جدوجہد کی جائے کیونکہ ملکی حالات کا تقاضا یہی ہے کہ باطل کے سامنے بندھ باندھنے کیلئے مشترکہ جدوجہد ضروری ہے۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے مجھے اس بات کی خوشی سے اجازت مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دفتر ختم نبوت ملتان میں اجلاس رکھ لیا جائے اور میری طرف سے رابطہ سیکرٹری کے فرائض تم ادا کرو تاکہ یہ کام مکمل ہو سکے۔ میں نے حضرت مولانا خان محمد صاحب کے حکم کے مطابق پاکستان میں دیوبندی مکتب فکر کی تمام دیوبندی جماعتوں کے صدر اور جنرل سیکرٹری صاحبان کو حسب ذیل دعوت نامہ جاری کر دیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

محترمی ومکرمی!

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ

مورخہ 19-6-87 کو لیہ ضلع کے مختلف مقامات پر انجمن سپاہ صحابہؓ کے پرامن جلوس پر ضلعی انتظامیہ کی طرف سے شرمناک تشدد اور بربریت کے نتیجے میں تین نوجوان شہید اور 100 کے قریب زخمی ہوئے اور ایک سو سے زائد کارکنوں مختلف دفعات کے تحت مقدمات درج ہوئے، پس دیوار زندان بھیج دیا گیا، علاوہ ازیں تشدد، پکڑ، فکر خوف وہراس کی فضا ہنوز قائم ہے۔

اس پس منظر میں آپ مع اپنے جنرل سیکرٹری کے ضرور 11 جولائی کو بوقت صبح دس بجے بمقام دفتر ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان تشریف لاکر اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں تاکہ ہم سب متحد ہوکر کوئی متفقہ لائحہ عمل اختیار کر کے عہدہ برآ ہوسکیں۔

رابطہ کیلئے
حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب

حضرت مولانا خان محمد صاحب
(امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان)

سنی کنونشن 11 جولائی 1987ء ملتان

دعوت نامہ کے مطابق 11 جولائی 1987ء کو ملتان تمام دینی سنی جماعتوں کا ایک بھرپور اجلاس ملتان دفتر ختم نبوت میں انعقاد پذیر ہوا۔ مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے ناظم جماعت مولانا عزیز الرحمٰن کو (جو بڑے باپ کے چھوٹے بیٹے ہیں) میزبانی کے فرائض سرانجام دینے کا حکم فرمادیا تھا جس کی وجہ سے دفتر ختم نبوت میں کھانے پینے اور رہائش کا نہایت اچھا انتظام تھا۔ الحمدللہ!

ملک بھر سے علمائے کرام نے نہایت جوش وخروش سے اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ جن جماعتوں یا شخصیات نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مجلس تحفظ ختم نبوت
2۔ جمعیۃ علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)
3۔ جمعیۃ علمائے اسلام (درخواستی گروپ)
4۔ تنظیم اہل سنت پاکستان
5۔ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت
6۔ مجلس علمائے اہل سنت
7۔ سواد اعظم اہل سنت پاکستان
8۔ سپاہ صحابہؓ پاکستان
9۔ مجلس علماء
10۔ شبان اہل سنت پاکستان
11۔ تحریک احیائے سنت
12۔ سنی مجلس عمل ڈیرہ اسماعیل خان
13۔ مجلس خدام صحابہ ملتان
14۔ انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی فیصل آباد
15۔ انٹرنیشنل خدام الدین

سنی کنونشن کے دو اجلاس ہوئے۔ پہلا اجلاس حضرت مولانا خان محمد صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کے بعد حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل خطبہ

صدارتی دیا۔ تمام جماعتوں کے ذمہ دار حضرات نے سانحہ لیہ کے واقعات اور شیعہ جارحیت پر زبردست تنقید کرتے ہوئے زور دیا کہ لیہ اور ملک بھر کے کام کو آگے بڑھانے کیلئے زبردست مشترکہ جدوجہد شروع کی جائے۔

پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کا صدارتی خطبہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰے

حضرات گرامی!

میں آپ حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری دعوت پر اپنی گراں قدر مصروفیات چھوڑیں، سفر اور گرمی کی تکلیف برداشت کر کے تشریف لائے۔

آپ حضرات کو یہ زحمت اس لئے دی گئی کہ 19 جون کو تھل کے راہگزاروں میں انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کا ناحق خون بہایا گیا بغیر کسی جواز کے ان کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا۔ تین کارکن شہید اور بیسیوں زخمی ہوئے اور لیہ کی انتظامیہ نے قتل کے مقدمات بھی شہیدوں کے رفقاء کے خلاف قائم کر دیئے۔ پنجاب گورنمنٹ نے ان ظالم افسروں سے کوئی باز پرس نہیں کی بلکہ ان کو پورا تحفظ دیا جا رہا ہے۔ ان حالات کے متعلق ہم مل بیٹھ کر سوچیں اور کوئی متفقہ لائحہ عمل تیار کریں۔

اللہ تعالیٰ نے جن علماء کرام کو تبلیغ کے میدان میں کام کرنے کی سعادت بخشی ہے۔ وہ ہمیشہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے مختلف قسم کی پابندیوں سے دوچار ہوتے رہتے ہیں اور انہیں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں اور عوام یا جماعتوں کی طرف سے کوئی غیر معمولی ردعمل بھی نہیں ہوتا 12-13 جون کو جمن شاہ لیہ میں جلسہ تھا۔ 12 جون کو عشاء کے وقت مولانا حق نواز صاحب کی تقریر ہوئی اور اس اجلاس کے ختم ہوتے ہی پولیس نے پکڑ دھکڑ شروع کر دی۔ 32 افراد کیخلاف ایک سے زیادہ دفعات کے تحت مقدمہ درج ہوا۔

مولانا حق نواز سمیت سترہ کارکنوں کو اسی دن گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا حق نواز، مولانا عبدالصمد آزاد اور قاری محمد منور کیخلاف اس مقدمہ کے علاوہ تین تین ماہ کی ملتان جیل میں نظربندی کے بھی احکامات صادر ہوئے۔ الزام یہ تھا کہ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر بغیر اجازت کے استعمال ہوا اور مولانا حق نواز صاحب کے خلاف ضلع لیہ میں داخل نہ ہونے کے احکامات جاری ہوئے ہیں اور انہوں نے آ کر تقریر کر لی حالانکہ مولانا سے کوئی تعمیل نہیں کرائی گئی۔ اتنی سی بات

پر وسیع پیمانے پر گرفتاریاں اور تین ماہ کی نظر بندی کا کوئی جواز نہ تھا۔ اس صریح زیادتی کیخلاف 19 جون کو لیہ میں احتجاجی مظاہرے کرنے کا پروگرام بنا۔ 19 جون کو کئی اضلاع کی پولیس لیہ میں اکٹھی کر لی گئی۔ پورے ضلع کی ناکہ بندی کی گئی، مختلف مقامات سے مظاہرہ میں شرکت کیلئے آنے والے بسوں اور ویگنوں کو واپس کر دیا گیا۔ جھنگ سے آنے والا جلوس لیہ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ شہر میں پورے امن سے مظاہرہ ہوا اور مظاہرہ کے بعد ڈی سی لیہ نے سرکردہ حضرات کو بلا کر باقاعدہ مذاکرات کئے اور مولانا حق نواز صاحب کی رہائی کا بھی وعدہ کیا گیا۔ مظاہرین بڑے اطمینان اور خوشی کے عالم میں واپس ہوئے اور واپسی میں اتنا نظم و نسق قائم نہ رکھ سکے۔ پہلا قافلہ تین بسوں اور چند ویگنوں پر مشتمل تھا۔ یہ قافلہ چوبارہ کے قریب پہنچا تو سڑک بلاک تھا۔ ہر طرف سے پولیس کا محاصرہ تھا۔ بلوچ نیوی بھی موجود تھی۔ یہ رکے تو ان پر گولیوں کی بارش ہونے لگی۔ ایک قیامت برپا ہو گئی۔ اس مقام پر صوفی محمد بخش کبیر والا، عبد الغفار ساکن کبیر والا اور ضیاء الرحمٰن ساجد فیصل آبادی شہید ہوئے اور بہت سارے لوگ زخمی ہوئے۔ فائرنگ بند کرنے کے بعد پولیس نے ان کارکنوں کا گھیراؤ کر کے ان کو قابو میں لے لیا۔ نقدی اور گھڑیاں وغیرہ سب کچھ چھین لیا اور لاٹھیوں سے سب کو بے تحاشا مارا۔ متشرع لوگوں کی داڑھیاں نوچیں اور بعض بدبختوں نے یہ الفاظ بھی کہے کہ اب ابوبکرؓ و عمرؓ کو بلاؤ، وہ تمہاری مدد کریں۔ یہ کارروائی ساڑھے سات بجے شام سے ساڑھے دس بجے رات تک جاری رہی۔ پھر زخمی لوگوں کو رکھ کر باقی سب کو چھوڑ دیا گیا۔ چوک اعظم اور حیات مائنز کے قریب چاہ بھکس کے مقام پر بھی بغیر کسی جواز اور بغیر کسی وارننگ کے لاٹھیوں اور رائفلوں کے بٹوں سے کارکنوں کو پیٹا اور حراست میں لیا گیا۔ قتل اور مقدمہ قتل وغیرہ کے الزامات میں ایک سو سے زیادہ کارکنوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا۔

ان حالات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ حالات کو لیہ انتظامیہ نے جان بوجھ کر خود بگاڑا ہے اور اب قتل و غارت کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بری الذمہ ٹھہرانے کیلئے کئی قسم کے حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ تازہ اطلاع ہے کہ صوفی محمد بخش شہید کے ورثاء سے پولیس نے دستخط لئے ہیں اور انہیں خون بہا کی رقم کا جھانسہ دیا ہے۔ انتظامیہ کی تمام کوششیں اس خون کو دبا دینے کی ہیں۔

اگر ہم لوگوں نے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے بھرپور جدوجہد نہ کی اور اپنے طور پر رسمی

احتجاج کرتے رہے تو یہ خون بھی اسی طرح دبا دیا جائے گا جس طرح ماضی میں ہمارے خون رائیگاں جاتے رہے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں باب عمرؓ جھنگ کا قصہ ماضی قریب کا معاملہ ہے۔ کتنے اہل سنت کو گولیاں سے بھون دیا گیا۔ سیت پور وغیرہ میں کس بیدردی سے اہل سنت کو خاک وخون میں تڑپایا گیا۔ پچھلے سال محرم میں کبیر والا، خیر پور ٹامیوال، ڈیرہ اسماعیل خان اور لاہور کے مقامات پر اہل سنت کا کتنا خون بہایا گیا۔

ان کے علاوہ بھی آپ ایسے ہی خونی حادثات گنا سکتے ہیں لیکن آپ یہ نہیں بتا سکیں گے۔ آپ کا کوئی ایک قاتل بھی کیفر کردار کو پہنچا ہو۔ آج آپ حضرات واقعات کے اس پہلو پر غور فرمائیں کہ آپ کے خون کو اتنا سستا سمجھ لیا گیا ہے۔ آپ کے قاتل کیوں سزا نہیں پاتے۔ آپ کی چیخ و پکار اور فریاد کیوں بے اثر رہتی ہے۔

آپ اپنے گردوپیش اور عالمی حالات پر نظر ڈالیں تو آپ کو یہ بات ماننی پڑے گی کہ آج کے دور میں اسی آواز کا وزن مانا جاتا ہے جس کے پیچھے مضبوط قوت عمل کے ساتھ سیاسی قوت بھی کارفرما ہو۔ اب سے چند سال پہلے فقہ جعفریہ کے خالص مذہبی اور فقہی نام پر جس تحریک کا آغاز ہوا تھا باوجود ایک مذہبی حکومت کی پشت پناہی کے وہ سیاست کی وادی میں اترے بغیر کامیابی کا تصور نہیں کر سکتی۔ اپنے مدمقابل فریق کی اس تحریک کی چند سالہ کارروائیاں آپ کے سامنے ہیں۔ اگر آپ خلاف ادب نہ خیال فرمائیں تو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ان لوگوں کی آواز اتنی بے اثر نہیں رہی جتنی ہماری آواز بے وزن رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو دعوت وارشاد کے مبارک منصب پر فائز فرمایا ہے۔ آپ کی زبان بے شمار لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنتی ہے۔ آپ کی دینی خدمات اور کام کی عظمت کا ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مسائل کے حل اور مشکلات کے مقابلہ کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ کی تمام تنظیمیں ایسے امور کیلئے یکجان ثابت ہوں اور آپ کی وہ دینی جماعتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سیاسی وزن عطا فرمایا ہے وہ بھی آپ کی ہمنوا ہوں۔ آپ حضرات کی خدمت میں جو دعوت نامہ ارسال کیا گیا ہے اس میں اجلاس کا مقصد صرف لیہ کے سانحہ پر غور وخوض اور اس کے متعلق مشترکہ جدوجہد ہی لکھا گیا تھا لیکن آپ اس میں وسعت پیدا کرنے کے مجاز ہیں۔ اگر آپ حضرات ماضی کے تجربات کی روشنی میں غور فرماتے اور کوئی مستقل لائحہ عمل تجویز فرماتے تو یہ اور زیادہ خوشی اور اطمینان کی بات ہوگی۔ لیہ کا حادثہ نہ پہلا واقعہ ہے نہ آخری، ایسے حالات سے ہمیشہ سابقہ پڑتا رہتا ہے۔

اگر آپ مستقبل کیلئے کوئی مستقل اجتماعی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو اس سے ہمیشہ کیلئے متعلقہ امور میں بروقت راہنمائی فرماسکیں گے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰه

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا مل بیٹھنا قبول فرمائے اور ہمیں آپس کے اتحاد اور کامیابی اور قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

14 ذیقعد 1407ھ (11 جولائی 1987ء)

مشترکہ جدوجہد کیلئے ایک سنی کمیٹی کی تشکیل

مشترکہ جدوجہد کیلئے ایک سنی ڈیفنس کمیٹی قائم کی جائے جس کیلئے ایک کنونیئر متفقہ طور پر منتخب کرلیا جائے تاکہ اس کی سربراہی میں کام کو تیز سے تیز کردیا جائے تاکہ جلد از جلد تمام جدوجہد کے ثمرات مرتب ہوسکیں۔ ایکشن کمیٹی کے کنونیئر کیلئے مختلف نام سامنے آئے مگر کسی ایک نام پر اتفاق رائے نہیں ہوسکا۔

پورے ہاؤس نے طے کیا کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب جس کو کنونیئر نامزد کردیں۔ پورا ہاؤس اسے متفقہ طور پر کنونیئر منتخب کرلے گا مگر مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ میں ایسے نہیں کرسکتا۔ ووٹنگ کے ذریعے فیصلہ کرلیا جائے گا۔ ووٹنگ میں یہ طے ہوا کہ کنونیئر کیلئے نام پیش ہوچکے ہیں۔ براہ راست ووٹ دے دیئے جائیں جس کے ووٹ زیادہ ہوں گے مولانا خان محمد صاحب اپنا ووٹ اور غیر جانبدار ووٹ اس کو دے دیں گے۔

چنانچہ کنونیئر کے لئے نام سامنے تھے:

☆......سید عبدالمجید صاحب ندیم

☆......محمد ضیاء القاسمی (یعنی راقم الحروف)

13 ووٹ مجھے دیئے گئے (محمد ضیاء القاسمی)

غالباً 11 ووٹ حضرت مولانا خان محمد صاحب کو دیئے گئے کہ وہ جس کو پسند کریں اس کو دے دیئے جائیں۔

ایک ووٹ سید عبدالمجید شاہ صاحب کو ملا اور وہ ووٹ محمد ضیاء القاسمی کا تھا۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے اپنا اور اپنے تمام رفقاء کے ووٹ مجھے (یعنی محمد ضیاء القاسمی) کو دے دیئے۔ اس طرح پورے ہاؤس نے ووٹ کے ذریعے انتخاب کے ذریعے کثرت رائے سے پاکستان سنی ڈیفنس کمیٹی کا مجھے (یعنی محمد ضیاء القاسمی) کو کنونیئر منتخب کرلیا اور اس کا اعلان حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے فرمایا۔

اس پورے ہاؤس میں لطیفہ یہ تھا کہ جس جماعت انجمن سپاہ صحابہؓ اور اس کے کارکنوں کیلئے ان کے قائد مولانا حق نواز کی رہائی کیلئے یہ سب کچھ میں صرف اور صرف رضائے الٰہی کیلئے محنت اور جدوجہد اپنی جیب سے اخراجات خرچ کر کے کر رہا تھا۔ اس کے رکن مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے مجھے ووٹ نہیں دیا گویا کہ انجمن سپاہ صحابہؓ کے ایک رکن نے اس کوشش کو اور اس جدوجہد کو

میرے ہاتھوں سرانجام پانا منظور نہیں کیا۔

فاروقی صاحب کے علاوہ مولانا حق نواز اور پوری جماعت کی بھرپور تائید میرے حق میں تھی۔اس میں کیا راز تھا فاروقی صاحب ابھی تک اس سے پردہ نہیں اٹھا سکے۔

میرے اخلاص پر اللہ جانے انہیں اعتماد نہیں ہوگا کیونکہ میرا ہر لحہ سپاہ صحابہؓ اور مولانا حق نواز کی خدمت کیلئے وقف تھا اور وقف ہے۔مولانا فاروقی اس بات کو خوبی جانتے ہیں کہ میرے یا چند ایک علماء کے سوا ملک بھر کے علماء مولانا حق نواز کی خلوت اور جلوت میں مخالفت کرتے تھے اور ان کے مشن کی اب تک مخالفت کرتے ہیں۔آج نہیں تو قیامت کے دن ڈودھ کا ڈودھ اور پانی کا پانی ہو کر رہے گا۔

ڈیفنس کمیٹی نے فیصلہ کیا۔31 جولائی کو لیہ میں مظاہرہ کیا جائے جس میں تمام جماعتوں کے قائدین یا نمائندے شرکت کریں گے اور اس مظاہرے میں مولانا حق نواز کی رہائی اور سنی کارکنوں کی رہائی اور ان پر کیئے گئے مقدمات کی واپسی کا بھرپور مطالبہ کیا جائے۔

اور ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی ہوا کہ مولانا حق نواز اور ان کے رفقاء کی گرفتاری اور اسیری کو ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا جائے تا کہ قانونی طور پر بھی حکومت پنجاب اور لیہ کی ضلعی انتظامیہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے۔

سنی کنونشن میں شامل ہونیوالی جماعتیں، راہنما، شخصیات

11 جولائی 1987ء کو جو شخصیات سنی کنونشن ملتان میں شریک ہوئیں ان کے اسمائے گرامی:

1۔حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

2۔مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری (رحمتہ اللہ)

3۔مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

4۔مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب درخواستی

5۔مولانا محمد سلیمان صاحب طارقؔ امیر احیائے سنت پاکستان

6۔مولانا منظور الحق صاحب رحمانی جمعیۃ علمائے اسلام

7۔قاری حماد اللہ صاحب شفیق تحریک فقہ حنفیہ

8۔مولانا یار محمد صاحب عابد مرکزی مبلغ مجلس علمائے اہل سنت

9۔مولانا عبدالخالق صاحب جھنگ صدر

10۔مولانا عبدالقدوس صاحب ایم پی اے ڈیرہ اسماعیل خان
11۔مولانا عبدالرؤف صاحب ربانی خطیب جامع مسجد مکی رحیم یار خان
12۔مولانا سیف اللہ خالد جامعۃ المنظور الاسلامیہ لاہور
13۔منیر احمد صاحب فاروقی شبان اہل سنت پاکستان فیصل آباد
14۔مولانا فیض احمد صاحب جامعہ قاسم العلوم ملتان
15۔مولانا عبدالغنی صاحب کراچی انجمن سپاہ صحابہؓ
16۔مولانا محمد یوسف صاحب بہاولپور تحفظ حقوق اہل سنت
17۔حافظ محمد اکرم صاحب طوفانی، سرگودھا مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت
18۔ مولانا کرم الٰہی فاروقی، مبلغ تحفظ حقوق اہل سنت
19۔مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر، جمعیۃ علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)
20۔مولانا رشید احمد لدھیانوی، ناظم جمعیۃ علمائے اسلام پنجاب (فضل الرحمٰن گروپ)
21۔مولانا مفتی محی الدین صاحب چیئرمین تحریک نفاذ فقہ حنفیہ کراچی
22۔مولانا عبدالحی صاحب جامپوری صدر تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان
23۔مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب ناظم اعلیٰ تحفظ حقوق اہل سنت
24۔مولانا اسفندیار صاحب جنرل سیکرٹری سوادِ اعظم اہل سنت کراچی
25۔مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آباد
26۔مولانا محمد حسین صاحب مبلغ تحفظ حقوق اہل سنت
27۔حافظ سلطان احمد صاحب مبلغ ونعت خواں تحفظ حقوق اہل سنت
28۔پروفیسر دلاور حسین نیازی انچارج سپاہِ فاروقِ اعظمؓ پاکستان
29۔مولانا محمد حسین صاحب حیدر صدر المبلغین حقوق اہل سنت پاکستان
30۔جناب محمد شکیل خان صدر سپاہ فاروق اعظم ملتان
31۔مولانا غلام سرور شاکر، مبلغ حقوق اہل سنت مظفر گڑھ
32۔مولانا خدا بخش صاحب خطیب اعظم ربوہ ضلع جھنگ
33۔مولانا سلطان محمود صاحب ضیاء صدر انجمن سپاہ صحابہؓ ملتان
34۔صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب نائب ناظم جمعیۃ علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)

35۔ محمد سعید خان صاحب راولپنڈی
36۔ صاحبزادہ خلیل احمد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں
37۔ صاحبزادہ محمد عابد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں
38۔ جناب ابو معاویہ محمد احمد صاحب
39۔ ابوالرشید، غلام کبریا صاحب ضلعی سیکرٹری سپاہ صحابہؓ رحیم یار خان
40۔ شیخ عزیز الرحمٰن صاحب نائب صدر حقوق اہل سنت پاکستان ڈیرہ اسماعیل خان
41۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدرسہ اشرف المدارس لیہ
42۔ مولانا محمد اسلم صاحب نیازی مبلغ حقوق اہل سنت پاکستان
43۔ مولانا عبدالحق صاحب مجاہد صدر سنی ڈیفنس کمیٹی ملتان
44۔ چودھری شبیر احمد خان صاحب کنوینر سنی ڈیفنس کمیٹی ڈیرہ اسماعیل خان
45۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مسجد تقویٰ جھنگ
46۔ مولانا محمد حیات تونسوی صاحب جھنگ
47۔ مولانا محمد اشرف صاحب مبلغ مدرسہ اشرف العلوم فقیر والی
48۔ مولانا بشیر احمد صاحب شورکوٹ
49۔ جناب محمد اکرم صاحب صدیقی جھنگ
50۔ مولانا غلام حسین صاحب جھنگ
51۔ مولانا ولی محمد صاحب فقیر والی ضلع بہاولنگر
52۔ مولانا سید صادق حسین شاہ صاحب جھنگ صدر
53۔ مولانا عبیداللہ صاحب ازہر بہلوی
54۔ مولانا محمد لقمان صاحب علی پوری
55۔ سید کفیل بخاری صاحب مجلس خدام صحابہ ملتان
56۔ جناب ریاض الحسن صاحب گنگوہی، ڈیرہ اسماعیل خان
57۔ مولانا اللہ وسایا صاحب مبلغ ختم نبوت پاکستان
58۔ مولانا سید منظور احمد شاہ صاحب حجازی مجلس علمائے اہل سنت
59۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت

60۔ مولانا عارف سیال صاحب تنظیم اہل سنت پاکستان

61۔ جناب محمد زاہد صاحب جمعیۃ علمائے اسلام ڈیرہ اسماعیل خان

62۔ مولانا محمد اجمل قادری صاحب صدر جمعیۃ علمائے اسلام پنجاب

63۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب قائم سرپرست انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان

64۔ مولانا ایثار القاسمی صاحب مرکزی کنونیئر انجمن سپاہ صحابہؓ پاکستان

65۔ مولانا غلام قادر صاحب ناظم اعلیٰ تنظیم اہل سنت پاکستان

66۔ مولانا عطاء المنعم صاحب ختم نبوت اکیڈمی

67۔ قاری عبدالغفار صاحب خیر المدارس ملتان۔

الحمدللہ!

سنی کنونشن نمائندگی کے اعتبار سے ملک بھر کا نمائندہ اجتماع تھا اور شیعہ جارحیت کے متعلق پورے اجلاس کی رائے تھی کہ اس کو روکنے کیلئے ملک میں پوری مستعدی سے جدوجہد کرنی چاہئے اور حکومت نے جو جانبدارانہ رویہ اپنائے رکھا ہے اس کا مشترکہ طور پر مقابلہ کیا جائے اور اصحابِ رسول کے خلاف تبرا اور صحابہ کرام کی توہین ناقابل برداشت ہے اس کا سدباب ہونا چاہئے۔ ماتمی جلوس مستقل فساد اور لڑائی جھگڑے اور جنگ وقتال کا باعث ہیں ان پر مکمل پابندی ہونی چاہئے۔

پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دینے اور مولانا حق نواز کی غیر مشروط رہائی، انجمن سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر مظالم اور جھوٹے مقدمات کی اپیل کی گئی اور انتظامیہ لیہ کے رویہ کی بھرپور مذمت کی گئی۔ پورے اجلاس نے 31 جولائی کو لیہ میں سنی ایکشن کمیٹی کی طرف سے مظاہرے کا فیصلہ کر کے اس کا اعلان کر دیا اور طے پایا کہ آئندہ تاریخ میں کسی دن سنی ایکشن کمیٹی کا اجلاس کیا جائے گا جس میں لیہ کے مظاہرے کا طریق کار اور روٹ اور تمام امور اور تفصیلات طے کی جائیں گی۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کی دعا پر اجلاس ختم ہوا۔ اسی اجلاس میں ایک سنی ایکشن کمیٹی قائم کر دی گئی جس کا چیئرمین مجھے (یعنی محمد ضیاء القاسمی) کو منتخب کر لیا گیا۔ اس طرح یہ تاریخی انقلابی اجلاس ختم ہو گیا جس سے سنی نوجوانوں کے حوصلوں کو جلا ملی۔

انجمن سپاہ صحابہؓ نے 31 جولائی کو لیہ میں ہونیوالے مظاہرے کا اعلان ایک اشتہار کے ذریعے کر دیا۔

سواد اعظم اہلسنت پاکستان میں علامہ قاسمیؒ کا کردار

پاکستان میں قادیانیت، رافضیت اور رضاخانیت نے ہمیشہ تخریب کاری کیلئے متحدہ اتحاد قائم رکھا ہے۔ دہشت گردی کے ہر واقعے میں کسی نہ کسی طرح تینوں میں سے کوئی ایک ضرور شامل رہا ہے۔

بھٹو دور سے تکفیر بازی نے عروج پکڑا اور علمائے دیوبند خصوصی طور پر اس کی زد میں آئے۔ رضاخان راہب کبھی مسئلہ ختم نبوت، مسئلہ ناموس صحابہ بیان نہیں کرتے کیونکہ اس میں جان کا بھی خطرہ ہے۔ رضاخان ٹولہ کے تکفیر سازی کی گرم بازاری کو شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، فخر المقررین شورش کاشمیریؒ، موحد اعظم علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ، مناظر اسلام مولانا محمد یوسف رحمانیؒ نے خاک میں ملایا۔

مولانا سردار احمد رضوی کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی نے جب اس سلسلے کو دوبارہ شروع کیا تو مفکر اسلام مفتی محمود کی مشاورت سے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے خطیب یورپ وایشیا علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ کے پرزور اصرار پر ''سواد اعظم اہل سنت پاکستان'' کے قیام کا اعلان کر دیا جس کے مطابق متفقہ طور پر مندرجہ ذیل عہدوں کیلئے ناموں کا اعلان کیا گیا۔

صدر	بقیۃ السلف میاں سراج احمد دین پوری
نائب صدر اول	مجاہد ملت مولانا عبدالقادر ڈیروی
نائب صدر دوم	تاج الخطباء علامہ عبدالشکور دین پوریؒ
جنرل سیکرٹری اول	شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ
جنرل سیکرٹری دوم	خطیب یورپ وایشیا علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ
ڈپٹی جنرل سیکرٹری	سیف بے نیام مولانا محمد لقمان علی پوریؒ
سیکرٹری اطلاعات	استاذ المحدثین مولانا سلیم اللہ خان
قانونی مشیر	قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ
سیکرٹری مالیات	میاں فضل حق مرحوم

پریس کانفرنس کے بعد تمام اخبارات میں سواد اعظم اہل سنت پاکستان کے قیام نے ہنگامہ برپا کر دیا اور چاروں صوبوں کے دارالحکومتوں میں کانفرنسوں کا اعلان کر دیا۔

کراچی میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی جامع مسجد میں جلسہ عام ہوا۔ مولانا سلیم اللہ خان اور مولانا اسفندیار خان نے قائدین کا استقبال کیا جہاں شیخ القرآنؒ نے تاریخی خطاب

کیا۔ حیدر آباد، نواب شاہ اور سکھر کے دوروں میں شیخ القرآنؒ کے علاوہ علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، مولانا احسان اللہ فاروقی شہیدؒ، قاری حماد اللہ شفیقؒ، قاری نور الحق قریشی بھی شریک تھے۔ الغرض سندھ کے پہلے دورے ہی سے نورانی میاں اور ان کی تکفیری پارٹی کے چھکے چھوٹ گئے۔ سندھ کے اکثر شہروں میں وعدے کے مطابق مولانا عبدالشکور دین پوریؒ تشریف نہ لائے کیونکہ انہیں ان کی مجلس تحفظ حقوق اہل سنت کے ناظم سید عبدالمجید ندیمؒ نے منع کر دیا تھا کہ جس جماعت اور جلسہ میں علامہ قاسمیؒ ہوں اس میں شرکت نہیں کرنی اور یوں بار بار شیخ القرآنؒ کے کہنے کے باوجود مولانا دین پوریؒ کسی پروگرام میں شامل نہ ہوئے حتیٰ کہ صدر اپنے ناظم سے اتنا ڈرا کہ سواد اعظم اہل سنت ہی کو خیر باد کہہ دیا۔

کوئٹہ میں قائدین کا شیخ القرآنؒ کے ہمراہ مولانا محمد یعقوب ثردوی، مولانا عبدالقادر، مولانا عبدالواحد نے استقبال کیا اور پریس کانفرنس سے شیخ القرآن نے خطاب کیا۔ خضدار میں تاریخی استقبال ہوا جس سے شیخ القرآن اور علامہ قاسمیؒ نے خطاب کیا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور میں کنونشن میں دو ہزار علماء نے شرکت کی۔ لارڈ ہوٹل میں شیخ القرآن نے پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔ فیصل آباد، ملتان، ساہیوال، بہاولنگر اور رحیم یار خان میں شیخ القرآن کے ہمراہ علامہ قاسمیؒ نے دورے کیے جس سے رضا خان ٹولے پر قیامت برپا کر دی۔

بالآخر وہ دن بھی آ گیا جب مولانا شاہ احمد نورانی نے مفتی محمودؒ سے لجاجت سے کہا کہ شیخ القرآن اور علامہ قاسمیؒ کو روکا جائے۔ دونوں نے ہمارے خلاف طوفان برپا کر رکھا ہے۔ یہی احساس تھا جو قائدین نورانی میاں اور رضا خانیوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔

سواد اعظم اہل سنت پاکستان جوں جوں چھاتی گئی کچھ مقدس چہرے اس سے خائف ہو گئے اور پس منظر میں چلے گئے مگر شیخ القرآن اور ان کے قابل فخر شاگرد نے علامہ قاسمیؒ نے ہمت نہ ہاری یہاں تک کہ رضا خان راہب بلوں میں گھس گئے۔ شیخ القرآن اور علامہ قاسمیؒ نے پاکستان میں ایک تازہ بہار کو جنم دیا۔ الغرض رضا خانیت کی تردید کیلئے سواد اعظم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے علامہ قاسمیؒ نے بحیثیت جنرل سیکرٹری دوم جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں آج کل اس کی قیامت مولانا اسفندیار خان کر رہے ہیں۔

جمعیت علماء اسلام میں علامہ قاسمیؒ کا جرأت مندانہ کردار

13 دسمبر 1949ء کو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان کا انتقال ہوگیا۔ کئی سالوں کے غور وفکر کے بعد 8-9 اکتوبر 1956ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں علماء کرام کا ایک اجتماع ہوا جس میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، بابائے جمعیت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، جامع الخیرات مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ القرآن غلام اللہ خانؒ، مفکر اسلام مفتی محمودؒ، خطیب یورپ وایشیا علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ، خطیب اسلام مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ، داعی اتحاد علامہ داؤد غزنوی مرحوم، فخر اہل سنت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ، علماء نے شرکت کی جس میں جمعیت علماء اسلام پاکستان کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کو امیر اور انہی کے اصرار پر مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو ناظم اعلیٰ چنا گیا۔ 4 مارچ 1961ء کو مولانا احمد علی لاہوریؒ کا انتقال ہوگیا اور حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کو امیر منتخب کرلیا گیا۔ بابائے جمعیت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ نے مل کر پورے ملک کے دورے کیے اور دیکھتے ہی دیکھتے جمعیت ہر دیوبندی کے دل کی آواز بن گئی۔

5-4-3 مئی 1968ء میں تین روزہ تاریخی آئین شریعت کانفرنس موچی دروازہ لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کیلئے علامہ قاسمیؒ نے جو جدوجہد اور محنت کی وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ آپ ہی کی محنت کا نتیجہ تھا کہ اس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی اور ثابت کردیا کہ دینی محاذ پر علمائے دیوبند کی متحدہ قوت صرف جمعیت علماء اسلام ہے لہٰذا سیکولر جماعتوں سے مقابلہ کرنے کیلئے اور دینی قیادت کو برسر اقتدار لانے کیلئے جمعیت ہی کے جھنڈے تلے جمع ہونا پڑے گا۔ اس کانفرنس میں موچی دروازہ سے لے کر شیرانوالہ گیٹ تک لوگ ہی لوگ تھے۔

1970ء کا انتخابی دور جمعیت علماء اسلام کی بے پناہ قوت، سیاسی بالغ نظری، عوامی مقبولیت کا دور تھا۔ یحییٰ خان نے عام انتخابات کا اعلان کردیا اور علامہ قاسمی میدان سیاست میں قومی اسمبلی کی سیٹ سے کود پڑے۔ آپ کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے مختار احمد رانا، مسلم لیگ کے میاں زاہد سرفراز اور جماعت اسلامی کے مفتی سید سیاح الدین کاکاخیلؒ کے ساتھ تھا۔ علامہ قاسمیؒ، مولانا سید گل بادشاہؒ، مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، قاری محمد سلیمان طارقؒ، مولانا محمد امیر بجلی گھر اپنا امام مولانا غلام غوث ہزاروی کو سمجھتے تھے اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کے سخت مخالف تھے۔

ادھر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ ہم جماعت اسلامی کے کسی امیدوار کی حمایت نہیں کریں گے۔ چنانچہ علامہ قاسمیؒ نے اپنی سیاسی تقاریر میں امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی اور اپنے استاد اور مدمقابل امیدوار مفتی سید سیاح الدین کا کاخیلؒ پر سخت تنقیدیں کیں اور فیصل آباد کی سیاسی فضا کو گرما کر رکھ دیا۔

سیاست بھی عجیب شے ہے جس میں بیگانے اپنے بن جاتے ہیں اور اپنے پرائے ہو جایا کرتے ہیں۔ علامہ صاحبزادہ انوار الحق وفا کے والد محترم شیخ التفسیر مولانا محمد اسماعیل کیلئے بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا کہ کیا کریں۔ ایک طرف استاد مفتی سید سیاح الدین کا کاخیلؒ ہیں اور دوسری طرف دوست علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا حل اچھا تلاش کیا ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں استاد کا خطاب مسجد میں کروا دیا دوست کا خطاب کارنر میٹنگ کی شکل میں کرا دیا یوں دونوں کے ساتھ وفا کر دی۔

علامہ قاسمیؒ اپنی حمایت کے سلسلے میں ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے سابق ایڈیٹر، سرمایہ دیوبند علامہ مجاہد الحسینی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ الیکشن نہ لڑیں کیونکہ بریلوی اور اہل تشیع آپ کے سخت مخالف ہیں۔ جماعت اسلامی کو آپ نے خود اپنا مخالف بنا لیا ہے اس لئے آپ الیکشن نہ لڑیں۔ مگر علامہ قاسمیؒ نے قسمت آزمائی کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ استاد بھی ہار گیا اور شاگرد بھی ہار گیا سیٹ دوسرا لے گیا۔ اپنے اس تجربہ اول و آخر کے متعلق علامہ قاسمیؒ اکثر کہا کرتے تھے جب مختلف پولنگ سٹیشنوں سے رزلٹ آیا تو میرے نامہ اعمال میں لکھا تھا:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

بابائے جمعیت اس وقت بڑھاپے کی وجہ سے جماعتی کاموں کو کم وقت دیتے تھے۔ چنانچہ مفتی محمودؒ جنہیں بابائے جمعیت نے قائد جمعیت کا خطاب دیا تھا ناظم اعلیٰ بنوا دیا۔ جب سرحد کے گورنر بننے کا وقت آیا اور نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) نے اصرار کیا کہ گورنر مفتی محمودؒ بنیں تو بابائے جمعیت نے سختی سے روکا کہ گورنر سرحد کیلئے ارباب سکندر خان خلیل کا نام پیش کر دیں پھر وزیر اعلیٰ سرحد مفتی محمودؒ بنے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ 29 اپریل 1972ء کو ارباب سکندر خان خلیل اور یکم مئی 1972ء کو مفتی محمودؒ نے بالترتیب گورنر سرحد اور وزیر اعلیٰ سرحد کے عہدوں کا حلف اٹھا لیا۔ اس کے بعد جب پشاور میں یوم تشکر منایا گیا تو علامہ قاسمیؒ پنجاب کے ناظم اعلیٰ ہونے کی حیثیت

سے ہزاروں بسوں کا جلوس لے کر پشاور گئے۔ اٹک کے پل سے لے کر نوشہرہ تک لمبا جلوس تھا۔ قائد جمعیت نے مفتی محمودؒ کو اٹک سے پشاور لے جایا گیا۔ عبدالولی خان نے جب یہ تاریخی جلوس دیکھا تو علامہ قاسمیؒ کو سینے سے لگا کر مبارکباد دی۔

18 فروری 1973ء کو مفتی محمودؒ نے جمعیت کے مشورے کے بغیر ہی وزارت اعلیٰ سرحد سے استعفیٰ دیدیا۔ اس کے بعد اس پر غور کرنے کیلئے لاہور میں اجلاس طلب کیا گیا حالانکہ یہ اجلاس استعفیٰ دینے سے پہلے ہونا چاہئے تھا۔ علامہ قاسمیؒ کی اب رائے یہ تھی کہ مستقبل میں نیشنل عوامی پارٹی نیپ کے ساتھ سمجھوتہ قائم نہ رکھا جائے اور کسی بھی ایسے متحدہ محاذ میں شمولیت نہ کی جائے جس میں جماعت اسلامی شریک ہو۔ اجلاس سے قبل امیر جمعیت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے علامہ قاسمیؒ کو حاجی دستگیر کی کوٹھی پر بلایا اور ان کا موقف معلوم کیا تو انہوں نے صاف کہا کہ ''مفتی محمودؒ نے جو استعفیٰ دیا ہے وہ جماعتی اصولوں کے خلاف ہے اور مفتی محمودؒ کی یہ عادت ہے کہ گھر سے فیصلہ کر کے آتے ہیں اور پھر اسے جماعت سے منواتے ہیں۔ مفتی محمودؒ نے استعفیٰ دینے سے پہلے جماعت سے مشورہ نہیں کیا لہٰذا اب اس پر بحث و تمحیص فضول ہے اور اب نیپ سے معاہدہ برقرار رکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں کیونکہ نیپ نے ہمارے ساتھ دور وزارت میں نہایت ہی جانبدارانہ بلکہ معاندانہ رویہ رکھا ہے اس لئے اب نیپ سے معاہدہ ختم کر دینا چاہئے اور ساتھ ہی کسی ایسے متحدہ محاذ میں شریک نہیں کرنا چاہئے جس میں جماعت اسلامی شریک ہو۔''

علامہ قاسمیؒ کا موقف سن کر مولانا درخواستیؒ نے کہا کہ ''میرا اور دیگر رفقاء کا بھی یہی موقف ہے لیکن اس کو مفتی محمودؒ کے سامنے پیش کرنے سے ہر کوئی ہچکچاہٹ محسوس کر رہا ہے۔ آپ مجلس شوریٰ میں اپنے اس موقف کو پیش کریں ہم آپ کی تائید کریں گے۔''

امیر جمعیت نے جب تائید کا وعدہ کیا تو علامہ قاسمیؒ میں ضرور ہمت پیدا ہو گئی۔ آپ نے 1956ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں مفتی محمودؒ سے مسلم پڑھی تھی اور 1956ء سے لے کر 1973ء تک خاصی بے تکلفی پیدا ہو چکی تھی۔ چنانچہ علامہ قاسمیؒ نے ناظم اعلیٰ پنجاب کی حیثیت سے رائے کا اظہار کیا جس پر ایک سناٹا طاری ہو گیا۔ مفتی محمودؒ نے علامہ قاسمی کو ڈانٹتے ہوئے کہا یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ علامہ قاسمیؒ نے عرض کیا ادب کے ساتھ میں جماعت کے شوریٰ میں اپنی رائے کا اظہار کر رہا ہوں۔ اس پر مفتی محمود غصے میں آ گئے اور کہنے لگے، بیٹھ جاؤ۔ اس عالم میں امیر جمعیت مولانا درخواستیؒ نے علامہ قاسمیؒ کی وعدہ کے باوجود تائید نہ کی اور نہ ہی کسی نے آواز حق

بلند کی۔ جب اجلاس میں افراتفری اور انتشار پیدا ہو گیا تو امیر جمعیت نے اپنا وہی وعظ شروع کر دیا جو ان کی خاص عادت ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد ناظم جمعیت مفتی محمودؒ نے علامہ قاسمیؒ سے رخ موڑ لیا اور قائد جمعیت نے فرمان شاہی جاری کر دیا کہ علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ کو 3 سال کیلئے جمعیت علماء اسلام سے خارج کیا جاتا ہے اور ان کی بنیادی رکنیت بھی خارج کی جاتی ہے اور اس فرمان شاہی کو اخبارات میں شائع کرا دیا۔ مفتی محمودؒ کے ہمراہ مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور مولانا عبیداللہ انورؒ نے بھی اخباری بیانات میں اس فرمان شاہی کی تائید کی۔

اس کے بعد علامہ قاسمیؒ پر الزامات کا سلسلہ حاسدوں نے شروع کر دیا کہ ملوں کے لائسنس یا روٹ پرمٹ حاصل کیے، آٹے کے ڈپو لیے، زمین حاصل کی۔ حنیف رامے اور مصطفیٰ کھر کے ہاتھوں بک گیا۔ کوثر نیازی نے اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت دے کر زبان بند کرا دی ہے۔ بکاؤ مال، حکومت کا ایجنٹ، زر پرست، دشمن اسلاف الغرض جتنے منہ اتنی زبانیں۔

علامہ قاسمیؒ سے قبل 1972ء میں مولانا ہزارویؒ کو مولانا درخواستیؒ نے مولانا عبیداللہ انورؒ، مولانا محمد اجمل خانؒ، مولانا حامد میاںؒ، قاضی محمد سلیم وغیرہ کی 17 اگست 1972ء کی درخواست کے بعد جمعیت سے خارج کر دیا اور ان کے ہمراہ مولانا عبدالحکیم امیر راولپنڈی اور مولانا عبدالحقؒ کو بھی خارج کر دیا۔ اس کے بعد بابائے جمعیت نے جمعیت علماء اسلام (ہزاروی گروپ) بنالی جس کا علامہ قاسمیؒ نے بھرپور ساتھ دیا اور پنجاب کے امیر نامزد ہوئے اور جماعت اسلامی، متحدہ جمہوری محاذ، نیشنل عوامی پارٹی کی مخالفت شدت سے شروع کر دی اور بابائے جمعیت کی وفات 3 فروری 1981ء تک ان کے ہمراہ ان کے مشن کو جاری رکھا۔

2 مارچ 1977ء کو جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے علامہ قاسمیؒ کا ایک تاریخی کام بھٹو آمریت کیخلاف کفن پوش جلوس نکالنا بھی ہے جس میں آپ کو بندوقوں کے بٹ مار مار کر لہولہان کر دیا گیا تھا مگر آپ اپنے موقف سے پھر بھی باز نہیں آئے تھے۔ فیصل آباد کی تاریخ میں اس تاریخی جلوس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے اسلامی نظریاتی کونسل سے استعفیٰ دیدیا اور جلوس نکالنے پر گرفتار کر لئے گئے۔

علامہ قاسمیؒ نے اپنی زندگی میں وہ وقت بھی دیکھا کہ جن کے ذمے جلوس کا انتظام کرنا اور رکشوں پر اعلان کرنا ہوا کرتا تھا اور جو "خدام الدین" بانٹا کرتے تھے وہ یکا یک جمعیت کی قیادت پر قابض ہو گئے۔ بابائے جمعیت کی ایسی آہ جمعیت کو لگی جمعیت مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع

الحق، میاں اجمل قادری کے تین گروپوں میں تقسیم ہوگئی اور پھر تاریخ نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ جو الزامات بابائے جمعیت اور خطیب یورپ وایشیا پر لگا کرتے تھے تینوں گروپوں کے رہنمائوں نے ایک دوسرے پر لگانے شروع کر دیئے۔ ان حالات کے بعد علامہ قاسمیؒ عملی طور پر سیاست سے کنارہ کش ہو گئے مگر مولانا سمیع الحق اور میاں اجمل قادری کے ساتھ مولانا فضل الرحمٰن کی نسبت تعلق خاصا اچھا رہا۔ زندگی کے آخری دو سال علامہ قاسمیؒ نے جلسوں اور دوروں سے بھرپور گزارے اور اس سلسلہ میں مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن سے اکثر ملاقاتیں بھی رہیں۔ ایک اجلاس میں مولانا فضل الرحمٰن نے کالعدم سپاہ صحابہؓ کی پرتشدد پالیسیوں اور طریقے پر سخت تنقید کی تو علامہ قاسمیؒ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا اپنی تعصبانہ روش سے باز آجاؤ یاد کرو تم وہی ہو جسے میں چونڈی مار کر کہا کرتا تھا اور "فجو"۔ میاں اجمل قادری کے ساتھ علامہ قاسمیؒ کا تعلق دونوں حضرات کی نسبت گہرا اور مضبوط تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ علامہ قاسمیؒ ان کے والد مولانا عبداللہ انورؒ کے ساتھ جمعیت میں بھرپور کام کرتے رہے۔ دوسرا علامہ قاسمیؒ کے والد مولانا عبدالرحیمؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ سے متاثر تھے۔ یہ دو نسبتیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے علامہ قاسمیؒ میاں اجمل قادری کو بہت چاہتے تھے اور جماعتی سطح پر ان کی سرپرستی اور اصلاح بھی کرتے رہتے تھے۔ دیوبند کانفرنس پشاور کے مقابلے میں جب میاں اجمل قادری، علامہ مجاہد الحسینی، صاحبزادہ انورالحق وفا، علامہ قاسمیؒ نے پریس کلب لاہور میں پریس کانفرنس کرکے کراچی میں دیوبند کانفرنس کا اعلان کیا تو اس پر ایک دھماکہ ایسا ہوا کہ دونوں گروپ لرز اٹھے۔ 25 رمضان کو میاں اجمل قادری نے جامعہ قاسمیہ فیصل آباد میں علامہ قاسمیؒ کی دعوت پر خطاب کیا اور 2 شوال کو علامہ قاسمیؒ 16 سال گردوں کی تکلیف میں مبتلا رہنے کے بعد رضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

علامہ قاسمیؒ اور علماء کونسل کا اعلیٰ سطح اجلاس

تحریر: صاحبزادہ انوار الحق وفا

17 جولائی 1999ء کو جامعۃ العلوم اسلامیہ کراچی میں علماء کونسل کا اعلیٰ سطحی اجلاس منعقد ہوا جس میں کثیر دیوبندی تنظیموں کے نمائندے شریک ہوئے۔ سپاہ صحابہؓ کی نمائندگی علامہ محمد ضیاء القاسمیؒ چیئرمین سپریم کونسل سپاہ صحابہؓ پاکستان اور علامہ محمد اعظم طارق صدر سپاہ صحابہؓ نے کی۔ قائدین سپاہ صحابہؓ کے خطبات اور تجاویز کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

علامہ ضیاء القاسمی:

مجھے بہت خوشی ہے کہ آج دیوبندی مسلک کی کثیر تنظیموں کے نمائندے آپس میں مل بیٹھے ہیں۔ اتحاد و یگانگت کی یہ فضا اگر ایسے ہی قائم رہی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت پاکستان میں نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کو نہیں روک سکتی۔

میں کوئی نیا آدمی نہیں ہوں۔ آپ خوب اچھی طرح میرے ماضی سے واقف ہیں۔ میں نے تحریکیں دیکھی ہیں۔ ان میں حصہ لیا ہے اور تحریکیں چلانے کا تجربہ بھی کئی بار کر چکا ہوں اور کامیابی بھی حاصل کی ہے۔ اگر آپ کا یہ عزم مصمم ہے کہ ہم نے ہر حال میں ہر قیمت پر علامہ محمد یوسف لدھیانوی کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے تاکہ علماء کے قتلوں کا سلسلہ بند ہو سکے تو آپ کو قربانی دینا ہوگی۔ آپ کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنا ہوگی۔ صوفیانہ روش کی بجائے مجاہدانہ کردار ادا کرنا ہوگا۔ حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ کانٹوں بھرے راستے پر چلنا ہوگا۔ اگر آپ کو یہ بات منظور ہے تو میں تجاویز پیش کر دیتا ہوں ورنہ کوئی ضرورت نہیں کہ میں بلاوجہ اپنا اور آپ کا وقت ضائع کروں، کمزور دل لوگ سنگینی حالات کا شکوہ کیا کرتے ہیں بہادر اور باکردار لوگ ایسے بہانے نہیں تراشا کرتے۔

جذبہ کوہ کنی ہو تو رکاوٹ نہیں بنتے کوہسار
عزم سنگین ہو تو سنگینی حالات کوئی بات نہیں

☆☆☆

علامہ محمد یوسف لدھیانوی کے کیس میں جو پیش رفت ہوئی ہے اس کے بارے میں مجھے ساتھیوں نے تفصیلی طور پر بریف کیا ہے۔ میں نے ان تمام باتوں کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

لدھیانوی کے قاتلوں کی گرفتاری میں تاخیر ہماری سستی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ ہم نے قاتل نامزد کر دیئے ہیں۔ انتظامیہ کے پاس نام پہنچ چکے ہیں لیکن تا حال اصل گرفتاری کے احکامات سے بھی دور ہیں۔ اگر ہم دیکھیں تو یہ صرف ہماری طرف سے دباؤ کی کمی ہے کیونکہ یہ ہماری ستم ظریفی ہے کہ ملا کو اس معاشرے کے اندر ایک بے قیمت آدمی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت میں ملا دنیا کے اندر بڑی قیمتی چیز ہے۔ حکومت لدھیانوی کیس کو سرد خانے میں ڈالنا چاہتی ہے لیکن ہم نے حکومت کو یہ باور کرانا ہے کہ ملا لاوارث نہیں ہے بلکہ یہ تو خود خاتم النبیین کا وارث ہے لہٰذا ملا کا خون آسانی سے ہضم نہیں ہونے دیں گے۔ حکومت پر دباؤ بڑھانے کیلئے میری یہ تجاویز ہیں:

1:۔ ملک بھر میں جمعہ کے اجتماعات کے دوران لدھیانوی کے قاتلوں کی عدم گرفتاری پر شدید احتجاج اور قرارداد مذمت پاس کی جائے۔ میڈیا کے ذریعے اپنا پرزور احتجاج حکومت کو پہنچایا جائے۔

2:۔ کراچی کی سطح پر علماء کا وسیع پیمانے پر کنونشن بلایا جائے۔ یہ کنونشن اس قدر بھرپور ہو کہ اس کی افرادی تعداد سے حکومت کا پتہ پانی ہو جائے۔ آخر میں لدھیانوی کے قاتلوں کی عدم گرفتاری پر شدید ترین احتجاج کیا جائے۔

3:۔ کراچی میں بہت وسیع پیمانے پر احتجاجی مظاہرہ جلوس کی شکل میں کیا جائے جس کی قیادت علماء کونسل کے اراکین کریں۔

اگر میری ان تجاویز پر عمل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ چند دنوں میں لدھیانوی کے قاتل تختہ دار پر لٹکے ہوئے نظر نہ آئیں۔

آخری بات یہ ہے کہ ہم نے صرف مدارس کی عمارتوں کا ہی نہیں بلکہ ان کے وقار کا بھی تحفظ کرنا ہے۔ اس کیلئے میں وفاق المدارس سے کہوں گا کہ وہ اپنی پراسرار خاموشی کو ختم کر کے اپنا کردار ادا کرے۔ ہم نے وفاق المدارس کو اپنا نمائندہ اس لئے بنایا ہے کہ وہ مدارس کی طرف اٹھنے والے ہر ناپاک قدم کو توڑ دے۔

فضل الرحمٰن سمیت جن لوگوں کو سپاہ صحابہؓ کے مشن یا طریقہ کار سے اختلاف ہے وہ ٹیبل ٹاک کے ذریعے کھل کر ہمارے ساتھ بات کریں۔ ہمارا مشن موقف دوٹوک اور واضح ہے۔ آپ حضرات اپنی تسلی کیلئے فقیہان کرام کا ایک اجلاس بلا کر اس میں شیعہ کے کفر پر بحث کریں اور ہمارے دلائل سننے کے بعد فیصلہ صادر کر دیں۔

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ:

میرے دلی جذبات یہ ہیں کہ آج تمام علمائے دیوبند کو ایک مجلس میں اکٹھے کر دل باغ باغ ہو رہا ہے۔ اللہ دیوبند کے گلشن کو سدا مہکتا رکھے۔ مخدوم العلماء علامہ ضیاء القاسمی نے جو بنیادی تجاویز پیش کی ہیں میں ان کی مکمل تائید اور حمایت کرتا ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے عدم دباؤ کی وجہ سے حکومت اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ ملا کا خون اس قدر ارزاں ہے کہ آسانی سے ہضم کیا جاسکتا ہے۔ حکمرانوں کو یہ علم نہیں کہ ملا کا خون نوید انقلاب بنا کرتا ہے۔ اس خون شہیداں کی سرخی سے اسلامی نظام کی راہیں ہموار ہوا کرتی ہیں۔ ہم اتنا قیمتی خون ایسے ہی ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ حکومت پر ہماری نرمی کا نتیجہ ہے کہ ہم حق نواز جھنگوی، ایثار القاسمی، ضیاء الرحمٰن فاروقی، شعیب ندیم، حبیب اللہ مختار، محمد یوسف لدھیانوی جیسی شخصیات سے محروم ہو چکے ہیں۔ اگر ہم نے بہت پہلے ہی متحد ہو کر علماء کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا سوچا ہوتا تو ہمیں ان لوگوں سے محروم نہ ہونا پڑتا۔

ہمیں یہ فیصلہ کر لینا چاہئے کہ حکومت ہمیں جن کرائے کے کھلونوں سے خوش کرنا چاہتی ہے وہ ناممکن ہے۔ ہم نے جو اصل قاتل نامزد کئے ہیں ہم ان کو کیفر کردار تک پہنچتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کیلئے میں اور سپاہ صحابہؓ ہر تحریک میں ہراول دستے کا کردار ادا کرے گی۔ ہم قربانیاں دینے والے لوگ ہیں، دودھ پینے والے مجنوں نہیں ہیں۔

میری علماء سے گزارش ہے جن کو ہمارے موقف کے بارے میں اعتراض ہے وہ ٹیبل ٹاک کے ذریعے ہمارے سامنے اپنے اعتراضات رکھیں۔ ہم ان کے اعتراضات پر غور کریں گے اور اپنا موقف بھی آسان انداز میں سمجھانے کی کوشش کریں گے۔

خدائی وارننگ

تحریر: علامہ محمد ضیاء القاسمی چیئرمین سپریم کونسل سپاہ صحابہؓ

پاکستان میں آج کل عجیب قسم کی بے چینی اور اضطراب پایا جا رہا ہے۔ کوئی شخص خوش نظر نہیں آتا، ہر فرد پریشان، اداس اور افسردہ خاطر ہے۔ جس کے پاس وسائل ہیں وہ بھی ناخوش اور جو زندگی کے بے بہا وسائل رکھتا ہے وہ بھی ناخوش! گویا کہ اضطراب اور بے قراری غم اور افسردگی ہر فرد کا مقدر بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی کی ایسی ایسی علامات کا ظہور ہو رہا ہے جو انسان کو بار بار وارننگ دے رہی ہیں۔ انسان ہے کہ وہ تمام حالات کو دیکھتے بوجھتے پھر بھی نادان بنا ہوا ہے اور ایک ایسی ڈگر پر چل رہا ہے جہاں ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ وہ خدائی تنبیہات کو درخور اعتناء ہی نہیں سمجھتا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آتی ہی نہیں کہ یہ سب اسے راہ راست پر لانے کیلئے کیا جا رہا ہے۔ اس بھٹکے ہوئے کو راہِ مستقیم دکھانے کے اشارے دیئے جا رہے ہیں تاکہ یہ اب بھی سنبھل جائے۔ اپنے کردار کو روشن اور اپنے عمل کو درخشندہ بنا سکے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

اس سال موسم گرما اس قدر شدید ہوا کہ کلیجہ منہ کو آنے لگا، گرمی کی شدت سے دم گھٹ گئے، جنازے اٹھنے لگے، بیماریوں نے انسانی زندگی اجیرن کر دی۔ مسجد کے میناروں سے موت کے اعلان کثرت سے ہونے لگے۔ ہر فرد پکار اٹھا کہ ایسی گرمی ہم نے عمر بھر نہیں دیکھی۔ لگتا تھا سورج سوا نیزے پر آ گیا ہے۔ آفتاب بپھر گیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انگارے برساؤں، نظام خداوندگی سے بغاوت کا ارتکاب کرنے والوں کو بھسم کر کے رکھ دوں۔ سڑکیں آگ اگلنے لگیں، ریل کی پٹڑیاں سورج کی تیزی کا مقابلہ نہ کر سکیں، دریاؤں کے سینے خشک ہو گئے، کھیت ویران ہو گئے، زراعت تباہ ہو گئی، باغات برباد ہو گئے، فصلیں تباہ ہو گئیں، کپاس کی کھڑی فصل کو سونڈی کھا گئی، زمیندار کی زندگی بھر کی کمائی لٹ گئی، کھیت انسانوں کو رزق مہیا کرنے سے انکار کرنے لگے، چشموں کے سوتے خشک ہو گئے، العطش العطش کی آوازیں بلند ہو گئیں، جانور بھوک پیاس سے مر گئے۔ تھر میں تو پانی کی قلت کی خبریں ہر سال پڑھنے اور سننے میں آتی تھیں مگر اسلام آباد اور فیصل آباد میں پینے کا پانی بند ہو گیا، لوگ پانی کی بوند بوند کو ترس گئے، بلکہ پیاس کی شدت سے تڑپ گئے۔ اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹی وی اسمبلی میں تبصرے ہوئے، احتجاج ہوئے۔ کوئی کہتا

تھا کہ حکومت کی غلط منصوبہ بندی سے ایسا ہوا، کوئی کہتا کہ حزب اختلاف کا کیا دھرا ہے۔ مگر کسی کا دھیان اس طرف نہ گیا، کسی کے لب پر یہ بات نہ آئی کہ یہ سب کچھ انسان کی اپنی بداعمالیوں کے سبب ہوا۔ تم جس کے بندے ہو اس کے بھی کچھ حقوق تمہارے ذمے ہیں تم اگر اس کے حقوق کو ادا نہیں کرو گے اس کے فرامین واحکامات سے روگردانی کرو گے، بغاوت کرو گے تو وہ تمہیں مکمل سزا دینے سے پہلے دریاؤں کا پانی بند کر کے، فصلوں کو تباہ کر کے، جوان میتیں گھروں سے اٹھا کے تمہیں وارننگ دے رہا ہے کہ اب بھی باز آ جاؤ، اور اب بھی میری طرف رجوع کر کے اپنے اجتماعی گناہوں سے توبہ کر لو۔ ایک بڑے عذاب سے بچ جاؤ گے ورنہ یہ چھوٹی تنبیہات ایک بڑے عذاب کا پیش خیمہ ثابت ہوں گی۔ پھر پچھتاؤ گے مگر اس پچھتاوے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ وقت گزر چکا ہوگا، چڑیاں کھیت چگ چکی ہوں گی اور تم کف حسرت ملتے رہ جاؤ گے۔

لوڈشیڈنگ کوئی معمولی وارننگ نہیں ہے۔ بجلی کی بندش سے گھروں کا سکون لٹ گیا، راتوں کی نیندیں حرام ہو گئیں، گھروں میں ڈاکے، سڑکوں پر ڈاکے، فیکٹریوں میں ڈاکے، ملوں میں ڈاکے، رات کے اندھیروں میں ڈکیتی، قتل، چوری کی وارداتیں یہ سب لوڈشیڈنگ کا نتیجہ ہے۔ ٹیوب ویل بند، فصلیں برباد، بجلی بند، ملیں کارخانے، فیکٹریاں بند، کاروبار برباد، بجلی بند ہونے کی وجہ سے کروڑ پتی اور غریب مریضوں کے آپریشن نہ ہو سکے جس کی وجہ سے وہ ہسپتالوں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کے منہ میں داخل ہو گئے۔ یہ سب کچھ کیا تھا، کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل وارننگ اور تنبیہ ہے۔ خبردار تم نے میری دھرتی پر فساد برپا کر دیا ہے، بے گناہوں کو قتل کر رہے ہو، مظلوموں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہو، شراب، زنا، جواء، قتل، ڈکیتی، سرکشی، نافرمانی احکام خداوندی سے بغاوت تم نے وطیرہ بنا رکھا ہے۔ مختلف انداز سے مختلف اطوار سے تمہیں وارننگ دی جاتی ہے تم باز آ جاؤ ورنہ سورج کی تمازت تمہارے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دے گی۔

آسمان آگ برسائے گا
زمین انگارے اگلے گی

☆☆☆

دریاؤں کے سینے پانی کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیں گے، پانی کے چشمے خشک ہو کر تمہاری زبانوں کو خشک کر دیں گے۔

اسلام آباد کا پانی بند، جہاں حکومت کا ہیڈ کوارٹر ہے، وہ بوند بوند کو ترس گیا۔ وارننگ دی گئی کہ تمام حکمرانی کے اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی عزت و عظمت کا مالک ہے۔ جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے اسی کے سامنے جھکو اسی کے نظام کو نافذ کرو۔ اس ہی کی حکمرانی کا دم بھرو ورنہ وہ صرف معمولی سا جھٹکا دے گا اور تمہارا نظام درہم برہم کر کے رکھ دے گا۔ صرف ایک جھیل کو حکم دے گا وہ اپنا پانی خشک کر کے تمہارے دماغ درست کر دے گی۔ باز آ جاؤ حکمرانی تمہاری نہیں بلکہ اللہ واحد القہار کی ہے! تم اس قدر عاجز ہو کہ تمہارا اختیار ایک پانی کی جھیل پر نہیں چلتا۔ پورے ملک کا نظام کیسے قابو میں رکھو گے۔ جب اس کی بے زبان مخلوق بغاوت کر دے گی۔ یہ وارننگ تھی، یہ خبردار کیا گیا سرکشوں کو، مغروروں کو، ظالموں کو، راہزنوں کو، شراب اور زنا کے رسیا افراد کو احکامات خداوندی سے بغاوت کرنے والوں کو، غریبوں کا خون چوسنے والوں کو، سود خوروں کو۔ اگر ان خدائی وارننگوں سے سبق نہیں سیکھیں گے جرائم اور بدکرداری کو جاری رکھیں گے تو خدائی طاقت ان کی گردن دبوچ لے گی اور کوئی ہاتھ چھڑانے کیلئے نہیں بڑھے گا۔

گرمی کے عذاب سے نجات حاصل کرنے کیلئے اذانیں دی گئیں، بارش کی دعائیں مانگی گئیں، پہلے بارش نہیں ہوتی تھی اب بارش شروع ہوئی ہے تو رکنے کا نام نہیں لیتی، کراچی کی سڑکیں نہریں بن گئیں۔ پانی سے لاکھوں گھر متاثر ہوئے، بے شمار انسانی جانیں ضائع ہوئیں، سامان پانی میں بہہ گیا، مویشی ختم ہو گئے، آمدورفت میں رکاوٹیں پیدا ہو گئیں، بجلی کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ یہ سب کچھ کیا ہے، ایک عذاب ہے، ایک وارننگ ہے۔ خبردار کیا گیا ہے، حکمرانوں کو، علماء کو، تاجروں کو، وکلاء کو، کاروباری حلقوں کو، سیاستدانوں کو، صحافیوں کو، عوام کو، خواص کو کہ دیکھیں اپنے اعمال کا جائزہ لیں، حدود سے تجاوز نہ کریں۔ اللہ اور اس کے رسول کی حدود کو نہ توڑیں، اپنے آپ میں رہیں۔ دہشت گردی، غنڈہ گردی، چور بازاری، فریب دہی، قتل و غارت گری، بہتان تراشی، غیب، جھوٹ، دھوکہ، بددیانتی اور اس قماش کی تمام حرکتوں سے باز رہیں ورنہ گرم ہوائیں تمہیں بھسم کر کے رکھ دیں گی، آسمان آگ برسائے گا، زمین تنگ کر دی جائے گی، رات اور دن تمہارے لئے عذاب بن جائیں گے، زلزلے آئیں گے، چاند سرخ ہو جائے گا، ستارے ستاروں سے ٹکرائیں گے، رزق کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے، بالآخر تمہیں اپنے اعمال کی سزا جزا کیلئے ایک ایسے دن کا سامنا کرنا پڑے گا جس میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہر شخص نفسی نفسی پکارے گا۔

گلگت، کراچی، لاہور اور فیصل آباد میں تخریب کاری کے واقعات

تحریر: مولانا محمد ضیاء القاسمی چیئرمین سپریم کونسل سپاہ صحابہؓ

ملک میں جب بھی کوئی دہشت گردی اور تخریب کاری کا ہولناک واقعہ ہوتا ہے حکومت اور پولیس اسے ''خاد'' اور ''را'' کے ایجنٹوں کے کھاتہ میں ڈال کر خاموش ہو جاتی ہے حالانکہ مولانا حق نواز شہیدؒ کے عظیم سانحہ سے لے کر آج تک بیسیوں واقعات ایسے ہوئے پھر جن کا تعلق تحریک نفاذ فقہ جعفریہ اور ان کے ہمنوا تخریبی دہشت گردوں اور شیعہ فرقہ کے تربیت یافتہ تشدد پسند اور تخریب کار عناصر کے ذمہ ثابت ہو چکا ہے۔

حکومت کے ریکارڈ پر ان سنگین وارداتوں کے ملزموں اور ان کی جماعتوں کے نام موجود ہیں۔ مولانا حق نواز کے قاتلوں اور مولانا ایثار قاسمی کے قاتلوں کے چہرے اور نام عوام اور حکومت کے سامنے ہیں۔ ملک بھر کے خونی واقعات اور علماء مساجد پر شیعہ نوجوانوں کے حملے عوام اور حکومت کی نگاہ میں ہیں اس کے باوجود حکومت ان کی پردہ پوشی کر رہی ہے اس لئے کہ ان واقعات کی سرپرستی پولیس اور دوسری ایجنسیوں میں مضبوط شیعہ افسر اور ان کے سرپرست نہایت عیاری سے کر رہے ہیں جس سے تحریک فقہ جعفریہ کے شرپسند عناصر کے حوصلے بڑھ گئے۔ ہم نے حکومت کے ذمہ داروں کو بار بار متوجہ کیا ہے بلکہ اس کی نشاندہی بھی کی ہے مگر سیاسی مصلحتوں کی بناء پر سابقہ حکومتوں نے اس کی ہمیشہ پردہ پوشی کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ اب انفرادی قتل کی بجائے تحریک فقہ جعفریہ کے تربیت یافتہ غنڈہ عناصر نے جدید اسلحہ سے اجتماعی قتل شروع کروائے ہیں۔

گلگت، کراچی کے بعد جامع مسجد احسان لاہور میں ہونے والا واقعہ پاکستان میں ہونے والے واقعات میں نہایت ہی شرمناک دیدہ دلیری ہے اس میں ایسے لوگ شہید یا زخمی ہوئے ہیں جن کی نیکی شرافت اور روحانی بالیدگی پورے علاقہ میں مسلمہ ہے۔

حکومت کو صرف روایتی بیانات یا رسمی کارروائیوں تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ اس واقعہ کے حقائق کی روشنی میں تحریک فقہ جعفریہ کے تربیت یافتہ قاتلوں کا سراغ لگا کر ان کا گلا آہنی پنجوں سے دبانا چاہئے۔ پورے ملک کے اہل سنت کو بھی اس مسئلہ پر شیعہ اور سپاہ صحابہ کا مسئلہ سمجھ کر نہیں ٹال دینا چاہئے بلکہ اس کا موثر حل نکال کر شیعہ غنڈہ گردی کا مکمل دفاع کرنے کیلئے منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔

لاہور اور فیصل آباد کے واقعات اس کا کھلا ثبوت ہیں کہ فقہ جعفریہ کے شدید عناصر کو صرف سپاہ صحابہؓ سے عداوت نہیں ہے بلکہ وہ اہل سنت کی تمام مساجد، مدارس اور علماء کو ختم کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں جس کا موثر حل نکالنا اہل سنت کے علماء اور ارباب حل وعقد کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ میں لاہور اور فیصل آباد کے ان واقعات کی شدید مذمت کرتے ہوئے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں اور نگران حکومت سے پوری شدت کے ساتھ تحریک فقہ جعفریہ کے منصوبہ ساز اور واردا تیں کرنے والے غنڈہ عناصر سے سختی کے ساتھ نپٹنے کی اپیل کرتا ہوں۔

ریڈیو اور ٹی وی پر خلفاء راشدین کے یوم وفات وشہادت پر خصوصی پروگرام نشر کئے جائیں گے

تحریر: مولانا ضیاء القاسمیؒ

ان پروگراموں میں سیرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر مشتمل سوانح اور ان کے افکار و نظریات پر خصوصی نشریات اور خصوصی پروگرام نشر کئے جائیں گے۔ یہ بات مولانا ضیاء القاسمیؒ نے قاری عبدالغفار سے بات کرتے ہوئے بتائی۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی نے کہا کہ میں نے اپنے وفد کے ساتھ وفاقی وزیر اطلاعات مشاہد حسین سے ملاقات کر کے سپاہ صحابہؓ کا تفصیلی موقف پیش کیا اور ان سے اس بات کا شکوہ کیا کہ سواد اعظم اہل سنت کو اس بات کا رنج ہے کہ ریڈیو اور ٹی وی پر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے بارے میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق پروگرام نہیں پیش کئے جا رہے جس سے اہل سنت میں نہایت اضطراب اور غم وغصہ پایا جاتا ہے۔ اس طرح مولانا نے وفاقی وزیر سے کہا کہ جس قدر پروگرام ہیں ان میں اہل سنت کے علماء کو مناسب نمائندگی نہیں دی جا رہی۔

ریڈیو اور ٹی وی محض چند فرقوں کی اجارہ داری بن کر رہ گیا ہے۔ محرم کے دنوں میں صرف ایک فرقے کیلئے ٹی وی کو مخصوص کر دیا جاتا ہے حالانکہ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت عظام کی عظمت وعزت، محبت واطاعت اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہے لیکن جید علماء کو ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں میں موقع ہی نہیں دیا جاتا ان کی علمی قابلیت سے عوام کو استفادہ کرنے سے محروم رکھا جاتا ہے۔ وفاقی وزیر مشاہد حسین نے مولانا ضیاء القاسمی کے جواب میں کہا کہ آپ کا یہ مطالبہ نہایت صداقت پر مبنی ہے جس کو ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں میں شامل کر کے ماضی کی تلافی کی جائے گی۔

وفاقی وزیر اطلاعات نے ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے افسران اعلیٰ کو حکم دیا کہ آئندہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، شہادت عثمانی غنی رضی اللہ عنہ اور شہادت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایام پر خصوصی مذاکرے، خصوصی پروگرام اور ان کی سیرت پاک کے موضوع پر خصوصی طور پر اہتمام کیا جائے۔ وفاقی وزیر اطلاعات نے کہا کہ ”اصحاب رسولؐ اور اہل بیت رضوان اللہ

علیہم اجمعین اسلام کی وہ مقدس ہستیاں ہیں کہ ہم سب ان سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور مولانا کو یقین دلایا کہ آئندہ ریڈیو اور ٹی وی ان کے افکار و نظریات اور سوانح پر خاص طور پر پروگرام نشر کریں گے۔

وفاقی وزیر نے مولانا سے کہا کہ علماء اہل سنت کو بھی علماء سے تعاون کرنا چاہئے اور ہمیں اپنے قیمتی مشوروں سے سرفراز فرما کر ہمارے لئے راہِ عمل متعین کریں تاکہ ہم اس پر گامزن رہیں۔

وفاقی وزیر نے مولانا پر زور دیا کہ آپ اور علماء کرام ریڈیو، ٹی وی کی اصلاح کیلئے ہمیں مفید مشورے دیتے رہا کریں جسے ہم دل و جان سے قبول کریں گے۔ مولانا نے وفاقی وزیر کے ان خیالات اور احکامات کا خیر مقدم کیا ہے اور ان کے جذبے کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ انشاء اللہ اگر اس جذبے سے کام کیا جائے تو مذہبی کشیدگی میں بہت حد تک کمی واقع ہوگی۔ اس وفد میں مولانا محمد احمد لدھیانوی، صدر سپاہ صحابہ پنجاب، صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی پرنسپل جامعہ قاسمیہ، مولانا طاہر محمود اشرفی، مولانا سعید الرشید عباسی بھی شریک تھے۔ یہ ملاقات تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔

مولانا ضیاء القاسمی نے (منصورہ میں) امیر جماعت اسلامی جناب قاضی حسین احمد سے ملاقات کی۔ ملاقات میں دونوں رہنماؤں نے محرم میں امن و امان کی صورتحال پر اطمینان کا اظہار کیا اور اس بات پر باہمی غور و فکر کرتے ہوئے اظہار کیا کہ اب حکومت کو مولانا اعظم طارق، محمود اقبال، مولانا مجیب الرحمان انقلابی اور سپاہ صحابہؓ کے سینکڑوں گرفتار کارکنوں کو رہا کرنا حکومت کا قانونی و اخلاقی فرض بنتا ہے۔ محترم قاضی حسین احمد نے مولانا محمد اعظم طارق اور سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کی صعوبتوں پر رنج و الم کا اظہار کیا اور کہا کہ جماعت اسلامی سپاہ صحابہؓ کے رہنماؤں کی رہائی کیلئے بھرپور جدوجہد کرے گی اور حکومت کو بھی اس بات کا احساس کرنا چاہئے کہ مولانا اعظم طارق کو مزید گرفتار کئے رکھنا ظلم غیر اخلاقی، غیر اسلامی ہتھکنڈے کے مترادف ہے۔

قاضی حسین احمد نے جماعت اسلامی کی آل پارٹیز کانفرنس میں شامل ہونے کیلئے مولانا ضیاء القاسمی کو دعوت دی اور کہا کہ سپاہ صحابہؓ اس قومی کانفرنس میں شرکت کر کے ملی اور قومی حلقوں میں بھرپور حصہ لے۔ مولانا نے قاضی صاحب کی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں بھرپور خراج تحسین پیش کیا اور انہیں سپاہ صحابہؓ کے ساتھ محبت اور مولانا محمد اعظم طارق کی اسیری پر فکرمند ہونے پر مسرت کا اظہار کیا۔ یہ ملاقات ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی۔ اس ملاقات میں مولانا محمد احمد لدھیانوی اور ڈاکٹر منظور شاکر بھی تھے جنہوں نے مختلف تجاویز قاضی صاحب کے سامنے پیش کیں۔

مولانا ضیاء القاسمی کی شاہ احمد نورانی سے ملاقات

مولانا ضیاء القاسمی نے جمعیت علماء پاکستان کے قومی رہنما مولانا شاہ احمد نورانی کی فیصل آباد آمد پر ان سے ملاقات کی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے مولانا ضیاء القاسمی سے ملاقات پر نہایت مسرت کا اظہار کیا۔

مولانا نورانی نے شیعہ سنی مسئلے پر ملک بھر میں جو کشیدگی ہے اس پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مولانا ضیاء القاسمی سے کہا کہ سپاہ صحابہؓ کو فضاء میں بہتری لانے کیلئے دوبارہ ملی کونسل کے سٹیج کو متحرک کرنا چاہئے اور اس میں ایک موثر کردار ادا کیا جائے۔ مولانا ضیاء القاسمی نے کہا کہ ملی کونسل نے اپنے وجود کو خود ہی معرض خطر میں ڈالا ہم تو آخر تک اس جدوجہد میں شریک رہے اور ملی کونسل کے پلیٹ فارم سے شیعہ سنی مسئلے کے حل کی خواہش کرتے رہے مگر مختلف لیڈروں کی سیاسی اغراض اور غیر متعلقہ عنوانات پر گفتگو نے ملی کونسل کے مقاصد کو سبوتاژ کر دیا۔

مولانا ضیاء القاسمی نے نورانی صاحب کو یقین دلایا کہ اگر آپ اب بھی مختلف دینی اور مذہبی شخصیات کو اس پلیٹ فارم سے ہٹ کر شیعہ سنی فسادات کے خاتمے کا حل نکالیں گے تو سپاہ صحابہؓ آپ سے بھرپور تعاون کرے گی۔

مولانا نورانی نے خوشی کا اظہار کیا اور مولانا ضیاء القاسمی سے کہا کہ میں عنقریب دوست رہنماؤں سے بات کر کے ضرور اس مسئلے پر کوئی حل پیش کروں گا۔

مولانا ضیاء القاسمی فاروق اعظم سیکرٹریٹ کے سنگ بنیاد کے موقع پر لاہور پہنچے اور دوستوں کے ہمراہ سنگ بنیاد رکھا جس میں سپاہ صحابہؓ کے رہنماؤں اور کارکنوں نے سینکڑوں کی تعداد میں شرکت کی۔ اس موقع پر مولانا ضیاء القاسمی نے سپاہ صحابہؓ کے صدر شیخ حاکم علی کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ مولانا ضیاء الرحمان فاروقی نے جو خواب دیکھا تھا اس کی عملی تعبیر اللہ تعالیٰ نے شیخ حاکم علی کو عطا کی جنہوں نے دن رات محنت کر کے فاروق اعظم سیکرٹریٹ کو ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔ شیخ حاکم علی صاحب اس کام پر مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی تمام قابل قدر مصروفیات کو چھوڑ کر فاروق اعظم سیکرٹریٹ کی تعمیر کو اپنی زندگی کا ایک عظیم منصوبہ بنا لیا اور انشاء اللہ شیخ صاحب کی اس شبانہ روز محنت سے ایک دن آئے گا کہ فاروق اعظم سیکرٹریٹ دنیا بھر میں سپاہ صحابہؓ کے عظیم مرکز کے نام سے یاد کیا جائیگا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ شیخ حاکم علی کو اپنا رفیق سمجھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی ابتدائی زندگی

میں صعوبتیں برداشت کیں ان میں بطور خاص شیخ حاکم علی رفیق سفر و حضر اور رفیق قید و بند رہے۔ قاسمی صاحب نے کہا کہ شیخ حاکم علی سپاہ صحابہؓ کا عظیم سرمایہ ہیں جنہوں نے جماعت کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے۔ ملک بھر کے رہنماؤں اور کارکنوں کی طرف سے میں شیخ حاکم علی صاحب کو مبارک پیش کرتا ہوں اور شیخ صاحب کی خدمت میں فاروق اعظم سکرٹریٹ کی تعمیر کیلئے ایک ہزار روپے کا چندہ پیش کرتا ہوں۔

ممتاز عالم دین سپاہ صحابہؓ سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا محمد ضیاء القاسمی کا آخری انٹرویو

صحابہؓ کا انکار پیغمبر کی نبوت سے انکار ہے

انٹرویو: سعید احمد قادری

ملک کے ممتاز دینی رہنما سپاہ صحابہؓ پاکستان کی سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا محمد ضیاء القاسمی کا ملک کی موجودہ سیاسی صورتحال اور دیگر جماعتی حوالے سے خصوصی انٹرویو کیا گیا جو نذر قارئین ہے۔

سوال:۔ سپاہ صحابہؓ کا 12 اکتوبر کی فوجی اقدام کے بارے میں کیا رائے ہے؟

جواب:۔ بارہ اکتوبر کے فوجی اقدام کا سپاہ صحابہ بھرپور خیر مقدم کرتی ہے کیونکہ سپاہ صحابہؓ پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے سابق حکمران ظلم و ستم میں حد سے زیادہ بڑھ چکے تھے جس کو چاہتے تھے ماورائے عدالت پولیس مقابلوں میں قتل کروا دیتے تھے۔ انبیاء علیہ السلام کے وارث علماء کرام کو قید و بند سلاسل کر دیتے تھے۔ دینی مدارس کو بند کرنے کی پلاننگ کی جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بارہ اکتوبر کو وہ سورج غروب کر دیا جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھنا شروع ہو گئے تھے۔ پنجاب کے اندر شہباز شریف کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ ہماری جماعت کو جنرل پرویز مشرف کے اس اقدام کی انتہائی خوشی ہوئی کہ ایک ظالم حکومت سے نجات مل گئی۔ قوم کو کرپٹ حکومت سے نجات مل گئی۔ سابق حکمران کچھ عرصہ اور برسر اقتدار رہتے تو ملک و قوم کے ساتھ ساتھ دینی مقاصد کو بہت زیادہ نقصان ہو جاتا۔ بارہ اکتوبر سابق حکمرانوں سے قدرت کے انقلاب کا باعث بنا۔ شاید موجودہ حکمران سابق حکمرانوں کا احتساب موثر طریقے سے نہ کر سکیں لیکن قدرت نواز شریف حکومت سے ضرور انتقام لے گی۔ سینکڑوں بے گناہ نوجوانوں کو شہباز شریف نے جعلی پولیس مقابلوں میں ہلاک کیا۔ میں نواز شریف خاندان سے سوال کرتا ہوں کیا یہ نوجوان کسی کی اولاد نہیں ان کے لواحقین بددعائیں کر رہے ہیں۔ اب اللہ کی گرفت میں آئے ہیں تو شور کیوں ڈالتے ہیں؟ امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر میں یہ بات شامل ہے کہ دنیا بھر سمیت پاکستان میں اسلامی تحریکوں کو کمزور کیا جائے کیونکہ امریکہ کو اگر کسی سے کوئی خطرہ ہے تو وہ دینی مدارس ہیں جو ایٹمی قوت سے بھی سخت قوت ہے جو کلنٹن حکومت کو بھی تباہ و برباد کر سکتی ہے۔ سابق حکمران اپنے سرپرستوں کی خوشنودی کیلئے دینی مدارس کو ختم کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ شہباز شریف خود تعصب پسند آدمی تھا جو فرقہ پرست تنظیموں کی سرپرستی کرتا۔ ان کے حلیف شیعہ تھے جو ان کے نظریات کی غمازی کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی سوچ دیوبندی، تبلیغی جماعت یا توحید

وسنت کا موقف رکھنے والی جماعتوں کو پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ مساجد کی تعمیر سے زیادہ قبروں کی تعمیر کی طرف توجہ دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دین کا وہ طبقہ جو توحید وسنت کا علمبردار تھا پر ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی۔ موجودہ حومت کو بھی مشورہ ہے کہ دینی مدارس کو چھیڑنے کی ہرگز کوشش نہ کرے کیونکہ پاکستان کا قیام دین کے نام پر عمل میں آیا تھا۔ آج اگر پاکستان کا نام ہے تو دین کی برکت کی وجہ سے ہے۔ دینی مدارس دین کے مراکز ہیں ان کو ختم کرنے والے خود ختم ہو چکے ہیں۔ سابق حکومت کے زوال کی ایک وجہ دینی مدارس بھی ہیں۔

سوال:۔ سپاہ صحابہؓ ملک میں کیا چاہتی ہے؟

جواب:۔ سپاہ صحابہؓ ملک میں بے انصافی کے خلاف جہاد کرتے ہوئے خلافت راشدہ کا نظام رائج کرنا چاہتی ہے کیونکہ خلافت راشدہ کا نظام نور نبوت کی عملی تصویر ہے جس میں مسلمانوں کے تمام بنیادی حقوق فراہم کئے گئے ہیں ان کے دور میں ملکی معیشت عروج پر تھی۔ انسانی حقوق کا تحفظ کیا گیا تھا۔ امن وامان کے حوالے سے دور خلافت راشدہ ایک بے مثال نظام ہے جس میں عوام کے جان ومال کا تحفظ کر کے محمد عربیؐ کے خواب کو شرمندہ تعبیر کر دیا گیا۔ خلافت راشدہ کا نظام مزاج نبوت اور اسوۂ نبوت کی ترجمانی کرتا ہے جو ان کے کردار اور اعمال صالح سے انحراف کرتا ہے وہ براہ راست نبوت پر حملہ کرتا ہے اس لئے سپاہ صحابہؓ کا موقف ہے کہ پاکستان میں ایسے افراد کا محاسبہ کیا جائے جو حضور اکرم ﷺ کی جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کر کے فرقہ واریت کو فروغ دیتے ہیں اور جو لوگ خلفائے راشدین کے خلاف تبرا بازی اور گالی گلوچ کرتے ہیں ایسے لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے موجودہ حکومت قانون بنائے۔ ہمارے ملک میں قائداعظم کیخلاف زبان بازی کرنے والے کے لئے قانون ہو سکتا ہے اور ایران میں خمینی کی توہین کرنے والے کیخلاف قانون موجود ہے تو صحابہ کرام کی توہین کرنے والے کے خلاف کیوں قانون نہیں بنایا جاتا۔ میری پوری جماعت کا حکومت سے مطالبہ ہے کہ فرقہ واریت کے خاتمے کیلئے توہین صحابہ کرامؓ قانون بنایا جائے۔

سوال:۔ موجودہ حکومت کے احتسابی عمل پر آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ احتساب کے مسئلہ پر پوری قوم کا مطالبہ ہے کہ لٹیروں سے لوٹی ہوئی دولت واپس حاصل کی جائے اور حکمرانوں کو قوم کی توقعات پر پورا اترنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ پوری قوم یہ سمجھتی ہے کہ احتساب کا عمل سست ہے لیکن حکومت کہتی ہے کہ احتساب کیلئے ٹھوس شواہد

حاصل کر کے پھر اقدام کریں گے اس لئے حکومت کا موقف تو درست ہے لیکن قوم کی مایوسیوں کو امید سے بدلنا موجودہ حکومت کیلئے بہت ضروری ہے اس موقع پر سپاہ صحابہ حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ احتساب عدالتوں کو شرعی عدالتوں میں تبدیل کر کے احتساب شریعت کے مطابق کیا جائے جس کی وجہ سے ہے کہ دینی مدارس اور مساجد شریعت کے نظام کے مطابق کام کرتے ہیں جہاں آج تک کرپشن نہیں ہوئی اس لئے حکومت سابق حکمرانوں سمیت تمام سیاسی مذہبی جماعتوں اور بیوروکریٹس کا شریعت کے قانون کے مطابق احتساب کرے جس سے انشاء اللہ انصاف کی فراہمی بھی یقینی ہوگی اور اس کے نتائج بھی بروقت حاصل ہوں گے۔ انہوں نے پیشکش کی کہ علمائے دیوبند شریعت کے قانون سازی کیلئے ہر قسم کا تعاون فراہم کرنے کیلئے تیار ہے۔

سوال:۔ دہشت گردی، امن وامان کی صورتحال پر کیا آپ مطمئن ہیں؟

جواب:۔ فرقہ وارانہ دہشت گردی کے واقعات میں شہباز شریف، غوث علی شاہ ملوث تھے جو دہشت گردی کروا کر طالبان حکومت کو بدنام کرنا چاہتے تھے تاکہ پاکستان میں فرقہ وارانہ دہشت کروا کر افغانستان میں قائم طالبان کی اسلامی حکومت کو ختم کیا جاسکے۔ بارہ اکتوبر کے فوجی اقدام سے قبل شہباز شریف کا دورہ امریکہ اور امریکہ کی خفیہ تنظیم سی آئی اے کے ساتھ ڈیل طالبان حکومت ختم کر کے وہاں پھر خانہ جنگی کو شروع کروانا تھا۔ پاکستان کا پریس اس معاملے میں حقائق شائع کرے کہ نواز حکومت میں ہونے والی تیز ترین دہشت گردی بارہ اکتوبر کے فوری بعد کس طرح رک گئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرقہ وارانہ دہشت گردی دو دینی جماعتوں کی لڑائی نہیں بلکہ سابق حکومت کے اپنے مذموم مقاصد تھے جس کیلئے انہوں نے سینکڑوں انسانی جانوں کا خون کیا اور ان تمام واقعات کو سپاہ صحابہؓ کے کھاتے میں ڈال کر سپاہ صحابہؓ کے تمام علماء کرام کو پابند سلاسل کر دیا۔ میرا حکومت سے پرزور مطالبہ ہے کہ سپریم کورٹ کی شریعت اپلیٹ بنچ کے ججوں پر مشتمل ایک کمیشن بنایا جائے جو سابق حکومت کے دور میں ہونے والی فرقہ وارانہ دہشت گردی اور جعلی پولیس مقابلوں کی تحقیقات کر کے اصل حقائق قوم کے سامنے پیش کرے اور اس میں ملوث افراد کیخلاف اعلیٰ عدالتوں میں کیس چلائے جائیں۔

سوال:۔ سپاہ صحابہؓ جماعت کا پس منظر کیا ہے؟

جواب:۔ علماء حق کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے ہمیشہ کفر کو للکارا ہے۔ یہ علمائے حق کون ہیں؟ ان کی تفصیل بتاتا ہوں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ جنہوں نے علم دین حضرت علی المرتضیٰؓ

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سیکھا۔ برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ان کے شاگردوں میں ہیں جنہوں نے کفر کے گڑھ ہندوستان میں عظیم قربانی پیش کی اور انگریز سامراج کیخلاف جہاد کیا۔ ان کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے والے علماء کرام نے انگریز کو ہندوستان سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ انگریز نے حق کا راستہ روکنے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی کو جعلی نبی بنا کر آگے کر دیا جس کا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بھرپور مقابلہ کیا اور اس فتنہ کو پوری قوت سے دبایا اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی توہین کرنے والا بھی ایک فتنہ اس دنیا میں موجود ہے جس کا راستہ روکنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا حق نواز جھنگوی کو پیدا کر دیا تو علماء حق توحید سنت والوں نے ہر دور کے اندر حق کو بلند کیا۔ آج دنیا بھر کا لادین طبقہ اسلام کے جہادی پلیٹ فارم سے خوفزدہ ہے۔ انشاء اللہ یہ اکیسویں صدی اسلام کی صدی ہوگی۔ اللہ پاک کے فضل و کرم سے کفر کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ آخر میں مولانا محمد ضیاء القاسمی نے عالم اسلام سے اپیل کی کہ وہ قرآن و حدیث اور صحابہ کرامؓ کی سنت کو ادا کرتے ہوئے حق کی آواز کو بلند کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔

صحابہ کرامؓ کے گستاخ کیلئے سزا موت کا قانون بنادیا جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے

تحریر: مولانا ضیاء القاسمی

حکومت کے حساس اداروں کے پینل نے مولانا ضیاء القاسمی سے ملاقات کر کے مسلسل تین گھنٹے سپاہ صحابہؓ کا موقف معلوم کرنے کیلئے سوالات کئے۔ حکومت سپاہ صحابہؓ کے صحیح اور حقیقی خیالات، نظریات اور موقف سننا چاہتی تھی تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ سپاہ صحابہؓ کیوں اس طرح کی عدیم المثال قربانیاں دے رہی ہے۔ آخر مظالم اور ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹنے کے بعد بھی سپاہ صحابہؓ کے کارکن نہ جھکے ہیں نہ بکے ہیں۔ چنانچہ مختلف ایجنسیوں کے ذمہ دار افراد نے اس سلسلے میں گفتگو کرنے کیلئے مولانا ضیاء القاسمی سے وقت لے کر ان کا تفصیلی انٹرویو کیا۔

پینل میں تین افسر تھے اور وہ اپنے اپنے ذہن اور فکر کے مطابق سوالات کر رہے تھے اور مولانا تفصیل کے ساتھ سوالات کے جوابات دیتے اور انہیں ہر طرح سے دلائل و براہین سے مطمئن کرتے اس انٹرویو کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سوال:۔ آپ کی تعلیم کیا ہے؟ کہاں سے فارغ ہیں اور سپاہ صحابہؓ کی سپریم کونسل کے کتنے عرصے سے چیئرمین ہیں؟ آپ کی سپاہ صحابہؓ سے پہلے بھی کسی جماعت سے وابستگی تھی؟

جواب:۔ میں نے دورہ حدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے کیا ہے۔ مولانا مفتی محمودؒ میرے حدیث کے استاد تھے۔ میں اور مفتی محمودؒ ایک سال میں جمعیت علماء اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اس وقت جمعیت علماء اسلام کے صدر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور جنرل سیکرٹری حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی تھے۔ گویا کہ میری ابتدائی سیاسی سرگرمیاں جمعیت علماء اسلام کے سٹیج سے شروع ہوئیں۔ پھر ایک ایسا وقت آیا کہ مفتی محمود جمعیت علماء اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری تھے اور میں پنجاب کا جنرل سیکرٹری تھا اس لئے مجھے جمعیت میں بھی ایک خاص مقام حاصل ہو گیا اور مجھے مفتی محمود کے قریبی ساتھیوں میں سمجھا جاتا تھا۔ پھر میں نے ملک کی مختلف دینی جماعتوں میں کام کیا جن میں تنظیم اہل سنت پاکستان اور مجلس ختم نبوت اشاعت التوحید والسنہ سواد اعظم قابل ذکر ہیں لیکن چونکہ میں ذہناً ایک مذہبی نظریاتی آدمی تھا اس لئے میں کسی سیاسی جماعت میں زیادہ دیر کام نہ کر سکا۔ ذہنی طور پر مجھے روحانی سکون مذہبی جماعتوں میں ملتا تھا اس لئے

میری زندگی کا اکثر حصہ مذہبی خدمات میں گزرا ہے۔

مولانا حق نواز شہیدؒ میرے عزیزوں میں شامل تھے۔ اگر چہ وہ میرے شاگرد نہیں تھے لیکن میرا احترام اساتذہ اور بزرگوں کی طرح کرتے تھے۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ جس دینی کام کو سپاہ صحابہؓ کے نام سے انہوں نے شروع کیا ہے میں ان کی سرپرستی کروں۔ لیکن بعض اسباب کی وجوہ کی بناء پر اتنی عظیم تحریکوں میں کام کر چکا تھا کہ اب میں جماعتی کاموں کیلئے وہ ہمت اور اپنے اندر وہ جذبہ نہیں پاتا تھا کہ ہمہ وقت ان کاموں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لے سکوں اس لئے میں نے سپاہ صحابہؓ میں باقاعدہ شمولیت سے معذرت کی اور اصحاب رسولؐ کی عزت و ناموس کے تحفظ کیلئے مولانا حق نوازؒ کو یقین دلایا کہ میں انفرادی طور پر مکمل تعاون کرتا رہوں گا اور کسی مشکل میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ کوئی ایسا اہم موقع نہیں آیا کہ میں نے مولانا حق نواز شہیدؒ کی تائید نہ کی ہو۔ مکمل سپورٹ نہ کیا ہو۔ ہر مشکل وقت میں ان کا ساتھ دیا اور بعض طوفانوں میں سے نکال کر پھر سے کنارے پر کھڑا کر دیا۔ مولانا حق نواز شہید کر دیئے گئے تو ان کے قریبی ساتھیوں نے مجھے جماعت کا سرپرست اعلیٰ بنانا چاہا لیکن میں نے شدت سے انکار کیا جس کی وجہ سے انہوں نے سپریم کونسل تشکیل دی جس کا مطلب یہ تھا کہ میں ملک کی تمام دینی جماعتوں کو سپاہ صحابہؓ کے موقف کے قریب کرتا رہوں اور اس صورت کو میں قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ مولانا حق نوازؒ کی شہادت کے بعد مجھے ہمیشہ قیادت اور کارکنوں نے ایک بزرگ اور والد کا درجہ دیا جو اب تک الحمدللہ موجود ہے۔

سوال:۔ سپاہ صحابہؓ کیوں تشکیل دی گئی؟

جواب:۔ ضلع جھنگ وڈیروں، زمینداروں اور انگریز کی عطا کردہ جاگیروں اور انگریزی حکومت کی عمر بڑھانے والے انعام یافتہ نوابوں کا ضلع ہے جن کو انگریز نے خدمات کے صلے میں قد آور بنایا تھا۔ وہی وڈیرے وہی جاگیردار ضلع جھنگ کی قسمت کے مالک ہیں۔ وہ بااستحصال پسند طبقہ غریبوں کا خون بھی چوستا ہے، حقوق بھی پامال کرتا ہے اور بدقسمتی سے شیعہ ہونے کے حوالے سے اہل سنت کے نظریات پر قدغن بھی لگاتا ہے اور دل آزاری بھی کرتا ہے۔ یہ جاگیردار طبقہ بیک وقت دو دھاری تلوار کی طرح اہل سنت کیلئے وبال جان ہے اور کوئی موقع ایسا نہیں آتا کہ یہ اہل سنت سے ووٹ لے کر اہل سنت کے حقوق کو پامال نہ کرتا ہو اور مذہبی جذبات مجروح نہ کرتا ہو۔

مولانا حق نواز شہیدؒ وڈیرہ شاہی کی ان چیرہ دستیوں سے بہت افسردہ اور رنجیدہ رہتے تھے۔ ان کا دل خون کے آنسو روتا تھا۔ جب وہ ان وڈیروں کی سیاسی قوت اہل سنت کے خلاف استعمال ہوتے ہوئے دیکھتے تھے اور اس سیاسی قوت کو سنی مذہب کیخلاف بھرپور طور استعمال کرتے تھے۔ مولانا حق نواز شہید ایک حساس دل رکھنے والے نوجوان عالم تھے۔ وہ اپنے دل کا درد چھپا نہ سکے اور جھنگ کی سٹیٹ پر صحابہ کی توہین اور تبرا برداشت نہ کر سکے۔ خاص طور پر جھنگ شہر میں جس طرح اہل سنت کے مذہب کو مٹانے کی کوششیں کی جاتی تھیں وہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھیں تو انہوں نے شہر اور محلے کی سطح پر ان وڈیروں کا سیاسی اور مذہبی حوالے سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور چند درد دل رکھنے والے نوجوان جن کی تعداد تمیں کے لگ بھگ تھی تو انجمن سپاہ صحابہؓ کے نام کی تنظیم کی بنیاد رکھی چونکہ مولانا کی آواز میں بلا کی تاثیر تھی جو بات کہتے تھے دل سے کہتے تھے۔ ان کی باتیں جو کہ از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق تھی اس لئے بہت تھوڑے سے عرصے میں انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کی بہت بڑی جماعت سپاہ صحابہ کے ساتھ نسبت کرنا ایک سعادت عظمیٰ رکھتا تھا۔ سپاہ صحابہؓ کی تعمیر اور تشکیل میں جھنگ کی سیاسی اور متعصب جاگیردارانہ ذہنیت کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ چنانچہ شیعہ نے مولانا حق نواز شہیدؒ کا دلائل سے مقابلہ کرنے کی بجائے تشدد سے ان کا راستہ روکا اور بالآخر انہیں شہید کر دیا جس نے پاکستان کی سنی عوام کو یہ بات سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر ایک اقلیت بزور قوت ہم پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گی تو ہم بھی مقابلہ کریں گے۔

چنانچہ سپاہ صحابہ نے جاگیردارانہ قوت کو بھی توڑا اور ان کے مذہبی تعصب کو بھی چیلنج کیا۔ اس نوجوان کی قربانی جھنگ میں سیاسی اور مذہبی بالادستی سنی کو حاصل ہو گئی۔ یہ پس منظر تھا جس کی وجہ سے سپاہ صحابہ کی ابتدائی تشکیل ہوئی پھر ملک کے جس جس حصے میں بغض صحابہ کا مرض تھا وہاں سپاہ صحابہ کی تشکیل ہوئی اور پوری دنیا میں پھیلتی چلی گئی اور پھیلتی جا رہی ہے۔

سوال:۔ سپاہ صحابہ کو پیسہ کہاں سے ملتا ہے؟

جواب:۔ یہ ایک گھسا پٹا سوال ہے جو حکومت کی تمام ایجنسیوں اور تفتیشی افسر سپاہ صحابہ کے رہنماؤں اور کارکنوں سے کرتے رہتے ہیں اور اس کا اطمینان بخش جواب پا لینے کے باوجود بھی ان کی تسلی نہیں ہوئی پھر بھی یہ سوال کرنا اس طرح ضروری سمجھتے ہیں جس طرح ایک بیوی اپنے خاوند سے جب وہ گھر دیر سے آتا ہے تو پوچھتی ہے اتنی دیر سے کہاں رہا، وہ روزانہ اس کو مطمئن

کرتا ہے۔ گورنمنٹ کی حالت اس عورت کی سی ہے حتیٰ کہ معاملہ تین طلاقوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر حکومت کی معلومات ہیں کہ سپاہ صحابہ کو سرمایہ کسی بیرون ملک سے آتا ہے تو یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سرمائے کو لوگوں کے سامنے لائے اور سپاہ صحابہؓ کے رہنماؤں کیخلاف ایسے ہی مقدمات قائم کرے جیسے زرداری اور بینظیر کے خلاف قائم کئے گئے ہیں۔ زرداری اور بینظیر کا سرمایہ ان سے نہ چھپ سکا تو سپاہ صحابہ کا معاملہ ہی اور ہے لہٰذا یہ ثابت کرو کہ یہ ہیں ہمارے پاس ثبوت۔ لیکن پاکستان میں حکومتی ایجنسیاں کہتی ہیں کہ یہ سرمایہ بیرون ممالک سے آتا ہے تو ثابت کریں لیکن آج تک وہ نہ ثابت کر سکی ہیں نہ قیامت تک کر سکیں گی۔ یہ ثبوت ایجنسیوں کے ذمے ہیں وہ لائیں۔

یہی وجہ ہے کہ پورے ملک میں ہمارے کسی لیڈر رہنما میرے سمیت کسی کے پاس کوئی زیرو میٹر تک گاڑی نہیں ہے۔ اکثر قائدین اور رہنما رکشوں اور بسوں پر سفر کرتے ہیں جن کو غیر ملکی سرمائے سے نوازا جاتا ہے ان کے چھوٹے لیڈر بھی پیجارو لئے پھرتے ہیں اور ہمارا سرمایہ الفقر فخری ہے اور اسی پر ناز ہے اور مجھے یقین ہے کہ جب ہمارے پاس دولت آئے گی تو اللہ کی نصرت اٹھ جائے گی۔

ناموس صحابہ پر جان دینے والے وہی ہوتے ہیں جن کے پاس ایک وقت کا کھانا بھی میسر نہیں فاقہ انبیاء کی وراثت ہے۔ میں ساٹھ برس کا ہو گیا ہوں لیکن میرے پاس آج تک کوئی چھوٹی سی زیرو میٹر گاڑی نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے حلقوں کے کسی سنی کو یہ توفیق ہوئی ہے کہ وہ اپنے قائدین کو گاڑی لے کر دے دیں۔ یہی فاقہ مستی ہی ہمارا سرمایہ ہے۔ فاتح خیبر کی سنت بھی یہی ہے۔ اور اگر آپ کو کہیں سے یہ ثبوت مل جائے تو مجھے بھی چٹھی لکھ دینا۔

سوال:۔ آخر ملک میں یہ قتل و غارت گری ہو رہی ہے۔ یہ کسی جگہ رکتی بھی ہے یا نہیں اس کا کیا علاج ہے؟

جواب:۔ شیعہ سنی قتل و غارت روکنے کیلئے میں نے اور میرے رفقاء نے حکومت کو مختلف مراحل میں جو تجاویز دی ہیں اگر ان پر عمل کر لیا جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے۔

(1) اگر ملک میں اصحاب رسول پر تبرا بند کر دیا جائے۔ گالی گلوچ روک دی جائے۔ اہل سنت کی مساجد کے سامنے ماتم پر پابندی لگا دی جائے۔ اہل سنت کے گھروں کے سامنے جلوس نکال کر صحابہ اور سنیوں کی دل آزاری بند کر دی جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے۔

(2) ملک بھر میں صحابہ کرامؓ، خلفائے راشدینؓ، ازواج مطہراتؓ کیخلاف جو گالی گلوچ تقریروں اور تحریروں کا سلسلہ شروع ہے اسے سختی سے بند کیا جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے۔ اگر حکومت کی ایجنسیاں غیر جانبدار ہو کر صحیح حالات کا تجزیہ کرے حکومت کو صحیح مشورہ دے دیں تو قتل و غارت رک سکتی ہے۔ اگر انصاف فراہم کرنے میں اہل سنت کو بھی اس ملک کا شہری سمجھ لیا جائے اور انہیں بھی بغیر کسی سیاسی دباؤ کے انصاف دیا جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے۔ اگر ایک ملک سے آنے والا اسلحہ اور لٹریچر اس ملک میں تقسیم کرنے سے روکا جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے اور اگر ایک فرقہ کو بالادستی اور دوسرے کو کچلنے کا پروگرام ترک کر دیا جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے۔ آج تک جو امن معاہدے ہوئے ہیں ان پر عملدرآمد کرایا جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے اور اگر افسر شاہی کے ان افسران کو فارغ کر دیا جائے جو ملازمت کی بجائے اپنے عقیدے کے مبلغ بن چکے ہیں اور انہیں لگام دی جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے۔

اگر حکومت نیک نیتی سے غیر جانبدار ہو جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے اور اگر پولیس اہل سنت کے خلاف ظالمانہ ہتھکنڈے استعمال کرنا بند کر دے۔ فریقین کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ سنی قتل ہوتا ہے تو گرفتاری بھی سنی کے ورثاء کی ہوتی ہے۔ قاتل دندناتے پھرتے ہیں، پولیس ایکشن نہیں لیتی۔ سپاہ صحابہؓ کے ڈیڑھ سو مقدمات تھانوں میں درج ہیں لیکن نہ کسی ملزم کو گرفتار کیا گیا اور نہ انہیں سزا دی گئی۔

اگر صحابہ کرام کے خلاف گستاخی کی سزا ''موت'' نافذ کر دی جائے تو قتل و غارت رک سکتی ہے لیکن ہماری تجویز عمل نہیں کیا سوائے سینڈوچ کھلانے کے اور محرم میں صرف ڈنگ ٹپاؤ پالیسی کی کوئی مثبت اقدام نہیں کیے جس کی وجہ سے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات بڑھ رہے ہیں۔ فرقہ واریت کے فروغ میں پاکستان کی نوکر شاہی کا ہاتھ ہے جب تک اس ہاتھ کو نہیں روکا جائے گا یہ منافرت بڑھتی رہے گی۔ ہمیں ضد نہیں ہے ہم دیانت داری سے کہتے ہیں کہ سپاہ صحابہؓ اس ملک میں امن چاہتی ہے۔ قائدین ملک میں امن چاہتے ہیں اسی لئے حکومت نے جب بھی اپیل کی ہے سپاہ صحابہؓ نے مثبت جواب دیا ہے اور آج بھی آمادہ اور تیار ہیں۔

ملی کونسل جو متحدہ علماء بورڈ ہو یا وزیر اعظم کی علماء امن کمیٹی سپاہ صحابہؓ نے ہمیشہ مثبت رویہ اختیار کیا ہے جبکہ تحریک جعفریہ منفی اور حکومت ان کو اتنا زیادہ دودھ پلاتی ہے۔ حکومت کو بھی تبدیلی کرنا چاہئے تضادات کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔

سوال:۔ آپ کے کتنے رہنما اور کارکن قتل ہوئے ہیں؟

جواب:۔ میرے خیال میں قائدین سمیت 1500 شہید ہو چکے ہیں جس کا ہمارے پاس کافی ریکارڈ موجود ہے جو ہم پیش کر چکے ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ اعلیٰ سطحی حکومتی کونسل کے سامنے اپنے موقف کی سچائی کیلئے دلائل دے سکتے ہیں۔

جواب:۔ میری حکومت سے گزارش ہے کہ ہائیکورٹ، سپریم کورٹ کے جج اور ذہین ارو فطین وکلاء پر مشتمل پینل بنا دے۔ انشاء اللہ سپاہ صحابہؓ کا موقف دلائل سے بیان کروں گا اور دنیا کا بڑے سے بڑا جج اور وکیل خدا کے فضل سے میرے دلائل کا جواب نہیں دے سکے گا۔

پینل کے ارکان نے مولانا ضیاء القاسمی کا شکریہ ادا کیا اور سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں پر قائم مقدمات، شہداء اور گرفتاری کارکنوں کی لسٹ مانگی تو مولانا نے فرمایا کہ میں تمہاری شیخ حاکم علی سے ملاقات کرواؤں گا جو آپ کو ثبوت دیں گے۔

خلافت راشدہ کے قیام تک جدوجہد جاری رکھیں گے

سپاہ صحابہؓ سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا محمد ضیاء القاسمی سے خصوصی ملاقات

خطیب ایشیاء حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی چیئرمین سپریم کونسل سپاہ صحابہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کی گرانقدر علمی، ملی اور اسلامی خدمات کا اعتراف شہید ملت اسلامیہ علام ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید نے اپنی زندگی کی آخری کتاب ''پھر وہی قید و قفس'' میں کیا ہے جو ان کی چودہ ماہ کی اسیری کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ مولانا ضیاء القاسمی کے انٹرویو سے پہلے مذکورہ کتاب کے چند اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں جن سے حضرت موصوف کی عظمت کے کوہ گراں کا اندازہ ہوتا ہے۔ زیر نظر انٹرویو ہفت روزہ زندگی لاہور کے جناب طارق محمود احسن صاحب نے ریکارڈ کیا تھا جسے ''زندگی'' کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔

اقتباسات ''پھر وہی قید و قفس''

مجھے اس اعتراف کے بغیر چارہ نہیں کہ ہماری رہائی کیلئے سنجیدہ کوششوں میں سب سے زیادہ کاوش خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی کی طرف سے سامنے آئی۔

گول مسجد غلام محمد آباد فیصل آباد میں 40 سال سے وہ جمعہ کا خطبہ سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ ان کا خطاب سننے کیلئے ہر جمعہ کو جتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے پنجاب بھر میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ جامع قاسمیہ اور ختم نبوت اکیڈمی کے ذریعے ہزاروں تشنگان علم کی رہنمائی ان کے اعلیٰ صدقات جاریہ میں شامل ہیں۔ ''خطبات قاسمی'' کے نام پر شائع ہونے والی 5 ضخیم جلدوں میں انہوں نے اپنے جگر کے سارے ٹکڑے سمو دیئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کا سب سے بڑا کارنامہ ملکی یکجہتی کونسل کے ضابطہ اخلاق کی منظوری ہے۔ انہوں نے اس تاریخ ساز ضابطہ اخلاق کے ذریعے چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ شیعہ نمائندوں سے بھی صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کی تکفیر کرنے والوں کے کفر پر دستخط کرائے ہیں۔

بسا اوقات ہمیں ان کی بعض تنقیدات اور سخت رویوں سے شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ کئی مواقع پر مجھے اور میرے رفقاء کو کھلے عام تنقید کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ بعض حالات میں وہ ہم سے ناراضگی کا بھی اظہار کر دیتے ہیں لیکن یہ سب کچھ ایک عظیم مشفق اور اعلیٰ درجہ کے مربی کی محبت و پیار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ میں ان کے مقابلے میں پاکستان کے کسی سیاستدان اور رہنما کو

اہمیت نہیں دے سکتا۔

س:۔ سپاہ صحابہؓ آج کل جن حالات سے گزر رہی ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ج:۔ میرے نزدیک سپاہ صحابہؓ کا ایک چہرہ تو وہ ہے جو ایجنسیوں نے مرتب کیا ہے اور وہ چہرہ نوکر شاہی اور سیاسی حکمت کے ذہن میں نقش کرا دیا ہے۔ جس آدمی کا جو رخ اور چہرہ ایجنسیاں بناتی وہی بنتا جاتا ہے کیونکہ ایجنسیاں حکومت کیلئے ناک، آنکھ اور کان کا درجہ رکھتی ہیں۔ چنانچہ ایجنسیوں نے سپاہ صحابہ جیسی دیندار اور پاکستان میں خلافت راشدہ کے قیام کی جدوجہد جاری رکھنے والی اور اصحاب رسول کی عزت کا تحفظ کرنے والی جماعت کو ایک مکروہ شکل دیدی ہے اور اب سپاہ صحابہؓ کو اسی شکل سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ ایجنسیوں کو شیعہ نے اپنے مفادات کیلئے سپاہ صحابہؓ کا ایک مخصوص چہرہ بنا کر حکومت وعوام کے سامنے رکھا ہے جو خوبصورت نہیں بلکہ بدصورت اور خوفناک ہے۔ اسی وجہ سے آج کل ہم پر تشدد اور ظلم وستم اور گرفتاریاں اور الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ موجودہ حکومت میں ہمارے مذہبی مخالفین کو قوت حاصل ہے۔ شیعہ ازم ویسے ہی سپاہ صحابہؓ کی پالیسیوں سے نالاں ہے وہ اپنی قوت کی وجہ سے اپنے شیعہ عقائد کو پھیلانا چاہتے ہیں لہٰذا اب وہ اپنی سیاسی قوت کی وجہ سے سپاہ صحابہ سے اپنی مخالفت کا بدلہ لے رہا ہے اور ہمارے خلاف حکومت کی تشدد آمیز پالیسیوں میں اضافہ کروا رہا ہے۔

ایک وجہ جو میں کھل کر بیان کروں گا وہ ایران کی مداخلت ہے۔ ایران میں خمینی کے انقلاب کے بعد ایسا ہی انقلاب اسلام کے نام پر ہمارے ملک میں بھی لانا چاہتا ہے جبکہ ایران میں برپا ہونے والے انقلاب کو ہم قطعاً اسلامی انقلاب کہنے کو تیار نہیں بلکہ وہ خاص شیعی انقلاب ہے۔ شیعہ اکثریت کے علاقے میں شیعی انقلاب تو کسی حد تک ٹھیک ہی ہوگا مگر پاکستان میں ایسا انقلاب نہیں لانے دیا جا سکتا۔ اس وجہ سے ایران بھی ہمارے خلاف اپنا دباؤ استعمال کرتا ہے اور ہماری حکومت تو کسی چھوٹے سے ملک کا بیرونی دباؤ برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ تو پھر ایران ہے اور ایران کے صدر، سپیکر اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور دیگر ذمہ داران جب پاکستان کے دورے پر آتے ہیں تو حکومت کو ہمارا بندوبست کرنے کو کہتے ہیں۔

س:۔ ایران کے سفارتی عملہ کے اراکین بھی قتل ہوئے ہیں لہٰذا ان کی تشویش بے جا نہ تھی؟

ج:۔ جہاں تک ان سفارت کاروں کے قتل کا تعلق ہے ابھی تک حکومت کسی ایسے مقدمے کی تفتیش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی جس میں سپاہ صحابہؓ کے کسی باقاعدہ کارکن کو گرفتار کیا گیا ہو اور اس پر یہ الزام ثابت ہو۔ یہ صرف الزامات ہیں ہمارا یعنی سپاہ صحابہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں

ہے اب تو یہ ہے کہ جو کوئی بھی سنی مسلک و عقائد کیلئے کچھ کرتا ہے اسے یہ سپاہ صحابہ کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔

اور پھر یہ سفارت کار جو مرتے رہے ہیں ان کا تحفظ حکومت پاکستان کا فرض تھا۔ سپاہ صحابہ کسی ملکی یا غیر ملکی کو اس طرح قتل وغیرہ کر کے سزا دینا جائز نہیں سمجھتی کہ اگر ہمیں کسی کے نظریات سے اختلاف ہو اور ہم کارکنوں سے کہہ کر اس کو مروا دیں تو اس کو قطعاً درست نہیں سمجھتے لیکن ایرانی سفارت خانے کے کام یہ ہیں کہ خانہ فرہنگ ایران خواہ لاہور کا ہو یا ملتان کا یہ منافرت سے بھرپور لٹریچر شائع و تقسیم کرتے ہیں مثلاً خانہ فرہنگ ایران ملتان نے اظہار یکجہتی کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کیا۔ اس میں نبی اکرم ﷺ سمیت تمام انبیاء کو اپنے اپنے مشن میں ناکام قرار دیتے ہوئے کہا کہ خمینی صاحب اس میں کامیاب رہے ہیں اور انہوں نے ایک مکمل انقلاب برپا کر کے اپنا مشن پورا کر دیا ہے یعنی جو کام انبیاء نہ کر سکے وہ حضرت نے کر دکھایا لہٰذا ایسا لٹریچر جب پھیلے گا تو کلمہ گو مسلمانوں کو مشتعل کرے گا کیونکہ اگر نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کو ناکام ثابت کیا جائے تو پھر میں اور آپ کس شمار میں ہیں..... فرہنگ خانے ایران کے اڈے ہیں جو سنیوں کیخلاف کام کر رہے ہیں۔ اگر یہ اس طرح کا لٹریچر چھاپیں گے اور تقسیم کریں گے تو سنی ان معاملات میں بہت حساس ہے اور ان میں اشتعال پیدا ہوگا اور اسی اشتعال سے قتل و غارت کے حادثے جنم لیتے ہیں چنانچہ ایسے واقعات کی روک تھام کا واحد حل یہی ہے کہ ان فرہنگ خانوں کی ایسی تمام متنازع سرگرمیوں کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔

ایرانی دباؤ اور حکومت میں شامل شیعہ قوتوں کے زیر اثر اور پھر ایجنسیوں کے پینٹ کردہ چہرے کی وجہ سے حکومت ہمارے خلاف یکطرفہ طور پر کارروائیاں کر رہی ہے اور اس تنازع کے اصل اسباب کا کھوج نہیں لگایا جا رہا چنانچہ دوسری طرف بھی کچھ انتقامی جذبات ابھرتے ہیں۔

س:۔ سپاہ صحابہ حکومت میں شامل بھی تو رہی ہے اس عرصے میں اس نے کیا کیا؟

ج: یہ عجیب بات ہے جس طرح اب فقہ جعفریہ حکومت میں شریک ہے اور روز روتے ہیں کہ ہم حلیف بھی ہیں اور مارے بھی جا رہے ہیں اور پکڑے بھی جا رہے ہیں ہم نے اپنے دور شریک اقتدار میں حکومت کیلئے لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا نہیں ہونے دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے مطالبات منوائے بھی ہیں جن میں یوم فاروق اعظمؓ پر عام تعطیل اور ریڈیو ٹی وی پر اصحاب رسول کا تذکرہ بھی منوایا، بے گناہ افراد کے مقدمات ختم کرائے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ

ایجنسیوں اور پولیس میں کثرت سے وہ لوگ شامل ہیں جو کہ قوت حاکمہ اور قوت نافذہ دونوں رکھتے ہیں اور سپاہ صحابہؓ کیخلاف اپنا زور لگا رہے ہیں۔

س:۔ سپاہ صحابہؓ کی تشکیل کے وقت نمایاں مقاصد کیا تھے جن کے حصول کیلئے اسے قائم کیا گیا اور اس کی منزل قرار دیا گیا؟

ج:۔ ہمارا بنیادی مقصد اصحاب رسول کی عزت و ناموس کا تحفظ تھا اور پھر مثبت انداز سے آگے بڑھتے ہوئے اس ملک میں خلافت راشدہ کا قیام تھا۔

س:۔ جھنگ میں شیعہ مسلک کے وڈیروں کی کثرت کے اسباب کیا ہیں؟

ج: شروع سے ہی جھنگ میں سیال، ٹوانہ، کھرل اور سید ہیں۔ یہ وہ خاندان ہیں جن کو انگریزوں نے ان کی خدمات کے عوض جاگیریں دی تھیں۔ سیدہ عابدہ حسین کے والد اور خاندان نے بھی اسی طرح انگریزوں سے جاگیریں حاصل کی تھیں۔ ایک کتاب ''تاریخ جھنگ'' کے نام سے ایک صحافی نے لکھی تھی اس میں ان کی جاگیروں کی تفصیل تھی۔ یہ انگریزوں کے لگائے ہوئے پودے ہیں جو اب بڑھ کر تناور درخت بن چکے ہیں اور انگریزوں نے فرقہ بندی کے فروغ کیلئے بطور خاص کوششیں کیں چنانچہ اس وجہ سے شیعیت کو یہاں فروغ حاصل ہوا۔ حالانکہ یہاں کے مزارع آبادی کی اکثریت سنی ہے مگر وڈیروں کے عقائد کے زیر اثر ہے اور شیعہ طرز اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ جھنگ میں جتنے بھی ایم این اے ہیں، وڈیرے ہیں اور شیعہ ہیں۔ یہ شیعہ وڈیرے شیعیت کے فروغ کیلئے باقاعدہ کوششیں کرتے ہیں۔ ایک مثال دیتا ہوں کہ قیام پاکستان سے پہلے ہی لکھنؤ میں قدح صحابہ اور کدح صحابہ کے حوالے سے ایجی ٹیشن شروع ہوگئی۔ شیعہ قدح صحابہ کرتے اور سنی مدح صحابہ کرتے تھے اور مسئلہ شیعہ تنازع کی شکل اختیار کر گیا۔

رجوعہ اور شاہ جیونہ سے عابدہ حسین کے خاندان سے شیعہ جھنگ سے قافلے سے کر قدح صحابہ کیلئے لکھنؤ گئے لہٰذا یہ حقیقت ہے کہ یہ پودے انگریز ہی کے دور کے لگائے ہوئے ہیں جو کہ اب بڑھ کر درخت بن چکے ہیں۔ شیعہ عناصر کی طرف سے جھنگ میں سر عام اہانت صحابہ کے مظاہرے کئے گئے۔ کتوں کے گلوں میں صحابہ کے نام کے کتبے لکھ کر ڈالے گئے اور انہیں سڑکوں پر گھمایا گیا۔ یہ واقعہ روڈو سلطان کا مشہور واقعہ ہے اور بچہ بچہ اس سے واقف ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے نام کے حوالے سے بھی ایسی ہی ناپاک حرکت کی گئی۔

س:۔ یہ کس دور کا واقعہ ہے؟

ج:۔ سن تو یاد نہیں البتہ یہ معلوم ہے کہ یہ بھٹو دور کی بات ہے۔

س:۔ یہ واقعہ سپاہ صحابہؓ کے قیام سے پہلے کا ہے؟

ج:۔ یہ بہت پہلے کا واقعہ ہے۔ سپاہ صحابہ تو کل کی بات ہے۔ اس وقت سنی علماء نے اس حرکت پر بہت زبردست احتجاج کیا، ہنگامے ہوئے، شیعہ اس طرح کی حرکتیں کرتے رہتے تھے۔ مولانا حق نواز جھنگوی جب خطیب بن کر جھنگ شہر میں آئے تو ان کو شیعہ کی طرف سے اس قسم کی حرکتوں سے سابقہ پیش آیا۔

چنانچہ مولانا حق نواز جھنگوی کے دل میں صرف ایک خواہش تھی کہ شیعہ صحابہ کی توہین چھوڑ دیں اور یہی ایک خواہش سپاہ صحابہؓ کے قیام کی بنیاد بنی۔

س:۔ ناموس صحابہ کی بات تو ٹھیک ہے لیکن سپاہ صحابہؓ نے اپنے ذمے کیا بات لی تھی کہ وہ خود روکے گی یا رکوائے گی؟

ج:۔ جماعت اسلامی اس ملک میں نعرہ لے کر اٹھی ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظام لے آئیں گے لہٰذا اسلامی نظام کا نفاذ انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ چنانچہ جب کوئی بات اپنے ذمے لے لیتا ہے تو خود بھی کوشش کرتا ہے اور دوسروں سے مدد لیتا ہے اس طرح سپاہ صحابہؓ نے بھی یہ سوچا کہ ہم کوشش کریں گے اور وہ کوشش دونوں طرح سے ہوئی۔ ایک تو عوامی پلیٹ فارم سے عوام کو ناموس صحابہ کے حوالے سے آگاہی دی جائے اور عوام کو بتایا جائے کہ شیعوں کو ایسا نہ کرنے دیا جائے کیونکہ یہ خلاف قانون حرکت ہے اور ایسے شیعوں کو قانون کے حوالے کیا جائے اور دوسرا یہ تھا کہ شیعہ جاگیردار مدت سے اسمبلیوں میں جا رہا ہے اور اسمبلی کی آواز طاقتور آواز ہوتی ہے لہٰذا ہم نے بھی اسمبلی میں ناموس صحابہ کی آواز اٹھانے کیلئے اسمبلی الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ عابدہ حسین کے مقابلے میں مولانا حق نواز جھنگوی نے اسی لئے الیکشن لڑا اور پہلی دفعہ چھتیس ہزار ووٹ لئے اور چند ہزار کی گنتی سے ناکام رہے چنانچہ ہم ناموس صحابہ کے تحفظ کیلئے آگے بڑھ رہے تھے اور ہمارا مقصد صرف یہی تھا کہ صحابہ کی عزت کا تحفظ ہو جائے لیکن شیعہ عناصر کی طرف سے بادلیل بات کو اور توہین نہ کرنے کی منطقی بات کو تسلیم کرنے کی بجائے تشدد کا آغاز کر دیا گیا اور مولانا حق نواز جھنگوی کو راستے سے ہٹانے کیلئے قتل کرا دیا گیا۔

س:۔ حق نواز جھنگوی کا قتل سپاہ صحابہؓ اور شیعہ مخاصمت کا پہلا واقعہ تھا یا پہلے بھی کوئی قتل و غارت ہو چکی تھی؟

ج:۔نہیں یہ پہلا واقعہ تھا۔تشدد کی پہل شیعہ عناصر کی طرف سے ہوئی،انہوں نے قتل بھی کیا اور پھر اس کے ردے رکھنے شروع کر دیئے۔مولانا ایثار القاسمی ایم این اے ہوئے،ان کو قتل کر دیا گیا۔ہمارے جید علماء کی اکثریت ان کے ہاتھوں قتل ہو چکی ہے،ہم اپنے نوجوانوں کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔ہر جنازہ اٹھنے پر ہم یہی کہتے کہ صبر کرو اور اللہ اس کا میٹھا پھل دے گا لیکن آپ جانتے ہیں کہ قتل تو قتل ہی ہوتا ہے اسی لئے تو قرآن پاک میں کہا گیا کہ اے اہل دانش قصاص میں حیات ہے یعنی قاتلوں کو سزا سے مقتول کے وارثوں کی تسلی وتشفی ہو جاتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر قتل در قتل کا سلسلہ چلتا ہے جس طرح گجرات اور ملک کے مختلف حصوں میں ہو رہے ہیں۔یا پھر عدالتیں انصاف نہ کریں اور انصاف بک جائے اور پولیس وانتظامیہ کیس صحیح طرح نہ حل کرے تو پھر قاتل کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔مقتول ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

س:۔گویا آپ کا مطلب ہے کہ تشدد کا سلسلہ حکومت کے بروقت اقدامات نہ ہونے اور انصاف نہ ملنے سے چلا ہے؟

ج:۔جی ہاں۔

س:۔لشکر جھنگوی کی تشکیل کیسے ہوئی؟

ج:۔یہ بھی ایک ردعمل ہے۔ناانصافی نے لشکر جھنگوی کی تشکیل کروائی ہے۔یہ جو لوگ ہیں ان کے کئی کئی ساتھی قتل ہوئے ہیں۔ملک اسحاق کے کئی ساتھی قتل ہوئے۔ریاض بسرا کے کئی ساتھی قتل ہوئے۔ان لوگوں کے گھر والوں کو پولیس نے تشدد کا نشانہ بنایا۔ان کا قصور یہی تھا کہ انہوں نے رحیم یار خان میں اصحاب رسول کی مدح میں کتبے لگوائے جو کہ میونسپل کمیٹی کے اراکین سے باقاعدہ منظور کروا کر لگوائے گئے۔وہاں کے ڈی سی اور ایس پی شیعہ تھے انہوں نے بزور بلدیہ رحیم یار خان سے وہ کتبے اتروا دیئے اور ملک اسحاق اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا اور ان کو طویل سزائیں دیں۔ان پر قتل کے مقدمات چلائے۔مولانا ضیاء الرحمان فاروقی نے اس مسئلہ کے حل کیلئے انتظامیہ سے مذاکرات بھی کئے لیکن ڈی سی اور ایس پی نے اپنے عقیدے کی وجہ سے ان کے ساتھیوں پر بے پناہ تشدد کرایا۔ہم پھر ان لوگوں کو سمجھاتے رہے کہ امن اختیار کرو،امن اختیار کرو،قانون ومحبت کی فضا اپنے پاس رکھیں کیونکہ ہمارے ساتھی قتل ہو رہے ہیں اور ہم پر بے پناہ تشدد ہو رہا ہے۔دراصل اس بربریت وتشدد کی پیداوار ہے جو پولیس اور شیعہ نے ان پر روا رکھا بلکہ وہ ہم سے بھی باغی ہو گئے ہیں اب جو لڑکے لشکر جھنگوی کے گرفتار

ہوئے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ جو سپاہ صحابہؓ ہے اپنے مشن سے ہٹ گئی ہے۔ ہمارے ساتھی قتل ہوتے ہیں، یہ ہمیں صبر صبر کی تلقین کرتے ہیں چنانچہ ہم نے ان مولویوں کی بات ماننا چھوڑ دی ہے اور ہم نے اپنا الگ راستہ اختیار کیا۔

س:۔ کہتے ہیں کہ لشکر جھنگوی کی بعض گرفتاریوں میں سپاہ صحابہؓ کے بعض افراد کا ہاتھ بھی ہے؟

ج:۔ نہیں ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہ بٹیرا پاؤں کے نیچے آ جانے والی بات ہے۔ ان گرفتاریوں میں کسی کا کوئی کمال نہیں ہے۔ وہ ایک پولیس ناکے پر پکڑے گئے بلکہ اخبارات میں بھی آیا ہے کہ ان کا پولیس سے مک مکا نہ ہو سکا بلکہ پولیس تو ان کو چھوڑنا چاہتی تھی وہ تو پولیس نے ایسے ہی ان کو کہا کہ تم تو فلاں فلاں لگتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں ہیں۔ چنانچہ پولیس نے فوری طور پر آئی جی، ڈی آئی جی کو اطلاع دی اور انہوں نے ان پکڑے جانے والوں کی تصدیق کرنا بھی مناسب نہ سمجھی چنانچہ ان کو رسوائی کے سوا کچھ نہ ملا۔

س:۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ریاض بسرا گرفتار ہو چکا ہے؟

ج:۔ وہ کوئی ایمل کانسی اور یوسف رمزی سے بڑی چیز ہے؟ یہ ایسے ہی اخبارات نے چائے کی پیالی میں طوفان اٹھانے کی کوشش کی تھی اور یہ جو پولیس نے نو دس لڑکے لشکر جھنگوی کے پکڑ رکھے ہیں ان کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے 38 قتل تسلیم کر لیے ہیں۔ یہ پولیس والے جس کو بھی پکڑتے ہیں اس سے 50 قتل تسلیم کروا لیتے ہیں اور مارتھ کا قتل تو سب تسلیم کر لیتے ہیں۔

س:۔ مارتھ کے قتل کو تسلیم کرنے کی وجہ؟

ج:۔ تشدد، پولیس ان پر بے پناہ تشدد کرتی ہے چنانچہ وہ سب کچھ تسلیم کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں لاؤ جو کچھ بھی لکھتے ہو ان پر ہم دستخط کرتے ہیں۔ اگر پولیس ہماری واقعی اہل ہوتی تو یہ ملک مقتل تو نہ بن جاتا۔

ڈی آئی جی نے اعلان کیا کہ ہم ٹھوکر نیاز بیگ آپریشن کرنے والے ہیں اور ہم وہاں سے اسلحہ برآمد کریں گے۔ ڈی آئی جی کو معلوم نہیں کہ جب سیلاب کی آمد کی خبر کسی بستی کو پہلے سے دے دی جائے تو بستی والے اپنا سامان تو نکال کر لے جائیں گے۔ اس ڈی آئی جی کو معلوم نہیں کہ وہ جس آپریشن کا اعلان دو ہفتے پہلے کر رہا ہے اس کے بعد اسے ٹھوکر نیاز بیگ سے کیا اسلحہ اور اشتہاری ملیں گے؟ وہ تو اپنا بندوبست کر لیں گے اور محفوظ پناہ گاہوں میں چلے جائیں گے۔ یہ

اس طرح ہمیں الو بنا رہے ہیں اس وقت ملک میں جو فساد برپا ہے یہ اسی نوکر شاہ اور افسروں کا پیدا کردہ ہے۔ اس میں پولیس کا حصہ سب سے زیادہ ہے لیکن چونکہ ہمارے بارے میں حکومت کے ذہن میں بات بٹھادی جاتی ہے کہ سپاہ صحابہؓ دہشت گرد ہے لیکن یہ جو ہماری جماعت پر حملے کر رہے ہیں اور دس دس افراد مارے جا رہے ہیں۔ یہ مارنے والے کون ہیں؟ سپاہ صحابہؓ کی قیادت تو گرفتار ہے مولانا اعظم طارق تو چوہنگ سنٹر میں بند ہیں۔

س:۔ مولانا اعظم طارق کو چوہنگ میں کیوں رکھا گیا ہے؟

ج:۔ چوہنگ سنٹر بھی اس حکومت کا ولائی کیمپ ہے وہاں ناخن کھینچے جاتے ہیں، وہاں تو آدمی کو ایسے ہی پاگل کر دیا جاتا ہے۔ تشدد وہاں اس طرح کا ہوتا ہے جس طرح انگریز کے دور میں ہوتا تھا۔

س:۔ آپ کے نزدیک اس مسئلے کو کس طرح حل کیا جا سکتا ہے؟

ج:۔ حل اس کا یہ ہے کہ پولیس کے جانبدار افسر معطل کر دیئے جائیں۔ فریقین کے اشتہاریوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ ان کے پشت پناہ افراد کو بھی گرفتار کر لیا جائے اور یہ کارروائی بلا امتیاز ہونی چاہئے۔ یہ نہیں صرف سپاہ صحابہؓ کے افراد کو تو پکڑ لیا جائے اور دوسرے کھلے پھرتے رہیں۔ جس طرح اب پھر رہے ہیں اسی طرح ذمہ دار عہدوں سے شیعہ افسروں کو ہٹا کر انہیں او ایس ڈی بنا دیا جائے۔ ایران کو بھی مداخلت بند کرنے کو کہا جائے۔ پولیس سپاہ محمد اور دوسرے، سب کو جانتی ہے ان کے ٹھکانے معلوم ہیں، لیکن ان کو گرفتار نہیں کیا جا رہا۔ ہم ان کو بتاتے ہیں کہ ہمارے مخالفین فلاں جگہ چھپے بیٹھے ہیں، ان کو گرفتار کیا جائے لیکن پولیس اور انتظامیہ میں ان کے مخبران کو پہلے ہی سے خبر دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی گرفتاری نہیں ہوتی۔

س:۔ آپ نے ایران پر تو مداخلت کا الزام لگایا اسی طرح کا الزام دوسرے ممالک مثلاً عراق، سعودی عرب اور کویت کے حوالے سے بھی لگایا جاتا ہے۔ یہ آپ کی مدد کر رہے ہیں؟

ج:۔ لائیں ثبوت لائیں ہم تو کہتے ہیں ان ممالک کی مداخلت کے ثبوت ہیں تو سامنے لائے جائیں میں نے تو نواز شریف کو بھی چیلنج کیا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ کچھ جماعتیں ایسی ہیں جن کو غیر ملکی امداد ملتی ہے۔ چنانچہ میں نے کہا تھا کہ وزیراعظم تو بہت باخبر ہوتا ہے چنانچہ وزیراعظم کو ان جماعتوں کا نام لینا چاہئے اور ان ملکوں کا بھی نام لیں اس مسئلہ پر ایک کمیٹی بنائی جائے اور پھر ہم بھی اور حکومت بھی سعودی عرب کو اطلاع کرے کہ یہ آپ پر الزام ہے، مدد دینے

کا، پھر اس سے اس الزام کا جواب لیا جائے۔

س:۔ ملی یکجہتی کونسل نے فرقہ واریت کے خاتمے کیلئے بھی کوششیں شروع کی تھیں۔ آپ کے خیال میں اس کے اثرات کیسے رہے؟

ج:۔ شروع میں تو کچھ اچھی کارکردگی رہی مگر بعد میں نورانی صاحب نے اور دوسرے لیڈروں نے اسے سیاسی رنگ دینا شروع کر دیا جس کی وجہ سے اصل مسئلہ اوجھل ہو گیا۔ میں نے قاضی حسین احمد صاحب سے اور نورانی صاحب سے بہت کہا کہ آپ لوگ چیچنیا اور بوسنیا پر بہت توجہ دیتے ہیں۔ یہ جو اپنا چیچہ وطنی ہے اس پر بھی توجہ دیں۔ سپاہ صحابہؓ تو ملی یکجہتی کونسل میں شامل ہی نہیں ہو رہی تھی کیونکہ سپاہ صحابہؓ شیعہ کے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتی تھی لیکن میں منت سماجت اور مشکل سے اپنے ساتھیوں کو قائل کر کے ملی یکجہتی کونسل میں لے گیا۔

س:۔ ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم تک فقہ جعفریہ، سپاہ محمد اور سپاہ صحابہؓ نے متفقہ ضابطہ اخلاق کو تسلیم کیا اور پھر کچھ عرصہ باہم دہشت گردی بند رہی۔ اس وقت کیسے دونوں جماعتوں نے اپنے اپنے مبینہ باغی دہشت گرد گروپوں کو قابو کئے رکھا؟

ج:۔ دونوں طرف سے نوجوانوں نے جب دیکھا کہ ہمارے بزرگ اور بڑے اہم مل کر بیٹھ گئے ہیں اور ملی یکجہتی کونسل والوں نے بھی کہا ہے کہ دونوں فریقوں پر مقدمات کا سلسلہ ختم کرا دیا جائیگا اور ان کو دوبارہ اچھی طرح زندگی گزارنے کا موقع ملے گا تو وہ بھی تھم گئے لیکن جب یہ سب کچھ نہ ہوا بلکہ وہ پھر سے چیچنیا چلے تو وہ نوجوان پھر سے مشتعل ہو کر اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ ان کو اپنے اوپر قائم چار چار مقدمات ختم ہونے کی جو آس بندھی تھی وہ ختم ہو گئی۔

س:۔ لشکر جھنگوی میں دینی مدرسوں کے موجودہ یا سابقہ طالب علم شامل ہیں؟

ج:۔ نہیں نہیں۔ ان میں سے ریاض بسرا ایک دکاندار ہے اور جب حق نواز صاحب آئے تو یہ بھی ان کے ساتھ آیا۔ یہ عام لوگ ہیں۔ اسی طرح ملک اسحاق بھی دکاندار ہے۔ ان کا تعلق علماء یا دینی مدرسے کے طلبہ سے نہیں ہے بلکہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔

س:۔ کیا سپاہ صحابہؓ کی قیادت اپنے کارکنان پر یہ بات واضح کرتی ہے کہ اہانت صحابہ بے شک جرم ہے مگر اس جرم پر کسی کی جان لے لینا درست نہیں؟

ج:۔ بالکل، ہم اپنے کارکنان پر واضح کرتے ہیں کہ سپاہ صحابہؓ قتل و غارت اور تشدد پر یقین نہیں رکھتی ہمیں اس کا حکم نہیں ہم تلوار سے فیصلہ کرتے پھریں بلکہ ہمیں استدلال سے فیصلہ

کرنے کا حکم ہے اور خود ایمان کی حد تک یقین ہے کہ تشدد کے راستے سے نظریات فروغ نہیں پاتے۔

"لا اکراہ فی الدین" کا مطلب بھی یہی ہے۔ دلائل سے کسی آدمی کا ذہن متاثر کیا جا سکتا ہے لیکن ڈنڈے کی مدد سے وقتی طور پر تو کچھ ہو سکتا ہے مگر مستقلاً اچھے نتائج نہیں نکل سکتے۔ دل صرف استدلالی قوت سے مسخر ہوتے ہیں۔

لہٰذا شیعہ ہو یا کوئی بھی ہم اس کا قتل ان اختلافات کی بناء پر جائز نہیں سمجھتے۔ شیعہ سنی اختلافات اور فسادات دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ شیعہ سنی اختلافات ہیں، ہوتے رہیں گے، یہ جائز ہیں لیکن شیعہ سنی اختلافات نہیں ہونے چاہئیں اور یہ ناجائز ہیں اور سپاہ صحابہؓ فسادات پر یقین نہیں رکھتی اور اس کے ذریعے مسائل کا حل نہیں چاہتی۔

س:۔ سپاہ صحابہؓ میں کچھ لوگ اپنے مذموم مقاصد کیلئے بھی ڈھونگ رچا کر شامل ہو سکتے ہیں اور سپاہ صحابہؓ کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرتے ہوں گے؟

ج:۔ یہ بات صرف سپاہ صحابہ کے بارے میں نہیں بلکہ دنیا کی کسی بھی جماعت کے بارے میں کہی جا سکتی ہے کہ اس میں اس طرح کے لوگ شامل ہو جائیں قائدین تک کو پتہ نہیں کہ کس قسم کے لوگ کہاں تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور دوسری جماعتوں بھی کے بارے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے اس طرح کے لوگ جلسے و جلوس میں شامل ہو کر تخریبی کارروائیاں کروا دیتے ہیں۔ آگ لگانا، پتھراؤ کروانا یہ سب کچھ جلوس و جلسے کے قائدین کی مرضی کے خلاف ایسے ہی لوگ جو کسی تیسری طاقت سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں کروا دیتے ہیں۔

س:۔ کیا لشکر جھنگوی میں اس طرح کے لوگوں کی شرکت خارج از امکان قرار دی جا سکتی ہے۔

ج:۔ میں لشکر جھنگوی کو زیادہ جانتا نہیں ہوں اور نہ ہی میرا ان سے کوئی تعلق ہے نہ ہم ان کی سرگرمیاں پسند کرتے ہیں۔

س:۔ لشکر جھنگوی کی کارروائیوں کی وجہ سے نقصان تو سپاہ صحابہؓ کو ہی پہنچا ہے اور لوگ اس کو سپاہ صحابہؓ کی کارروائیاں ہی سمجھتے ہیں؟

ج:۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ابلاغ عامہ پر ہمارا اثر و رسوخ نہیں ہے۔ اخبارات ہمارے بارے میں ہمارا موقف شائع نہیں کرتے بلکہ ہمارے بارے میں اپنے مطلب کی خبریں شائع کرتے ہیں۔

اب لوگوں کو کیا معلوم کہ سپاہ صحابہؓ کے رہنما اور ایم پی اے مولانا اعظم طارق کے ساتھ چوہنگ سنٹر میں وہ سلوک ہو رہا ہے جو کسی جانور کے ساتھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس بارے انسانی حقوق نہ جانے کیوں خاموش ہیں۔ وہ ایک جماعت کا قائد ہے۔ ایم پی اے، عالم دین اور حافظ قرآن ہے۔ اس کا جسم بم دھماکے میں بم کے ٹکڑوں کی وجہ سے چھلنی ہے، زہریلے ٹکڑے اس کے بدن میں پیوست ہیں۔ اسے راتوں کو جگا کر رکھا جاتا ہے، مسلسل کھڑا رکھا جاتا ہے، نیند نہیں کرنے دی جاتی، علاج معالجے کی سہولت نہ دینا، نہ اسے ٹھنڈا پانی ملتا ہے اور ایک چار پانچ فٹ کے قبر نما کمرے میں رکھا ہوا ہے یعنی ایسا سلوک ویسے ہی انسانیت کیخلاف ہے۔

اگر یہ سلوک کسی یورپی ملک میں کسی شہری کے ساتھ ہوتا تو عوام حکومت کی اچھی طرح خبر لیتے۔ لیکن ہماری آواز اٹھانے اور آگے پہنچانے والے ہی نہیں۔ ہم کیا کریں، حالانکہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں ہمارا مطالبہ صرف اور صرف یہ ہے کہ صحابہ کو گالی نہ دی جائے، ان کی عزت پر حملے نہ کئے جائیں اور یہ صرف ہمارا ہی مسئلہ نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔

س:۔ آپ اس مسئلے کے حل کیلئے عدالتوں سے رجوع کیوں نہیں کرتے؟

ج:۔ آپ عدالتوں کی بات کرتے ہیں، وکلاء ہمارے ساتھ چلنے کو تیار نہیں، ہمارا کیس نہیں لڑتے۔ انہوں نے تو ہمیں دہشت گرد کہہ کر ہمارا کیس ہی لڑنے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ اس بات کا فیصلہ نہ عدالت نے کیا ہے اور نہ خود وکلاء کے کسی موثر ادارے نے ہمارے بارے کوئی فیصلہ دیا ہے کہ ہم واقعی دہشت گرد ہیں بلکہ یہ تو وہ الزام ہے جو ایجنسیوں اور حکومتوں نے اپنی ناکامی چھپانے اور ہمیں بدنام کرنے کیلئے ہمارے سر پر تھوپا ہوا ہے۔

کیا یہ انصاف ہے کہ ایک ایم پی اے، عالم دین اور خطیب کو دہشت گرد کہہ کر اس کا کیس لڑنے سے انکار کر دیا جائے اور جج تاریخیں دینا شروع کر دے۔

س:۔ مذہبی دہشت گردی کی وجہ سے بین الاقوامی طور پر اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ اندرونی طور پر نئی نسل اسلام سے دور ہوتی جا رہی ہے یعنی بحیثیت مجموعی اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ کیا آپ اور دوسری قیادت کو اس کا ادراک ہے؟

ج:۔ میں نے اس پر بہت سوچا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اسلام مسجد اور مدرسے کی وجہ سے زندہ ہے۔ یہ آپ نے نئی نسل کا کہا ہے کہ وہ اسلام کے قریب نہیں آ رہی، یہ ہماری وجہ سے دور نہیں ہو رہے بلکہ اپنے سکول و کالج کی تعلیم، ٹی وی، ریڈیو، نئی تہذیب، شراب، زنا اور دیگر

خرافات کی وجہ سے دین سے دور ہو رہے ہیں۔ ایک طرف خوبصورت لڑکیوں کا ڈرامہ ٹی وی پر چل رہا ہو اور دوسری طرف جمعہ میں میری تقریر ہو رہی ہو تو لڑکے میری تقریر سننے آئیں یا وہ ڈرامہ دیکھیں ظاہر ہے وہ ان خرافات کی طرف ہی راغب ہوں گے۔

میں اس سے اختلاف کرتا ہوں کہ نئی نسل کو دین سے علماء نے متنفر کر دیا بلکہ نئی نسل کو دین سے دور کرنے کا باعث ہمارا نظام تعلیم اور بے دین لابیاں ہیں جو شعوری کوششوں سے نئی نسل کو دین سے گمراہ کر رہی ہیں۔ ہم تو بچے کے پیدا ہونے سے لے کر آخر تک ہر مرحلے پر اس کو دین کی پابندی سے آگاہ کرتے ہیں لیکن اسمبلیوں میں ماں بہن کی ننگی گالیاں دی جاتی ہیں۔ کیا یہ مولوی دیتا ہے، ان کی حرکتوں کی وجہ سے تو نہیں کہا جاتا کہ نئی نسل اسلام سے دور جا رہی ہے بلکہ مسجدوں سے لوگوں کا رابطہ مولوی کی وجہ سے ہی قائم ہے، میں تو یورپ میں ہر سال تبلیغی دورے پر جاتا ہوں، وہاں مسجدیں بن رہی ہیں، آباد ہو رہی ہیں۔ یہ سب مولویوں کی وجہ سے ہی ہو رہا ہے۔ یہ بات البتہ ہے کہ جس طرح معاشرہ تنزل کا شکار ہے اس کی وجہ سے کچھ خرابیاں اس طبقے میں بھی ہیں لیکن یہ خرابیوں کا ذمہ دار نہیں ہے۔

س:۔ صدیوں سے مسجد اور مدرسہ دین کی بقا کا علم اٹھائے ہوئے ہیں لیکن آج کل بعض عناصر کی مخصوص سرگرمیوں کی وجہ سے یہ دہشت کی علامت بنے ہوئے ہیں؟

ج:۔ اب بھی لوگ مدرسے میں آ کر ہی درخواست کرتے ہیں کہ ان کے بچے بچیوں کو گھر آ کر قرآن پڑھا دیا کریں۔ عام آدمی تو یہ کرتے ہی ہیں، بدمعاش سے بدمعاش آدمی بھی اپنے بچے کو قرآن کی تعلیم اسی مسجد اور مدرسے کے مولوی سے دلواتا ہے اور اب تو اس کی فیس بھی دیتا ہے۔ کیا اس کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ لوگ دین سے دور جا رہے ہیں لیکن جب یہ بچے اور بچیاں سکول کالج جاتے ہیں تو وہاں دین سے دور ہوتے ہیں۔ اگر ہماری باہمی لڑائیوں ہی سے معاشرہ خراب ہونا ہوتا تو سب سے زیادہ لڑائیاں تو پھر سیاست دان لڑتے ہیں اور اسمبلی میں لڑتے ہیں۔

س:۔ مدرسے اور مسجد دہشت گردی کے اڈے کے طور پر بدنام ہو رہے ہیں۔ آپ ان کو اس الزام سے بچانے کیلئے کیا کر رہے ہیں؟

ج:۔ یہ دین اللہ کا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ ہم کیا کر سکتے ہیں لیکن پھر وہی بات کہوں گا یہ سب کیا دھرا ایجنسیوں کا ہے جو کہ ہمیں اس طرح سے بدنام کر رہی ہیں مثلاً میرا مدرسہ ہے اس میں پانچ سو کے قریب طلبہ پڑھتے ہیں۔ میں چونکہ سپاہ صحابہؓ کی سپریم کونسل کا

چیئرمین ہوں لہٰذا یہ مدرسہ تو پھر اس اعتبار سے دہشت گردی کا سب سے بڑا مرکز ہونا چاہئے۔ میرا چیلنج ہے جو پولیس افسر جس وقت چاہے آ کر طلبہ کے سامان اور کمروں کی تلاشی لے اور دیکھ لے کہ یہاں پر کیسی دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔ کیا جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ مدنیہ اور شیرانوالہ گیٹ کے مدرسے سے کبھی اسلحہ پکڑا گیا ہے۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تو پھر کس بناء پر یہ الزام ہم پر لگایا جاتا ہے۔ جہاں اسلحہ ہے وہاں چھاپے نہیں مارتے، مخالفین کے مذہبی اداروں میں اسلحے کے ڈھیر ہیں جو ان کے حمایتی ملک کا دیا ہوا اسلحہ ہوتا ہے لیکن کسی کو پکڑنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ آیا کبھی کسی سنی کے گھر سے اسلحہ برآمد ہوا ہے لہٰذا یہ صرف الزام ہے۔

س:۔ افغانستان کی کچھ جہادی تنظیمیں بھی سپاہ صحابہؓ کی مدد کرتی رہی ہیں؟

ج:۔ مجھے اس بارے قطعاً علم نہیں ہے اور نہ ہی ایسی کوئی بات ہے۔ ہمارا ویسے بھی لشکر جھنگوی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم ان کی کارروائیوں کو جائز نہیں سمجھتے ایک اسلامی نقطہ نظر سے بھی اور دوسرے نقطہ نظر سے بھی۔ کیونکہ انہوں نے اگر کسی بڑے شیعہ رہنما کو مارا تو شیعوں نے ہمارے ضیاء الرحمان فاروقی کو شہید کر دیا اور اسی طرح ان کی کارروائی کا جوابی اثر مجھ پر ہو سکتا ہے، دوسرے قائدین پر ہو سکتا ہے اور پھر ہم جو اتنے پہرے لگا کر رہتے ہیں اس کی وجہ دہشت گردوں کی کارروائیاں ہی ہیں۔ اگر ہم شیعوں کو مروائیں گے تو لازماً شیعہ ہمیں مروانے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح سے ہم اپنی موت کے راستے خود ہموار کریں گے لہٰذا ایسا کون چاہے گا کہ وہ مارا جائے ہم اس کے قائل نہیں ہیں۔

س:۔ جس طرح آپ کہتے ہیں کہ ایران اپنا انقلاب پاکستان میں لانے کیلئے اپنے ہم عقیدہ افراد کو مدد دے رہا ہے جن لوگوں کو یہ انقلاب پسند نہیں وہ بھی تو ایران کا راستہ روکنے کیلئے پاکستان کے اندر اور باہر سے امداد دے رہے ہوں گے؟

ج:۔ نہیں، سپاہ صحابہؓ تن تنہا ہی ایرانی یلغار کا مقابلہ کر رہی ہے جہاں تک سعودی عرب وغیرہ کی امداد کا تعلق ہے تو میں نے حکومت سے کہا تھا کہ جب واقعی سعودی عرب نے ہمیں امداد دینا شروع کر دی تو اس کے بعد آپ ہم سے پوچھ گچھ نہیں کر سکیں گے۔ یہ تو امریکہ سے پوچھ گچھ نہیں کر سکتے، سعودی عرب اہل حدیثوں کو مدد دیتا ہے ان کی مسجدیں اس کی مدد سے بن رہی ہیں، وہاں کون سا اسلحہ چھپا ہوا ہے اور پھر یہ امداد کیا ہوتی ہے۔ وہ لوگ اپنی زکوٰۃ وغیرہ یہاں بھیج دیتے ہیں۔ مجھے جوہنگ سنٹر میں پوچھا گیا تو میں نے کہا کہ بیرونی دورے میں اگر کوئی فرد مجھے فیصل

آباد کی نسبت سے پانچ پونڈ دیتا ہے تو تم لوگ اس کو غیر ملکی امداد سمجھ لیتے ہو۔ لیکن شیعہ کو واقعی مدد ملتی ہے اور حکومت خود تسلیم کر چکی ہے اور پھر شیعوں یعنی تحریک جعفریہ وغیرہ کی باہم صلح کروائی جو ایرانی قونصلیٹ میں ہوئی، ایک دوسرے ملک کو ہمارے معاملات میں الجھنے کی کیا ضرورت ہے۔

س:۔ کہا جاتا ہے کہ طالبان کے ساتھ بھی سپاہ صحابہؓ کا تعلق ہے؟

ج:۔ لوگ یہی کہتے ہیں کہ ہمارا ان سے تعلق ہے۔ ہمیں تو پتہ نہیں کہ ہمارا ان سے تعلق ہے۔ طالبان چونکہ شیعہ ازم کے خلاف ہیں لہٰذا ان کی یہ بات ہمیں پسند ہے اور جو بھی شیعہ ثقافت کا راستہ روکے ہمیں پسند ہے ورنہ ہمارا طالبان سے عسکری تعلق وغیرہ نہیں۔

س:۔ آپ حکومت سے اپنے مسائل کے حل کیلئے کیا توقعات رکھتے ہیں؟

ج:۔ حکومت کو مسئلے کے حل کیلئے ڈنگ ٹپاؤ پالیسی کی بجائے ٹھوس بنیادوں پر کام کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ محرم آیا تو تمام گروپوں کو اکٹھا کر کے امن کی اپیل کر کے دس دن گزار لئے اور بعد ازاں پھر لڑنے کیلئے کھلا چھوڑ دیا۔ اس مسئلے کا ٹھوس حل سامنے لا کر امن قائم کیا جائے اور اس کے علاوہ ملک کی صحافتی برادری جس میں تمام اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان اور کالم نگار حضرات جس میں جنگ، نوائے وقت، خبریں، پاکستان کے ایڈیٹر، کالم نگاروں اور مجیب الرحمٰن شامی، الطاف حسن قریشی، نذیر ناجی، رفیق افغان اور دوسرے جید صحافی حضرات کا ایک بورڈ بنا کر ہمارا اور فقہ جعفریہ والوں کا موقف سن کر کوئی متفقہ لائحہ عمل ترتیب دیں تو ہمیں قبول ہوگا۔

اس طرح سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب نے جو از خود نوٹس لے کر وزیر داخلہ اور ہوم سیکرٹری کو طلب کیا ہے اور ان سے امن وامان کی صورتحال کا جواب طلب کیا ہے وہ بھی اس مسئلہ پر وکلاء اور جج صاحبان کا کمیشن تشکیل دیں اور ہمارا اور فقہ جعفریہ کا موقف سن کر فیصلہ دیں ہمیں قبول ہوگا۔

یعنی ہم تو مسئلہ کا حل چاہتے ہیں یعنی صحابہ کا احترام قائم ہو بس اس کے علاوہ ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے اور ہم امن پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ ہمیں تو تشدد میں خواہ مخواہ گھسیٹا جا رہا ہے۔

اس وقت ہمارے 1300 کارکن گرفتار ہیں اور ہم پر شیعہ کی طرف سے جتنے مقدمات ہیں ان سب میں ملوث افراد گرفتار ہیں۔ ان کو سزائیں سنائی جا رہی ہیں۔ لیکن ہماری طرف کے 154 مقدمات میں گرفتاریاں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ مولانا اعظم طارق کو بغیر کسی مقدمہ کے محض نظر بندی کا بہانہ بنا کر چوہنگ سنٹر میں ظالمانہ تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

چیئرمین سپاہ صحابہ سپریم کونسل مولانا ضیاء القاسمی سے انٹرویو

محبوب احمد متعلم جامعہ عربیہ چنیوٹ

ہم نہ گھبرائیں گے تعزیر زمانہ سے کبھی
حسن یوسف کی قسم واقف زنداں ہیں ہم

☆☆☆

سوال:۔ آپ نے حضرت قائدین سپاہ صحابہؓ سے طویل عرصہ بعد ملاقات کی ہے۔ کیا وجوہات تھیں؟

جواب:۔ اس کی دو وجوہات تھیں پہلی وجہ تو یہ تھی کہ مارچ کے آخری عشرہ میں مجھ پر لقوہ و فالج کا شدید حملہ ہوا جس سے مجھے طویل عرصہ تک منشاء قدرت خداوندی سے بیماری کا سامنا رہا اب کافی افاقہ ہو چکا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ ظالم و جابر حکمرانوں کی طرف سے قائدین سپاصحابہ پر بلاجواز پابندیوں کے بلند و بالا پہاڑ کھڑے کر دیئے جنہیں برداشت کرنے کی صلاحیت و استعداد اللہ تعالیٰ نے دور حاضر میں انہیں کے حصہ میں لکھی ہے ان کی ملاقات پر شدید ترین پابندی ہے حتیٰ کہ ان سے والدین بچے بیوی تک کی ملاقات پر پابندی ہے لہٰذا ملاقات کی اجازت لینا بھی ایک علیحدہ پر کٹھن معاملہ ہے جس وجہ سے غیر اختیاری طور پر طویل مدت گزر گئی لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود بھی الحمدللہ کسی ظالم و جابر کے در سے بھیک مانگنا قبول نہیں کی۔

مجھ کو رونا ہے رو لوں گا قضا سے مل کر
میری توہین ہے شاہوں سے لپٹ کر رونا

☆☆☆

سوال:۔ آپ نے پہلے کن سے ملاقات کی اور ان کو کیسے پایا؟

جواب:۔ اولاً یادگار اسلاف امین کردار اکابر، علمبردار، پیغام اکابر، جبل استقامت اور عرصہ ساڑھے تین سال سے امریکہ نواز حکمرانوں اور جانشین ہلاکو اور چنگیزیوں کے ظلم و ستم کے شکار مرد آہن مولانا محمد اعظم طارق صاحب سے پنجاب کے آخری ضلع کی سو سالہ بوسیدہ اٹک جیل میں ملاقات ہوئی۔

اگر آپ اٹک جیل کے قاسم بلاک کی در و دیوار سے پوچھیں تو وہ آپ کو اپنی زبان حال سے

بتلا سکیں تو بتلائیں میرے پاس وہ الفاظ نہیں وہ زبان نہیں، میں کیسے آپ کو ان کی استقامت کے قصے سناؤں۔ مولانا کے عزائم الحمدللہ پہاڑوں سے بھی بلند ہیں۔ غم و پریشانی کا چہرے پر نام و نشان تک نہیں حالانکہ وقت کے فرعون نے مولانا کو پھانسی پھاٹ کے سامنے قید تنہائی سے دوچار کیا ہوا ہے۔ جب میری نظر مولانا پر پڑی تو میں نے بے خودی کے عالم میں کہا

زندگی اپنی سی شکل گزری غالب
کہ ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے

☆☆☆

سوال:۔ مولانا کی صحت اور معمولات کے بارے میں کچھ بتلائیں؟

جواب:۔ الحمدللہ مولانا کی صحت بالکل ٹھیک ہے۔ بم دھماکہ کے زخم بالکل مندمل ہو چکے ہیں۔ اب ٹھیک ٹھاک بغیر کسی لنگڑاہٹ کے چلتے ہیں۔ ان کا وزن کافی بڑھ گیا ہے۔

بم دھماکہ سے بعد والی گرفتاری کے بعد مولانا نے بال نہیں کٹوائے جس سے خوب مجاہدین کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی جانشین ابن حنبل کا عزم ہے کہ انشاء اللہ اب عمرہ پر ہی جا کر حلق یا قصر کرواتا ہے۔ ان کے اس جملہ پر میں آبدیدہ ہو گیا اور بارگاہ ایزدی میں وسعت دعا بلند کئے کہ رب العالمین اب تو امتحان کے طوفانوں سے اس بلبل کو آزاد کر دے۔ اے اللہ اپنے آخری دین کے ناموس کیلئے قید و بند مجاہدین کو کفر و ظلم کے شکنجوں سے آزاد کر دے اور بارگاہ رب العالمین میں گزارش کی کہ اے رب العالمین ہم ہی تو ہیں

بلند عزم ارادہ میں بانکپن لے کر
تیرے جہاں کے شام و سحر سے گزرے ہیں

☆☆☆

معمولات

مولانا کے معمولات نے کتابوں میں لکھے ہوئے علمائے سلف کے حالات عملی کی تصویر پیش کر دی ہے۔ مولانا صبح تہجد کے وقت اٹھتے ہیں، تہجد کے بعد نماز فجر سے قبل 70 تسبیحات ایک وظیفہ کی پڑھتے ہیں۔ بعد از نماز فجر اشراق تک تلاوت و اذکار میں گزارتے ہیں۔ بعد از اشراق ناشتہ کر کے سو جاتے ہیں پھر دوپہر کو اٹھ کر دوپہر کا کھانا کھا کر مطالعہ وغیرہ کرتے ہیں بعد از ظہر بھی مطالعہ اور چیک شدہ موصولہ خطوط کا جواب لکھ کر جیل عملہ کے سپرد کرتے ہیں چاہے وہ

پوسٹ کریں یا نہ کریں۔

عصر کے بعد پھانسی پھاٹ کے سامنے والے صحن ہی میں بس تھوڑی سی واک کی اجازت ہے۔ مغرب کے بعد وظائف وتلاوت اور باقی ماندہ خطوط کے جوابات دیتے ہیں۔ نماز عشاء کے بعد بھی وظائف ونوافل کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مطالعہ کر کے رات ساڑھے گیارہ بجے سو جاتے ہیں۔ مزید برآں تقریباً مولانا روزانہ پندرہ پارے تلاوت کلام مجید سینکڑوں نوافل کی ادائیگی کا باقاعدگی سے التزام کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مولانا اکثر ایام حالت روزہ میں گزارتے ہیں۔ ہر چالیس روز بعد معمولات میں تبدیلی کرتے رہتے ہیں۔ مولانا واقعی بصورت موتی صدف میں پرورش پا رہے ہیں خدا ان سے کوئی عظیم کام لینے والا ہے۔

سوال:۔ مولانا کے عزائم اور کارکنوں کے نام کوئی پیغام ہو تو وہ بھی بتلائیں؟

جواب:۔ جیسے میں نے ابتداء میں عرض کیا ہے کہ مولانا کے عزائم کا اندازہ لگانا مجھ جیسے نحیف و کمزور کیلئے بہت مشکل ہے۔ مولانا کو اللہ نے بڑا حوصلہ دیا ہے۔ میں جب حالات کی پریشانی اور زبوں حالی کا شکوہ کرنے لگا تو بجائے میری تسلی دینے کے وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ ”کیا ہو جائے گا، یہ ظالم آخر کیا کر لیں گے۔ کیا ہر عروج کو زوال نہیں ہوتا۔“ ان کو خدا پر پختہ یقین ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی انشاء اللہ ہو کر رہے گا۔ مجھے کہنے لگے کہ کیا ہمارے موجودہ ارباب اقتدار بے نظیر حکومت اور اس کی موجودہ صورتحال سے سبق اندوز نہیں ان کا حشر بھی بدتر ہوگا انشاء اللہ۔

مولانا اپنے مشن پر پکے ہیں کسی قسم کی سودے بازی کے بارے میں ان کے ذہن کے کروڑوں حصے میں بھی خیال تک نہیں ہے کہ وہ خدا کی بے آواز لاٹھی چلنے کے منتظر ہیں۔ وہ فرما رہے تھے کہ موت کا مالک اللہ ہے۔ شریف برادران ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں انشاء اللہ اپنے آباؤ اجداد انگریز کی طرح علماء حق کا بال بھی بیکا نہیں سکتے۔ حکومت نے مولانا کو جیل میں شہید کرنے کا پروگرام بنایا ہوا ہے لیکن مولانا کا کہنا تھا کہ غرور وتکبر کے نشہ میں بدمست حکمرانوں کو اب تک مجھ پر درجن سے زائد شدید قاتلانہ حملوں سے سبق اندوز ہونا چاہئے۔ فرما رہے تھے کہ پوری دنیا کفر ایڑی چوٹی کا زور لگائے انشاء اللہ نہ میرے پائے استقامت کو متزلزل کر سکتی ہے اور نہ ہی وقت سے پہلے میری موت لا سکتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ یہ بیڑیاں، ہتھکڑیاں ہمارا زیور ہیں ہمارے سامنے انبیاء کرام صحابہ کرام، اولیاء کرام، آئمہ مجتہدین اور علماء کے حالات میں یہ مشکلات تو ہماری پہچان ہیں۔ انہوں نے کہا

کہ ہم خدا کی سرزمین پر باطل کی حکمرانی وعیاری قبول نہیں کرتے۔

خدا کی سرزمین پر اہل باطل حکمراں کیوں ہوں
بتوں کو پوجنے والے حرم کے پاسباں کیوں ہوں

☆☆☆

ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور انشاء اللہ عنقریب رب العالمین ان کو باہر لے آئے گا۔ اجڑی محفلوں کو آباد کریں گے، برباد گلستانوں کی بہار ہوں گے۔

کارکنوں کے نام پیغام

انہوں نے اس گئے گزرے دور میں اہل حق کا ساتھ دینے والے خوش قسمت حضرات کو صدہا مبارکباد دی ہے اور کہا کہ اس مشکلات کے دور میں مشن حق کیلئے اپنے آپ کو وقف کرنا دربار خداوندی میں قبولیت کی بہت بڑی علامت ہے۔ کارکنوں کے نام انہوں نے چند انتہائی اہم پیغامات دیئے ہیں۔

1:۔ اپنی صفوں کو اتحاد و اتفاق اور اخوت و بھائی چارے سے منظم کرلو، مفاد پرست دھوکے باز اور منافق تو ویسے ہی ان حالات میں کنارہ کش ہوجاتے ہیں لیکن فصلی بٹیروں سے ہوشیار رہیں اور اپنے آپ کو حالات کے تقاضوں کے مطابق نئے انداز میں ڈھال کر چلیں، فرمانے لگیں

زمانے کو نئے انداز سے آگے نکلنا ہے
یہ سورج آسمان یہ چاند تارے ڈوب جائیں گے

☆☆☆

2:۔ پریشانیوں، مشکلات اور گرفتاریوں سے مت گھبرائیں۔ خزاں میں درختوں سے سرسبز و شاداب پتے جھڑ جایا کرتے ہیں لیکن اگر درخت کو پانی ملتا رہے تو بہار کبھی نہ کبھی ضرور اس کا استقبال کرنے آتی ہے۔ مرجھائے ہوئے پھول کھل جایا کرتے ہیں، بجھے چہرے شاداب ہوجایا کرتے ہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

☆☆☆

3:۔ اسلامی اخلاق اپنائیں، قرآن وسنت کو اپنے وجودوں پر نافذ کریں، حکمرانوں کے نفاذ

کا مت انتظار کریں۔ صحابہ کرام کا صرف نام لینا کافی نہیں بلکہ اصل ان کی سیرت پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ آج سے جماعت کا ہر کارکن اگر سیرت صحابہ کو عملاً اپنا آئیڈیل سمجھیں تو جلد ہی تمام مشکلات ظاہریہ سے نجات ہو جائے گی۔

4:۔ نماز کی پابندی ضروری ہے۔ صحابہ کا نام لے کر نماز چھوڑ دینا یہ کیا اسلام ہے؟ میری تلخی کو ناراضگی مت سمجھیں بلکہ یہ میرے زخمی و دکھی دل کی ندائے خیر خواہی ہے۔

5:۔ کوئی کارکن خصوصاً دینی مدارس کے طلباء کسی بھی مسلک حق سے وابستہ عالم دین کی کردار کشی اور غیبت نہ کرے بلکہ ہر مسلمان و جماعتی کارکن کیلئے علماء کرام کا ادب کرنا ضروری ہے۔ غیبت سے اعمال صالحہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ میری جماعت کا کوئی کسی بھی دینی، مذہبی جماعت کے کردار و فخر میں آ کر حقارت سے مت دیکھئے اور نہ کسی دوسری مسلک حقہ کی جماعت کے ارکان کو کوسے اور نہ اس کا استہزا کرے۔

6:۔ جماعت کے فنڈ کو مضبوط و مستحکم طریقے سے ترقی دیں اور سپاہ صحابہ ویلفیئر ٹرسٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اس کے ساتھ ساتھ گلشن جھنگوی شہید جامعہ محمودیہ جھنگ صدر کی طرف سخی مخیّر حضرات کی خصوصی توجہ دلاؤں گا کیونکہ اس وقت شدید معاشی بحران کا شکار ہے۔ خدا پر یقین ہے کہ انشاء اللہ وہ دین کا کام لینے کیلئے ایسی اداروں کی آبیاری خود کرتا ہے اور کرتا رہے گا لیکن آپ حضرات بھی اسباب کی حد تک ضرور ذخیرہ آخرت میں اضافہ کیلئے تعاون فرمائیں۔ یہ حضرت جھنگوی شہید کے خون سے سینچا ہوا گلشن ہے اس کی کلی کلی کی حفاظت ہم پر ضروری ہے۔

7:۔ میرے لئے اور دوسرے تمام مشن حق سے وابستگی کے جرم میں پابند سلاسل مجاہدین کیلئے مثلاً حضرت قائد محترم علی شیر حیدری صاحب و دیگر گرفتار شدگان کارکنوں کیلئے اور اسی طرح انڈیا جیل میں مقید مولانا مسعود اظہر اور دیگر مجاہدین ساتھیوں کیلئے امریکہ جیل میں زندانوں کی اوٹ میں بسنے والے نابینا مجبور و بے بس عالم اسلام کے ہیرو الشیخ مصری کیلئے اور دیگر پورے عالم میں مظلوم مسلمانوں کیلئے ہر نماز کے بعد دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دعا کریں اور تہجد کے وقت خدا سے رو رو کر عالم اسلام کے کفر کے شکنجوں سے نجات کیلئے دعا کریں۔ حرمین شریفین کی حفاظت، کشمیر کے مسلمانوں کی آزادی اور دیگر ممالک میں مظلوم مسلمانوں کی حفاظت و نصرت الٰہیہ کیلئے رب کے آگے گڑگڑائیں اور اپنے عمل و کردار سے سیرت صحابہ کی خوشبوئیں جگ والوں کو سونگھا کر ہوش میں لے آؤ۔

8:۔ آخر میں ایک بار پھر کارکنوں کو نظم ونسق کی تلقین کے ساتھ ساتھ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت وسیاست کو اسلامی ڈھانچہ کے سائے میں ڈھالنے کیلئے پرزور اپیل کروں گا اوران گزارشات میں موجود غلطیوں سے معافی چاہوں گا۔ یہ تو تھا حضرت کا کارکنوں کے نام پیغام جو میں نے حرف بہ حرف بتلا دیا۔

سوال:۔ طالبان کے بارے اوران کے معاندین کیلئے مولانا کے کیا خیالات تھے؟

جواب:۔ طالبان کی فتوحات پر مولانا رب کے حضور سجدہ ہائے شکر بجا لارہے تھے کہ جس رب العالمین نے صدیوں بعد مظلوم عالم اسلام کو ایک دفعہ پھر شان وشوکت بخشی۔ انہوں نے کہا کہ طالبان مولانا قاسم نانوتوی، مولانا گنگوہی، شیخ الہند مولانا سندھی، مولانا مدنی حضرت دین پوری کے خوابوں کی تعبیر ہیں۔

انہوں نے کہا کہ حقیقی معنوں میں اسلامی ریاست کا وجود سیکولررز، کمیونسٹ اور منافقین کیلئے پیغام عذاب ہے۔ انشاء اللہ عنقریب یہ اسی عذاب کی نظر ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ طالبان کی فتوحات اور فوری حقیقی اسلامی نظام کا نفاذ پاکستان کے پچاس سالہ حکمرانوں کی منافقت پر بین دلیل ہے کہ جنہوں نے اس طویل عرصہ میں اسلام کا عملاً نام تک نہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ طالبان کی اسلامی حکومت امریکہ، روس، ایران جیسی کفریہ طاقتوں کے منہ پر طمانچہ ہے کیونکہ افغانستان میں طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں جیسے امن کی مثال پوری دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مغربی میڈیا طالبان کو بدنام کر کے اپنی اسلام دشمنی کی زہر اگل رہا ہے۔

ایران کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک تو طالبان کی وجہ سے ایران کے نام نہاد اسلامی انقلاب کا پھول کھل گیا۔ دوسرا شمالی علاقوں میں پکڑا جانیوالا کثیر اسلحہ جس پر ایرانی مہریں نمایاں ہیں اس سے اس کی امن دشمنی پوری دنیا پر کھل گئی ہے۔

مولانا نے کہا کہ ایران کو اپنے سفارتکاروں کی گرفتاری تو نظر آتی ہے لیکن ایران میں 35 فیصد سنیوں کی مظلومیت کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ شمالی افغانستان میں اسلحہ کے جہاز بھیج کر اسلامی انقلاب کی راہیں روکنے کی ناکام کوششوں کا کوئی علم نہیں۔ یہ سفارتکار نہیں جاسوس تھے۔ مولانا نے پاکستانی عوام پر زور دیا کہ وہ طالبان کا بڑھ چڑھ کر تعاون کریں مالی وجانی دونوں اعتبار سے۔

پاکستانی تاجروں سے انہوں نے خصوصاً اپیل کی کہ وہ افغانستان کا دورہ کریں اور حقیقی اسلامی انقلاب کے علمبرداروں کا تعاون کر کے اپنی آخرت سنواریں۔

مولانا نے امریکہ، روس و دیگر غیر مسلم ممالک کو چیلنج کیا کہ تم چاند پر بھی پہنچ سکتے ہو سب کچھ کر سکتے ہو لیکن طالبان جیسا پر امن و پر سکون معاشرہ تشکیل نہیں دے سکتے۔

ڈھونڈ ھنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

☆☆☆

سوال:۔ حضرت علامہ قائد محترم حیدری صاحب سے کیسے ملاقات ہوئی؟ ان کے احوال کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب:۔ حضرت علامہ حیدری صاحب جماعت کے مرد درویش ہیں۔ ویسے تو وہ یہ مظلوم شخصیت ہے جو پچھلے کئی سالوں سے گھر بدر ہیں۔ گھر سے دور پنجاب کے ظالموں نے انہیں بے گناہ پکڑ کر پابند سلاسل کیا ہوا ہے۔ مولانا حیدری صاحب کو ماہ رمضان میں سانحہ مومن پورہ کی وجہ سے گرفتار کیا تھا یہ بھی ہمارے حکمرانوں کا ہمارے ساتھ اچھوتا سلوک چلا آرہا ہے کہ اگر کوئی مخالف فرقے کا بچہ بھی زخمی ہوتا ہے تو دوسری طرف سے ہماری جماعت کی اعلیٰ قیادت سرکاری مہمان بن جاتی ہے لیکن اگر بصورت دیگر ہماری اعلیٰ قیادت اور سینکڑوں کارکنوں کو بھی شہید و زخمی دیا جائے تو مخالف فرقے کی قیادت تو کیا ان کے بچے کی طرف ہاتھ اٹھانا بھی مشکل ہے۔ الٹا پھر ہمارے ہی کارکنوں کی گرفتاریاں ہوتی ہیں۔ اب مخالف فرقے کے سربراہ ساجد نقوی پر 18 قتل کے مقدمات ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ''محب وطن'' ہے لیکن دوسری طرف صرف چار پانچ تقاریر کے مقدمہ کی وجہ سے سالہا سال سے ہماری قیادت اندر ہے۔ خدا ان ظالموں سے انشاء اللہ ایسا انتقام لے گا کہ ان کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ مولانا حیدری کو جس سانحہ کے اصل ملزمان گرفتار ہونے کے باوجود شریف برادران نے ایک تقریر کے معمولی کیس کی سزا سنا کر مولانا کو سپریم کورٹ میں حق نواز جھنگوی شہید کے مشن اعلان اور روافض کے کفریہ کلمہ مقدمہ درج کرانے کی سزا دینی چاہیے لیکن انشاء اللہ کلمہ حق کہنے والے نہ کبھی پہلے سرنگوں ہوئے ہیں نہ اب

ہوں گے۔ مولانا علی شیر حیدری پر چوہنگ سنٹر میں وقت کے فرعونوں نے بے پناہ تشدد کرایا اور پچھلے ہفتوں تک جیل میں بیڑیاں ڈال کر رکھا گیا حالانکہ ایسا بدتر سلوک تو سزائے موت کے قیدی کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔

مولانا حیدری العیاذ باللہ اتنے بڑے قومی مجرم ہیں کہ ان کی ملاقات تو کیا خط و کتابت پر بھی پابندی ہے۔ ان کو قلم کاغذ استعمال کرنے اور مطالعہ وغیرہ کرنے کی ان ظالموں نے کوئی اجازت نہیں دی ہوئی۔

مولانا حیدری کے معمولات مولانا اعظم طارق سے بھی نرالے انداز میں تھے کیونکہ مولانا حیدری ہر وقت تلاوت کرتے رہتے ہیں مولانا حیدری فرما رہے تھے کہ جب ان جلادوں نے مجھ پر سخت ترین پابندیاں عائد کر دیں تو میں نے زندگی بھر کی دل میں سجائی ہوئی قرآن مجید کے حفظ کے حسرت کو پورا کرنا شروع کر دیا اس وقت تک مولانا حیدری نے 9 پارے قرآن مجید کے حفظ کر لئے ہیں۔

مولانا حیدری کو بھی قید تنہائی رکھا گیا ہے۔ پورے آٹھ ماہ بیت چکے ہیں لیکن گھر کے کسی فرد سے ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔

شریف برادران کا اگر اس دنیا میں نہ سہی تو انشاء اللہ قبر کی دیواریں ایسا منظر دکھائیں گیں کہ سب کچھ سامنے آ جائے گا کیا ان کو خدائی عدالت میں حاضری کا خوف نہیں ہے۔ مولانا حیدری نے کارکنوں کیلئے خصوصی پیغام دیا کہ وہ کسی اخباری خبر یا افواہ پر یقین رکھتے ہوئے جماعت کے بارے میں رائے مت قائم کیا کریں۔ اپنے مرکز سے رابطہ رکھیں اور مرکز کو مضبوط بنالیں۔ شخصیت پسندی چھوڑ دیں، اب ہر نوجوان علی شیر حیدری اور اعظم طارق بن جائے۔ طالبان کی فتوحات پر مولانا نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم جس شب ظلمت سے گزر رہے ہیں انشاء اللہ اس کی سحر پاکستان میں طالبان کی صورت میں ہوگی۔ انہوں نے بھی کارکنوں کو اتفاق و اتحاد کی تلقین کی اور علماء کرام کے ادب کیلئے خصوصاً کہا۔ مولانا حیدری صاحب کے عزائم بھی بہت بلند تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے صرف اس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے کہ میں نے عدالت عالیہ میں شیعیت کو اُن کی چودہ سالہ تقیہ کی چادر کو صرف بے نقاب ہی نہیں بلکہ تار تار کیا ہے۔ مولانا حیدری نے بھی کارکنوں کو ادخلوفی السلم کافہ (اسلام میں مکمل داخل ہو جانے پر عمل پیرا ہونے کی سخت تلقین کی اور کہا کہ پریشانیوں اور مشکلات سے اپنے حوصلے پست مت کرنا۔ انشاء اللہ یہ ہواؤں کے رخ ہوتے ہیں جلد ہی بدل جایا کرتے ہیں۔

سوال:۔ دونوں قائدین اور دیگر بے گناہ گرفتار شدگان کی رہائی کیلئے کیا کوششیں کی گئی ہیں؟

جواب:۔ مولانا حیدری کی سزا کے خلاف ہائیکورٹ میں رٹ دائر کی ہوئی ہے لیکن جج حکومتی دباؤ پر مقدمہ کی سماعت ہی نہیں کر رہا۔ مولانا حیدری کی انشاء اللہ سماعت مقدمہ پر ضمانت متوقع ہے۔

مولانا اعظم طارق سے شریف برادران کو ایسا بغض ہے کہ وہ ایک لحہ بھر کیلئے بھی مولانا کے وجود کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مولانا اعظم طارق اور دیگر بے گناہ گرفتار شدگان کے لئے میں نے اور سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی نے بارہا شہباز شریف کو کہا لیکن اقتدار اور فرعونیت کے نشہ میں وہ کس کی بات سنتے ہیں۔

پھر ستم بالائے ستم کہ یہ پچھلے دنوں میں جب مولانا عبداللہ صاحب اسلام آباد والے اور مولانا چنیوٹی کی صدر رفیق تارڑ صاحب سے ملاقات ہوئی اور سپاہ صحابہ کے وفد کیلئے ملاقات وقت انہوں نے دینے سے گریز کیا۔

مقدمات کی حد تک مولانا اعظم طارق پر صرف تین چار تقاریر کے مقدمات ہیں۔ قتل کے تمام مقدمات سے ضمانتیں ہو چکی ہیں۔

سوال:۔ ان حضرات سے ملاقات کے بعد آپ کے تاثرات اور کارکنوں کے نام پیغام ہو تو ارشاد فرمائیں۔

جواب:۔ ان حضرات سے ملاقات کے بعد معلوم ہوا کہ آج کے فرعون علماء حق پر وہ مظالم ڈھا رہے ہیں جو انگریز بھی اپنی دور ستم میں علماء حق پر نہیں ڈھائے ہیں۔

دونوں قائدین پر ملاقات کی پابندی، اخبارات کی پابندی، مضر صحت کھانا کھلانا، باہر سے کسی کھانے کی چیز کو اندر نہ جانے دینا، والدین، بیوی بچوں سے ملاقات پر پابندی یہ ایسے مظالم ہیں کہ انشاء اللہ یہ شریف برادران اپنے غرور کی موت خود مر جائیں گے۔

اگر آج ہم پر آئی شب غم بہاؤ بن کر
تو یہ رات یونہی بھاری کبھی آپ پر بھی ہو گی
ہم نے روندا ہے زمانے میں فرنگی کا وقار
گرچہ مظلوم ہیں ہم بے سروسامان ہیں ہم

☆☆☆

کارکنوں سے مولانا اعظم طارق و مولانا حیدری کے پیغام پر ہی عملدر آمد کیلئے کہوں گا اور

ساتھ ساتھ یہ بھی کہوں گا کہ تم اپنے کردار و وقار کو اتنا بلند کرو کہ حکومت کی طرف سے دہشت گردی کے الزام کو ان کے منہ پر طمانچہ کی طرح مار دیں۔ ان کو معلوم ہو جائے کہ اصحاب رسول ﷺ کے دیوانے امن کے داعی ہیں۔ امن کے دشمن وقت کے فرعون، سود خور اور راشی افسر اور یہ پولیس والے ہیں جو بے گناہ شہریوں اور علماء کرام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیتے ہیں۔

میرے خلاف ایک سازش کے تحت پروپیگنڈہ کیا گیا

خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمی سے تفصیلی انٹرویو

سوال:۔ ابتدائی حالات، ولادت، تعلیم، اساتذہ، والد صاحب، بھائی، خطابت، مکمل پس منظر اور پیش منظر کیا ہے؟

جواب:۔ ولادت، میری ولادت ماچہ کوئلہ ہندوستان میں ہوئی۔ والد صاحب مولانا عبدالرحیم صاحب مرحومؒ جید عالم دین اور تصوف وسلوک میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ محدث پیر حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوری قدس سرہ کے شاگرد تھے اور انہی سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ علوم دینیہ کے حصول کے بعد آپ ماچہ کوئلہ شہر کچہ کوٹ کی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ اپنی خوبصورت آواز اور دلنشین انداز خطابت کی وجہ سے پورے ماچہ کوئلہ میں آپ کا ایک وسیع حلقہ ارادت وعقیدت بن گیا۔

ابتدائی تعلیم:۔

میری ابتدائی تعلیم کا آغاز قبلہ والد صاحب نے ہی کرایا۔ ناظرہ قرآن حکیم انہی سے پڑھا، ہمارے گاؤں میں ہی پرائمری تک سکول تھا اس میں مجھے داخل کرا دیا۔ سکول کے نصاب کے ساتھ ساتھ درس نظامی کا ابتدائی کورس فارسی بھی پڑھتا تھا۔ اس چھوٹی عمر میں اس طرح کی مسلسل مصروفیت اگرچہ مجھے پسند نہیں تھی اس سے گھبراتا تھا۔ بچوں کے ساتھ کھیلنے کو دل چاہتا تھا مگر والد صاحب کا رعب اور ان کی بھرپور توجہ کے سامنے میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں تھا جس کی وجہ سے مجھے وہی کچھ کرنا پڑتا تھا جو قبلہ والد صاحب چاہتے تھے لیکن وہ ابتدائی محنت اور والد صاحب کی بھرپور توجہ میرے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوئی اور میرے مزاج کو دینی اور روحانی بنانے میں والد صاحب کی تربیت کو بہت دخل ہے۔

میرے والد صاحب خود بہت ہی خوش آواز تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس دولت سے سرفراز فرمایا اس لئے میں جب ناظرہ قرآن پاک پڑھتا تھا تو اپنی خوبصورت آواز کی وجہ سے مجھے بھی بڑی عزت ملتی تھی۔ ان دنوں سکولوں میں علامہ اقبال کی ایک دعا بچوں کو کہلوائی جاتی تھی۔ لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری

یہ دعا میں ہی تمام سکول کے بچوں کو مشترکہ طور پر خوش آوازی سے کہلاتا تھا اس لئے میرے

دوستوں کا حلقہ بھی سکول میں سب سے زیادہ تھا۔ اسی طرح اساتذہ کرام اور بستی کے لوگ بھی مجھ سے بہت پیار کرتے بلکہ بعض اوقات تو بڑے بزرگ مجھے لے جاتے اور قصص المحسنین جو مولانا غلام رسول کی پنجابی کی کتاب ہے وہ شوق سے سنتے اور سر دھنتے۔

جونہی میں پانچویں جماعت میں ہوا تو پاکستان بن گیا۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ پاکستان کیوں بنا؟ اور اس کے عوامل اور محرکات کیا تھے؟ لیکن گاؤں کے تمام بچے مل کر جن کی قیادت میں کرتا تھا نعرے لگایا کرتے تھے "پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ" لے کے رہیں گے پاکستان، اس کے سوا مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ ملک تقسیم ہو گیا۔ ہمارے گاؤں پر سکھوں نے حملہ کیا۔ گاؤں کے لوگ اس حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ بھرے گھروں کو چھوڑ کر "بہرام" ایک بستی ہے جو جالندھر کے راستہ میں واقع تھی کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں مسلمانوں کا بہت بڑا کیمپ تھا جس میں لٹے پٹے قافلے آ کر دم لیتے وہاں پر ایسے ایسے دردناک مناظر دیکھے جن کی یاد آنے سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب قدس سرہ میرے والد محترم قیام پاکستان کے بعد کیمپ میں پہنچ کر شدید بیمار ہوئے اور ہمیں داغ مفارقت دے کر ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے۔

پرائمری کا امتحان پاکستان آ کر چک 310 سمندری ضلع فیصل آباد سے پاس کیا۔ دینی تعلیم کی ابتدائی کتابیں اشاعت العلوم فیصل آباد سے پڑھیں۔ حدیث کا ابتدائی علم جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے حاصل کرنے کے بعد دورہ حدیث جامعہ قاسم العلوم میں مکمل کیا۔ عملی زندگی کا آغاز مائی دی جھگی فیصل آباد کی ایک مسجد میں بطور خطیب کیا۔ ایوب خان کے مارشل لاء میں کچی آبادی کو اٹھایا تو میں بھی انصار کے ساتھ غلام محمد آباد کالونی میں آباد ہو گیا۔

میں طالب علمی کے دور ہی سے خطابت کی ایک چھپی ہوئی خواہش دل و دماغ میں رکھتا تھا۔ جامعہ رشیدیہ کے داخلہ نے انہی چھپی ہوئی تاروں کو چھیڑ دیا۔ پہلے پہل تو لاؤڈ سپیکر پر شہر میں اعلان اور اس میں مجاہد خطباء کی جامعہ رشیدیہ میں آمد پر اس طرز سے اعلان کرتا کہ خود بخود خطابت کی صلاحیتیں ابھر آتی تھیں۔ پھر رات کو جلسے میں انور صابری اور مشہور انقلابی شاعروں کا ترنم سے کلام پڑھنا اور بلا جھجک عوام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب ہونا یہ تمام باتیں فطری خطابت کی نمایاں صفات ہوتی ہیں اور پھر رات کو نامور مقررین کی تقریریں سننا اور صبح کو انہی کے انداز میں اس کی نقل کر کے اپنے کلاس فیلو ساتھیوں کو سنانا یہ خطابت فطری کا ایک

حصہ ہوتا ہے جو مختلف انداز سے انسان کی خطیبانہ صلاحیتوں کو ابھارتا ہے اور عوام کے سامنے لاتا ہے۔ بس میں اسی طرح شاہیر خطباء کی تقریریں سن سن کر ان کی نقالی کر کے ان کے انداز کو اپنا کر ان کے رنگ کو اپنا کر جب اپنے ساتھیوں کے روبرو آتا ہے تو سبھی کہتے تھے کہ یار تو بہت اچھی تقریر کیا کرے گا۔

سوال:۔ مولانا مفتی محمود اور مولانا غلام غوث ہزاروی سے اختلافات کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟ اور آپ نے ہزاروی صاحب کا ساتھ کیوں دیا؟

جواب:۔ حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی اور مفتی محمود صاحب میرے انتہائی قابل احترام بزرگ اور رہنما تھے میں کسی ایک کے معاملے میں کسی ادنیٰ اشارے سے بھی توہین و تخفیف کو جائز نہیں سمجھتا۔ ہاں ان کی رائے کیلئے اختلافات یا ان کی سیاسی تدبیر سے دلائل کے ساتھ عدم اتفاق کسی طرح بھی اخلاق واخلاص یا شریعت اور بزرگوں کی عظمت کے منافی نہیں سمجھتا تاہم اب بھی معاندین وحاسدین خواہ مخواہ بال کی کھال اتار کر اپنے کینہ پرور سینہ کو سکون دینے کی لاحاصل کوشش کرتے ہوں گے۔ یہ ادب سے اخلاص سے اختلافات بتانے کی جھلکیاں تو ہوں گی۔ ادب کا کوئی پہلو اس سے نکلنا خود بہت بڑی دہشت گردی ہوگی۔ ممکن ہے ایک طبقہ میری وضاحت سے مطمئن نہ ہوگا۔ وہ حسد کی آگ میں جلتا رہے گا۔ اس کا علاج کوئی نہیں اس لئے میں انہیں ان کے حال پر چھوڑتا ہوں اور معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑتا ہوں۔ جو دلوں کی باتیں جانتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ جس دن جمعیۃ علمائے اسلام کی پاکستان میں بنیاد رکھی گئی اور ملتان میں اس کا پہلا اجلاس ہوا جس کی صدارت حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری (نور اللہ مرقدہ) نے فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے اس دن جمعیت علمائے اسلام میں شمولیت فرمائی اسی دن مجھے بھی جمعیت کے اجلاس میں شرکت اور شمولیت کی سعادت اور شرف حاصل ہوا۔

اسی اجلاس میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کو جب جمعیۃ علمائے اسلام کی صدارت کیلئے عرض کیا گیا تو آپ نے بہت ہی پس وپیش کے بعد اس شرط پر جمعیۃ کا امیر بننا منظور فرمایا کہ حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی جمعیۃ علمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری ہوں گے تو میں امیر بنوں گا۔

چنانچہ حضرت ہزاروی اور حضرت لاہوری کو ہمیشہ جماعت میں سربراہی کی حیثیت حاصل رہی۔

حضرت ہزاروی ایک سادہ اور درویش منش خدا رسیدہ زندہ دل بزرگ تھے۔ ان کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر کوئی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ انہوں نے حضرت مفتی صاحب کے سامنے کچھ اس طرح انداز سے جمعیت کی دعوت رکھی کہ مفتی صاحب کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔

چنانچہ ملتان میں ہونے والے اجلاس میں شرکت اور جماعت میں شمولیت کا وعدہ بھی فرمالیا اور ساتھ ہی اس اجلاس کے تمام انتظامات بھی حضرت مفتی صاحب نے اپنے ذمے لے لئے۔ مجھے اجلاس کی انتظامیہ کمیٹی کا رکن بنا دیا گیا اور ہم نے الحمدللہ دوسرے دوستوں کے ساتھ مل کر بہت ہی اچھے انتظامات کئے۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کراچی، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، حضرت مولانا غلام اشرف خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور ملک بھر کے جید علماء کرام شریک تھے۔ وہ اجلاس جمعیت کا بنیادی اور اساسی اجلاس تھا۔

جمعیۃ علمائے اسلام اپنے تاریخی کردار اور بے مثال منشور کی وجہ سے دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی گئی۔ حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی جمعیۃ کے امیر منتخب ہوئے۔ 1970ء کے الیکشن میں جمعیۃ علمائے اسلام اس قدر عروج حاصل کر گئی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پورا ملک جمعیۃ کی آواز سے گونج اٹھا۔ 1970ء کے الیکشن میں جمعیۃ کی طرف سے حصہ لیا۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور حضرت مولانا ہزاروی نے اس الیکشن میں تاریخ ساز کامیابی حاصل کی اور جمعیۃ کے کئی علماء ممبر منتخب ہوئے۔ اس طرح جمعیہ علمائے اسلام ملک کی پارلیمنٹ میں مضبوط طاقت بن گئی۔ سیاسی حلقے کوئی حکومت جمعیۃ کو نظر انداز کر کے نہیں بنا سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب ملک میں حکومت سازی کا کام شروع ہوا تو جمعیۃ علمائے اسلام دو صوبوں میں برسر اقتدار جماعت بن گئی۔ سرحد اور بلوچستان میں آٹھ نو ماہ تک شریک اقتدار رہی۔

مولانا مفتی محمود سرحد میں وزیر اعلیٰ بنے اور بلوچستان ڈپٹی سپیکر اور چند وزارتیں جمعیۃ کے حصہ میں آئیں۔ یہ قدرتی بات ہے۔ جب کوئی پارٹی اقتدار میں آتی ہے تو لوگوں کی بہت سی مشکل اور ناممکن امیدیں بھی اس کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہیں۔ جمعیۃ کا حلقہ بھی اپنی جماعت اور

خصوصیت سے وزیر اعلیٰ سے بہت سی امیدیں رکھتا تھا۔ دنیاوی کاموں کے علاوہ جمعیۃ کے کارکنوں کا ذہن چونکہ دینی تھا اس سے تمام دوستوں کی علماء کی کارکنوں کی خواہش تھی کہ حضرت مفتی صاحب سرحد کو مثالی اسلامی صوبہ بنا دیں۔ مگر مفتی صاحب جمعیۃ کی اسمبلی کی اکثریت نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کے دوستوں کی خواہشات کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔ ایک عالم سیاستدان ہونے کی وجہ سے انہوں نے جمعہ کی چھٹی، شراب پر پابندی اور سینماؤں پر کڑی نظر رکھنے کے فیصلے تو کیے مگر لوگوں کے ذہنوں میں مکمل اسلام کا جو نقشہ تھا اس کو سامنے نہ پا کر مایوسی کا احساس شروع ہو گیا حالانکہ پاکستان کے آئین کے مطابق صوبوں کے پاس محدود اختیار ہوتے ہیں اس لئے صوبے اپنی حدود میں رہ کر اصلاحات کر سکتے ہیں۔ مگر حدود سے آگے نہیں بڑھ سکتے اس بات کو عوام کیا سمجھیں۔ عوام نے حضرت مولانا ہزارویؒ کے پاس شکایات کا طومار باندھ دیا۔ عوام کو نہ تو نظریاتی غذا میسر آتی تھی اور نہ ہی دنیاوی کام ہوتے تھے اس لئے عوام و خواص اپنی مایوسی کا اظہار مفتی صاحب سے کرنے کی بجائے ہزاروی صاحب سے کرتے تھے۔ ہزاروی صاحب معاملہ فہم اور حالات کی نبض پر ہاتھ رکھنے والی شخصیت تھے۔ آپ نے بلا تکلیف مولانا مفتی محمود کو کہنا شروع کر دیا کہ جمعیت کے ارکان میں مایوسی پھیل رہی ہے یا تو ان کے مسائل کو حل کیا جائے یا وزارت کو چھوڑ کر آزادی حاصل کر لی جائے۔ یہ بات پہلے پہلے تو مفتی صاحب سنتے رہے بعد میں انہیں ناگوار محسوس ہونے لگی۔ ان کے قریبی دوستوں نے ہزاروی صاحب کی ان باتوں کا یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ ہزاروی صاحب خواہ مخواہ آپ کو پریشان کرتے ہیں۔ وہ آپ کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ آپ کے متعلق ان کی کوئی بات درست نہیں ہوتی۔ احباب اور جماعت آپ سے بہت خوش ہیں۔

چند مفاد پرستوں نے حضرت ہزاروی صاحب اور حضرت مفتی صاحب میں خلیج پیدا کی ورنہ کوئی اصولی اختلافات پہلے پہل نہ تھا۔ صرف تدبر اور رائے کی حد تک اختلاف تھا۔ وہ بھی الحمدللہ میں نے حضرت ہزاروی صاحب اور حضرت مفتی صاحب کو آپس میں بٹھا کر افہام و تفہیم کرا دی۔

ایک دفعہ چیف منسٹر ہاؤس پشاور میں پوری رات میری درخواست پر مفتی صاحب اور ہزاروی صاحب نے میٹنگ کر کے مسائل کو سلجھایا اور مستقبل کیلئے باہمی اعتماد سے مسائل حل کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ ہزاروی صاحب اور مفتی صاحب میں ایک ذہنی اختلاف کبھی ختم نہ ہوا جو مسلسل بڑھتا ہی چلا گیا۔ وہ تھا مفتی صاحب کا ولی خان کی طرف میلان اور جھکاؤ۔ مولانا

فرماتے تھے کہ جس طرح پیپلز پارٹی اپنے وعدے پورے نہیں کرتی اسی طرح نیپ کے وزراء بھی جمعیت کے ساتھ دھوکا کرتے ہیں اسی لئے پیپلز پارٹی اور دونوں ایک ترازو کے چٹے بٹے ہیں۔ ان میں کوئی ذہنی تفریق نہیں ہے اس لئے ہمیں دونوں سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہئے لیکن مفتی صاحب اس بات سے شدید اختلافات رکھتے تھے۔ پوری جماعت نے زور لگا لیا مگر مفتی صاحب نے کسی کی بھی نہیں مانی اور بالآخر سرحد کی وزارت اعلیٰ سے ولی خان کے کہنے پر استعفیٰ دے دیا۔

مولانا ہزاروی نے اس پر بھی شدید اختلاف کیا کہ آپ نے جماعت کے مشورے کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ ولی خان کے کہنے سے وزارت چھوڑ دی حالانکہ ولی خان بھی جمعیۃ کے اسی طرح دل سے خلاف ہے جس طرح پیپلز پارٹی ہے۔ یہ اختلاف اندر اندر ہی طوفان کی صورت اختیار کرتا رہا۔

حضرت مفتی صاحب کے وزارت سے استعفیٰ کے بعد اس مسئلہ پر غور کرنے کیلئے جمعیۃ علمائے اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس حضرت درخواستی نے طلب کیا۔

نیپ میری قطعی رائے تھی کہ پیپلز پارٹی کی طرح بھی اسی قماش کی جماعت ہے۔ اس سے بھی کوئی سیاسی سمجھوتہ نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے دوستوں کے پوچھنے پر اپنے خیالات کو چھپایا نہیں بلکہ جس نے پوچھا میں نے نہایت صفائی سے اپنا موقف بیان کر دیا۔ یہیں سے حضرت مفتی صاحب مجھ سے ناراض ہو گئے۔ کیونکہ یہ پہلا روز تھا کہ میں نے ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اظہار کیا تھا۔ اوپر میری اس رائے کی خبر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کو ہو گئی جو جمعیۃ علمائے اسلام کے امیر تھے جو لاہور میں حاجی دستگیر صاحب کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے یاد فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو حضرت مولانا ہزاروی صاحب اور مولانا عبدالحکیم صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت درخواستی نے مجھ سے فرمایا کہ نیپ کے ساتھ نئے سرے سے کسی سمجھوتے کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے وہی عرض کیا جو میری رائے تھی۔ حضرت درخواستی اور حضرت ہزاروی نے فرمایا کہ ہماری رائے بھی یہی ہے کہ نیپ کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہونا چاہئے۔ مولانا عبدالحکیم صاحب نے بھی اس کی تائید کی۔

میں نے صبح کی میٹنگ میں نیپ پر تنقید کی تو اس پر مفتی صاحب برہم ہو گئے اور مجھے سختی سے بیٹھنے کو کہا۔ میرا خیال تھا کہ میری بات کو سن کر دلائل سے اس کی تردید کی جائے۔

لیکن...... ڈانٹ، ڈپٹ اور غضب آلود نگاہوں کی تاب نہ لا کر میں فوراً بیٹھ گیا۔ خیال تھا کہ

حضرت درخواستی اور حضرت ہزاروی میری تائید فرمائیں گے، وہ بھی خاموش ہو گئے اور پورے اجلاس میں ایک دو آدمیوں نے کہا کہ ان کی بات سنی جائے باقی سب خاموش ہو گئے اور مفتی صاحب نے اپنا موقف ہی منوایا۔

جمعیۃ طلباء اسلام کے چند نوجوانوں نے بہانہ بنا کر اخبار میں خبر شائع کرا دی کہ حضرت درخواستی اور مفتی صاحب نے مجھے جماعت سے نکال دیا ہے جس سے جمعیت کا تمام حساس اور ذمہ دار طبقہ پریشان ہو گیا۔

حضرت غلام غوث صاحب ہزاروی نے ایک پریس کانفرنس کے ذریعے اعلان کر دیا کہ میں مولانا ضیاء القاسمی کیخلاف اس فیصلہ کو مسترد کرتا ہوں اور جمعیۃ کے ناظم کی حیثیت سے ان کو بحال کرتے ہوئے انہیں اس عہدہ پر کام کرنے کی ہدایت کرتا ہوں اور ساتھ ہی انہوں نے فرمایا کہ میں مولانا ضیاء القاسمی کے خیالات اور جمعیت کے سابق بعض امور میں اختلافات کی تائید کرتا ہوں۔ مولانا ہزاروی نے میری تائید میں پریس کانفرنس سے پورا ملک دو دھڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک دھڑا مفتی صاحب کے ساتھ اور دوسرا دھڑا ہمارے ساتھ تھا۔ دونوں دھڑے اپنی اپنی رائے رکھتے تھے۔ ہمارا موقف تھا کہ ولی خان کی جماعت سیکولر جماعت اس جماعت میں دینی نظریات اور اسلامی افکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس سے پیپلز پارٹی اور اس کی سیاست میں سیکولرازم کو غلبہ ہے۔ دین کا ان کے پروگرام میں کوئی دخل نہیں ہے۔

جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب نے خلافت وملوکیت نامی کتاب لکھ کر اصحاب رسول حضرت عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے خلاف وہ زہر اگلا ہے جو ایک رافضی اور دشمن اصحابِ رسول ہی رکھ سکتا ہے۔ اہل سنت کے کسی مکتبہ فکر کا یہ نظریہ نہیں ہو سکتا اس لئے جماعت اسلامی کے ساتھ کوئی اتحاد نہیں ہو سکتا۔ مولانا ہزاروی اور میرے مفتی محمود صاحب اور جمعیۃ سے اختلاف کے مذکورہ بالا دو نکتے ہیں جس کی وجہ سے جماعت دو دھڑوں میں تقسیم ہوئی۔

حضرت ہزارویؒ صاحب جمعیۃ کی روح اور جان تھے۔ ان پر لوگ اور کارکن پروانہ وار فدا تھے۔ ان کو ایک سازش کے تحت راستہ سے ہٹایا گیا اور ان کیخلاف بھی غیر اخلاقی الزامات روا رکھے تھے۔ ان کو بکاؤ مال کہا گیا، ان کی بے عزتی کی گئی، ان کے خلاف ترجمانِ اسلام میں بیہودہ اور بونڈے الزامات لگائے گئے۔

میرے نزدیک اس وقت تک جمعیۃ جس انار اور انتشار کا شکار ہے یہ حضرت ہزاروی کی

توہین کا نتیجہ ہے۔ جب حضرت ہزاروی کی توہین سے بڑے اور چھوٹے توبہ نہیں کرتے نہ جمعیۃ کا وقار اور عزت بلند ہو سکتی ہے اور نہ ان گستاخوں کو دنیا و آخرت میں سکون مل سکتا ہے جو اس مکروہ اور بدبودار مہم میں شریک تھے۔ اگرچہ چند جذباتی حاسدین، معاندین کو یہ انٹرویو پڑھ کر بہت تکلیف ہوگی مگر میں یہ تلخ حقیقت اس لئے بیان کر رہا ہوں تاکہ ایسے لوگ مرنے سے پہلے توبہ کرلیں۔ یہ حقوق العباد بھی ہیں جن کو ان لوگوں نے پامال کیا۔ اس کی معافی وہی دے سکے گا جس کے متعلق یہ مسئلہ ہوگا۔ مجھے آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس قسم کی بدبودار مہم میرے اور ہزاروی صاحب کے ساتھ کیوں چلائی گئی۔

حضرت مولانا ہزاروی کا ساتھ میں نے اس لئے دیا کہ میں مولانا ہزاروی کے موقف کو حق اور درست سمجھتا تھا۔ نیپ اور جماعت اسلامی سے ہمارے ذاتی اختلاف نہیں بلکہ سیاسی اور دینی اختلاف تھے اس لئے میں نے مولانا ہزاروی کا تاحیات ساتھ دیا۔

جن لوگوں نے مولانا ہزاروی کی توہین کی ہے ان کو مشورہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں تاکہ قیامت کی رسوائی سے بچ سکیں۔

سوال:۔ ایک سوال چند علماء کی طرف سے بار بار دہرایا جاتا ہے کہ آپ بھٹو دور میں محکمہ تعلیم کی نصاب کمیٹی کے رکن رہے اور آپ کی موجودگی میں اہل سنت کے عقائد و نظریات کے خلاف مضامین نصاب میں شامل کئے گئے اس کا اصلی پس منظر کیا ہے؟

جواب:۔ آپ مجھ سے تفصیلی انٹرویو کر رہے ہیں اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس سوال کا جواب بھی تفصیل سے عرض کر دیا جائے تاکہ ریکارڈ کا صحیح حصہ بھی بروقت دوستوں کے سامنے آسکے۔

آپ کا سوال چونکہ ایک خالی ذہن رکھنے والے سنی دوست کا سوال ہے چونکہ اس کا اجمالی جواب تو صرف اس قدر کافی ہے کہ میں نے سنی طلباء کے دوسرے علماء کے ساتھ جماعت چہارم اور نہم دہم کی دینیات کی کتاب لکھی ہے اس میں ایک لفظ بھی اگر آپ سنی عقائد و نظریات کے خلاف ثابت کر دیں تو میں مجرم ٹھہرا۔

سنی نصاب دینیات میں کیا ہے؟ وہ میں بعد میں عرض کروں گا لیکن پہلے میں اس داستان کو بیان کرنا چاہتا ہوں جو اس نصاب دینیات کے پس منظر کو جاننے کیلئے ضروری ہے۔

شیعہ نے اپنی سیاسی طاقت اور اثر و رسوخ سے بھٹو حکومت پر زور دیا کہ شیعہ بچوں کو اہل سنت

کے دینی مسائل کے ساتھ چونکہ اختلاف ہے اس لئے میٹرک تک شیعہ بچوں کیلئے اپنا دینیات کا نصاب الگ ہونا چاہئے۔ شیعہ بچے اہل سنت کے دینی مسائل نہیں پڑھنا چاہتے گویا کہ اہل سنت کا دین الگ ہے اور شیعہ کا دین الگ ہے۔ حکومت نے پہلے تو ٹال مٹول سے کام لیا مگر جوں جوں شیعہ کا زور بڑھتا چلا گیا حکومت نے ان کے اس مطالبہ کو منظور کر لیا اور اس کیلئے ایک نصاب کمیٹی بنا دی گئی جس میں طے پایا کہ سنی علماء کرام اپنے عقیدے کے مطابق اور مسلک کے مطابق چوتھی جماعت سے دسویں جماعت کے سنی بچوں کیلئے دینیات کی کتاب لکھیں۔

شیعہ اپنے عقیدے اور مسلک کے مطابق شیعہ بچوں کیلئے کتاب لکھیں۔ اس فیصلہ کے مطابق ایک پینل سنی علماء کا بن گیا اور ایک پینل شیعہ علماء کا بنایا گیا۔ میں ان دنوں اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن تھا مجھے بھی اہلسنت کے علماء کے پینل میں شامل کر لیا گیا۔

علماء کرام کے بورڈ نے اہل سنت کے مسلک کے مطابق جو کتابیں میٹرک تک بچوں کیلئے لکھیں اس میں بچوں کو پڑھانے کیلئے جس جماعت کے بچوں کو جو پڑھایا جانا ضروری تھا بڑی محنت اور خوبصورت انداز سے اس کو کتابوں میں لکھ دیا۔ ان کتابوں میں تعلیمی نقطہ نظر سے وہ تمام ضروری معلومات بچوں کو فراہم کی گئیں جو ایک سنی بچے کے مسلک اور دین کے مطابق اس کو یاد ہونا چاہئے تھیں۔

سنی بچوں کے دینیات کی کتابوں کی چند جھلکیاں

جو کتاب اس وقت نویں، دسویں کے طلباء کو سکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اس میں سنی طلباء کیلئے جن مضامین کا انتخاب ہے وہ نویں، دسویں کتاب کسی دکان سے خرید کر مطالعہ کریں آپ کو مضامین دیکھ کر انتہائی خوشی ہوگی اور حقیقت حال کا علم بھی ہو جائے گا۔

مثال کے طور پر جو مضامین اس کتاب میں پڑھانے کیلئے بچوں کو دیئے گئے ہیں ان کا خلاصہ اور عنوانات کی جھلکیاں ملاحظہ فرمالیں۔

باب اوّل قرآن

سورۃ القدر، سورۃ القارعہ، سورۃ العصر، سورۃ الماعون، سورۃ کوثر، سورۃ اخلاص، سورۃ الناس، سورۃ الفلق۔

☆...... قرآنی آیات اور ان کا ترجمہ یاد کیا جائے۔

☆...... باب دوم احادیث مبارکہ

☆......باب سوم سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆......باب چہارم، اخلاقیات

حصہ دوم برائے سنی طلباء

☆......اسلام، ایمان اور عمل کا مفہوم، ارکان اسلام

☆......اسلام احکام کے مصادر

☆......طہارت، وضو وغسل کی ترکیب اور مسائل

☆......زکوۃ اور مسائل زکوۃ، روزہ اور مسائل روزہ

☆......حج اور مناسک حج، جہاد اور اس کے مسائل

باب دوم، سوانح

☆......سیرت النبی حیات طیبہ

☆......خلافت راشدہ

نویں دسویں کی کتاب کے صفحہ 91 پر لکھا ہوا ہے، ''افضل الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ کی امت میں سب سے افضل صحابہ کرام ہیں، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کو ایمان اور اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ اپنے نبی کی حمایت و نصرت کیلئے انہیں منتخب فرمایا اور دائمی خوشنودی کے لیے پروانہ عطا کیا۔ قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' یعنی اللہ ان صحابہ کرامؓ سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ صحابہؓ کے پورے طبقے میں خلفائے راشدین کا رتبہ سب سے بلند ہے۔

☆......اسی خلافت راشدہ کے باب میں حضرت ابوبکرؓ کی حیات طیبہ کا ذکر نہایت تفصیل سے کیا گیا ہے جیسے 97,96,94,93,92 پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور جہاں حضرت صدیق اکبرؓ کے حالات اختتام پذیر ہوتے ہیں وہاں پر 97 صفحہ پر تحریر ہے کہ 22 جمادی الثانی 12 ہجری مغرب اور عشاء کے درمیان 63 سال کی عمر میں وفات پائی اور حضور اقدسؐ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

☆......آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کے متعلق آخر میں صاف طور پر لکھ دیا گیا کہ آپ پہلوئے مصطفیٰ دفن ہیں۔

کیا ضیاء القاسمی نے یہ شیعہ کا عقیدہ نہم دہم کی جماعت میں درج کیا ہے؟ یا یہ عقیدہ اہل سنت کا ہے کہ

پہلوئے مصطفیٰ میں بنا آپ کا مزار
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

☆☆☆

الحمدللہ مجھے فخر ہے کہ اس کتاب میں میری اور اہل سنت کے تمام مصنفین کی وجہ سے وہ عقائد ونظریات تحریر کیے گئے ہیں جو اہل سنت کا سرمایہ اور قابل فخر اثاثہ ہیں۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ 97-98-99-100-101 پر سیدنا فاروق اعظمؓ کی سیرت طیبہ کا نہایت پاکیزہ اور جامع تذکرہ موجود ہے جسے پڑھ کر ایک طالب علم روحانی بالیدگی حاصل کرے گا اور آخری صفحہ پر حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت کا تذکرہ کر کے لکھا گیا ہے آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

☆...... حضرت امیر المومنین کا مقدس تذکرہ اور سوانح اس کتاب کے صفحہ 105,104,103,102,101 پر موجود ہے۔

ان حالات کو پڑھ کر سکول کے طالب علم کو ایمان ویقین اور عظمت وشہادت عثمان کی روشنی ملے گی۔

☆...... حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ کا تذکرہ اس کتاب کے صفحہ 107,106,105 پر تفصیل سے مذکور ہے۔ جو کہ طلباء کیلئے بصیرت کی روشنی عطا کرتا ہے۔

☆...... خلفائے راشدین کی سیرت طیبہ کے بعد نویں دسویں کی کتابوں میں امہات المومنین ازواج النبیﷺ کا تذکرہ بہت تفصیل سے کیا گیا ہے۔ اس کی چند جھلکیاں بھی ملاحظہ فرمالیں تا کہ آپ کا ایمان تازہ ہو جائے۔

☆...... اسلامیات کی کتاب نہم دہم کے 108 صفحہ پر یہ عنوان جلی حروف سے لکھا ہوا ہے:

امہات المومنین رضی اللہ عنہم

اس عنوان کے تحت یہ عبارت تحریر ہے کہ:

”قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیان کرتا ہے کہ آپ کی ہستی مومنوں کو اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہے اور آپ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ مسلمانوں کی

دینی تعلیم وتربیت میں امہات المومنین کا نمایاں حصہ ہے۔ قرآن کا بیان ہے کہ نبی کی بیویوں کی ذمہ داریاں اور فرائض دنیا بھر کی مستورات سے جداگانہ نوعیت کے ہیں۔ ان کی عزت وعظمت بھی لاجواب ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ بجائے اس کے کہ میری ان خدمات کو سراہا جاتا اور عوام وخواص کو بتایا جاتا کہ بھئی اس اندھیرے میں اگر ضیاء القاسمی اس کمیٹی کا رکن نہ ہوتا تو امکان تھا کہ کچھ فروگزاشتیں ہو جاتیں مگر اس کے رکن ہونے کی وجہ سے اہل سنت کے عقائد کی اصولی باتیں کتابوں میں درج ہوگئیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا تذکرہ

امہات المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا تذکرہ اسلامیات نویں دسویں کی کتاب کے صفحہ 108-109 پر ان الفاظ میں موجود ہے:

''حضرت عائشہؓ، آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ علم وفضل میں یکتا تھیں۔ صحابہ علمی اور فقہی مسائل حل کرانے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ عبادت کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی نماز اشراق بھی کبھی قضا نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے ہر سال حج کیا۔ اس کے علاوہ غزوات میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور مجاہدوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری اٹھا کر جہاد میں عملی طور پر حصہ لیتی تھیں۔ آپ 58 ہجری میں فوت ہوئیں۔ کتاب نہم دہم اسلامیات108-109۔

☆...... شیعہ کو صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے بعد سب سے زیادہ دشمنی سیدہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ہے۔ آپ نے دیکھا کہ نویں، دسویں کی کتاب میں سنی مسلمانوں کے بچوں کیلئے کس قدر جامع انداز سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

دیدہ کوڑہ کیا جانے اور کیا دیکھے

الحمدللہ جب تک یہ کتاب نویں دسوی کے بچے اپنے نصاب تعلیم میں پڑھیں گے ان کے ذہن میں اپنی ماؤں کے نام نقش ہوں گے اور اپنی ماؤں کے تذکرہ سے ان کے دل ودماغ تروتازہ رہیں گے جس کا ثواب میرے سمیت تمام اہل سنت کے مصنفین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا رہے گا۔

آپ کتاب دکان سے خرید کر مطالعہ فرمائیں تو تمام ازواج مطہرات کا تذکرہ نہایت

جامعیت سے اس میں ملے گا۔

☆......نویں دسویں کی کتاب میں 111 پر عنوان ہے کہ

صحابہ کرامؓ کے مناقب

اس عنوان کے تحت لکھا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی سب سے بڑی منقبت یہ ہے کہ اسے ایمان کے ساتھ حضور کی ہم نشینی اور رفاقت و دیدار کا شرف حاصل ہوا ہے۔

26 ویں پارے کی سورہ حجرات میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اصحاب رسول کو اعلیٰ درجے کا نیکوکار اور مومن بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے خطابت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ تمہارا ایمان دوسروں کیلئے نمونہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے یہ لوگ۔ اسلامیات نہم دہم صفحہ 111۔

☆......صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تذکرہ کے بعد اس کتاب میں عشرہ مبشرہ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ حضرات حسنین کا تذکرہ ہے مہاجرین و انصار کا تذکرہ ہے۔

☆......نویں، دسویں کی کتاب کے آخری صفحہ پر عنوان ہے کہ ''کاتبین وحی رضوان اللہ علیہم اجمعین''۔

اس عنوان کے تحت تحریر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نزول وحی کا آغاز ہوا تو آپ نے وقتاً فوقتاً کتابت وحی کی خدمت چند جلیل القدر صحابہؓ کے سپرد فرمائی۔ جن صحابہ کرامؓ نے کتابت وحی کی عظیم خدمت سرانجام دی مورخین نے ان کی تعداد چالیس بیان کی ہے ان میں حسب ذیل کے اسمائے گرامی زیادہ مشہور ہیں۔

1۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

2۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

3۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

4۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

5۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

6۔ حرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

7۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (صفحہ 116)

مجھے خوشی ہے کہ خلافت راشدہ نے اس سوال سے لاکھوں قلوب میں ڈالے ہوئے شکوک و

شبہات کا ازالہ کر کے ان کے دل و دماغ کو صاف کر دیا۔

ایک ضروری نکتہ

یہ شبہ کیوں پیدا ہوا اور اسے کیوں اس قدر شہرت ملی اس کی میرے نزدیک بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب حکومت نے شیعہ سنی نصاب الگ الگ کر دیئے تھے تو ضروری تھا کہ نویں، دسویں کی کتابیں بھی الگ الگ چھاپی جاتیں۔ شیعہ بچوں کی کتاب الگ ہوتی اور سنی بچوں کیلئے کتاب الگ چھاپی جاتی مگر حکومت نے یہ ظلم کیا کہ شیعہ اور سنی دینیات کی کتاب ایک ہی رکھی اور اس کے حصے الگ الگ کر دیئے۔ ایک اس کتاب میں شیعہ مصنفین کے نام بھی لکھ دیئے اور اہل سنت مصنفین کے نام بھی لکھ دیئے جس سے دشمن نے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔

مذکورہ کتابوں کے مضامین کے پڑھنے کے بعد کوئی انصاف پسند یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولانا ضیاء القاسمی نے نصاب دینیات میں اہل سنت کے نظریات کی ترجمانی نہیں کی بلکہ حقیقت یہ ہے۔ نصاب کی کتابوں میں اہل سنت کے عقائد و نظریات کو جس انداز سے پیش کیا گیا ہے ایک سنی بچہ ان معلومات کی وجہ سے ایک پختہ فکر سنی بن جائے گا۔

آخری گزارش

بعض علماء نے اخلاص سے اس بات کے ساتھ اختلاف فرمایا تھا کہ شیعہ کو نصاب دینیات الگ نہیں دینا چاہئے بلکہ شیعہ بچوں کو سنی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر اکثریت اور جمہور امت مسلمہ کی تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔

میں ان مخلص علماء کی رائے کے ساتھ اتفاق رکھتا ہوں اور ان کی پرزور تائید کرتا ہوں اور میرا ذہن بھی یہی ہے کہ پاکستان میں وہی نصاب دینیات ہونا چاہئے جو اکثریتی آبادی کے سنی کے افکار و نظریات پر مبنی ہونا چاہئے۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ حکمران طبقے کی سینہ زوری ہے کہ ان کی اکثریت کو نظر انداز کر کے ایک اقلیتی فرقہ کو الگ نصاب دینیات دے دیا جائے۔ اس سلسلہ میں مجھے مخلص علماء اہل سنت کے ساتھ پورا پورا اتفاق ہے اور اس کمزوری کو دور کرنے کیلئے تنظیم اہل سنت اور خدام اہل سنت اور سواد اعظم اہل سنت سپاہ صحابہؓ مل کر جو بھی لائحہ عمل تیار کریں انشاء اللہ نصاب دینیات میں شیعہ علیحدگی کیخلاف جو لائحہ عمل تیار ہو گا میں اس کا پورا پورا ساتھ دوں گا۔ حکومت کی غلط حکمت عملی کی اصلاح کے لئے علمائے اہل سنت جو لائحہ عمل طے کریں میں انشاء اللہ اس میں پورا پورا تعاون کروں گا۔

میرا نقطہ نظر

علمائے کرام اگر شیعہ دینیات کی علیحدگی کے بعد زوردار طریقے سے تحریک چلا کر جب شیعہ فرقے کے بچے سنی بچوں کے ساتھ مل بیٹھ کر دین قرآن اور سیرت النبی نہیں پڑھ سکتے بلکہ اپنے لئے ایک الگ دین کا نقشہ رکھتے ہیں تو پھر انہیں اہل سنت کے حقوق پر سیاسی اور ملی سطح پر کسی مقام میں بھی برابری کا کوئی حق نہیں دینا چاہئے۔

جب شیعہ مکتب فکر اپنے بچوں کیلئے دینیات کا الگ تصور رکھتے ہیں تو پھر انہیں ہر اہل سنت کے ساتھ کسی مقام پر بھی برابری کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ مثلاً جب شیعہ بچے سکولوں میں سنی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنا پسند نہیں کرتے تو شیعہ امیدوار کسی مقام پر بھی سنی کا ووٹ حاصل نہیں کر سکتا۔

کونسلری کیلئے بلدیات میں شیعہ کو الگ کر دیا جائے۔ کسی شیعہ کو سنی کے ووٹوں سے منتخب ہونے کا حق نہ دیا جائے۔

کوئی بھی شیعہ سنی ووٹوں کی بنیاد پر صوبائی اسمبلی کا ممبر نہیں بن سکتا۔

کوئی بھی شیعہ سنی ووٹوں کی بنیاد پر قومی اسمبلی کا ممبر نہیں بن سکتا۔

کوئی بھی شیعہ، سنی ووٹوں کی بنیاد پر سینیٹ کا ممبر نہیں بن سکتا۔

کوئی بھی شیعہ سنی سٹیٹ میں پولیس، دفاع اور تمام محکموں میں کلیدی عہدوں پر نہیں جا سکتا۔

یہ تمام باتیں اس بنیاد پر عرض کی ہیں کہ شیعہ جب سکول کے احاطہ میں سنی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو پھر اس کو زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے۔

میری توبہ! اگر اب بھی آپ میرے اس تفصیلی بیان اور وضاحت کے بعد محسوس کرتے ہیں کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ یا کوئی تسامح ہو گیا ہے تو میں بجائے ضد کرنے کے اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطی کی معافی مانگتا ہوں اور اپنے مالک غفور و رحیم رب کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری سے درخواست کرتا ہوں کہ یا اللہ نصاب کے بارے میں مخلص علمائے کرام کہتے ہیں کہ تم نے غلطی کی ہے تو تیری بارگاہ میں معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں تو میری توبہ اور غلطی کو معاف فرما دے۔

میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔ خلافت راشدہ کے تمام قارئین میری معافی کے گوارہ رہیں۔

علینا انک انت التواب الرحیم

سوال:۔ سوادِ اعظم اہل سنت آپ نے کیوں بنائی اور اس کے اغراض و مقاصد کیا تھے؟

جواب:۔ سوادِ اعظم میں نے نہیں بنائی بلکہ سوادِ اعظم اہل سنت میں بنیادی کردار مولانا مفتی صاحب (قدس سرہ) نے ادا کیا تھا۔

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان (قدس سرہ) صاحب کا مجھے فیصل آباد فون آیا کہ فوراً پنڈی پہنچو۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ صاحب تمہیں یاد فرما رہے ہیں۔ کسی مسئلہ پہ مشاورت کرنا چاہتے ہیں۔ میں پنڈی پہنچا تو حضرت مولانا مفتی محمود صاحب شدید علالت کی وجہ سے بیمار تھے اور کسی ہسپتال میں داخل تھے۔ حضرت شیخ القرآن کی رفاقت میں پہنچا تو مفتی صاحب نے مولانا نورانی کی تکفیری مہم کیخلاف کام کرنے کیلئے مجھے فرمایا کہ ایک جماعت تشکیل دی جائے جو نورانی میاں کی اہل حق کیخلاف تکفیری مہم کا نوٹس لے۔ مشورہ میں یہ بات طے پائی کہ حضرت شیخ القرآن (نوراللہ مرقدہ) جلدی پنڈی میں اجلاس بلائیں اس میں اہل حق کی تمام جماعتوں کے نمائندے شریک کیے جائیں تاکہ سب کو ساتھ لے کر ایک ملک گیر جماعت تشکیل دی جائے۔ مفتی صاحب اس اجلاس کی صدارت فرمائیں گے۔

حضرت شیخ القرآن نے نہایت تیزی سے پورے ملک کے علماء اور مختلف جماعتوں کے سربراہوں کو فون پر اطلاع کر کے اجلاس بلالیا جس میں حضرت مولانا عبدالستار تونسویؒ نے شیخ القرآن کے ساتھ معاونت فرمائی اور اجلاس کے تمام انتظامات کو پروان چڑھایا۔ ملک بھر کے علماء جماعتیں اس اجلاس میں شریک ہوئے اور مولانا مفتی محمود صاحب خود اجلاس میں شریک ہوئے آپ نے ایسی جماعت کی تشکیل پر زور دیا جو باطل فتنوں کی ملک دشمنی، دین دشمنی حرکات کا نوٹس لے کر اس کا راستہ روک سکے۔

مندرجہ ذیل جماعتیں اس اجلاس میں شریک ہوئیں۔

جمعیۃ علمائے اسلام

تنظیم اہل سنت پاکستان

ختم نبوت جماعت

اشاعت التوحید والسنۃ

جمعیۃ اہلحدیث

حقوق اہل سنت

جنرل سیکرٹری شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کو منتخب کیا گیا، ناظم مجھے منتخب کیا گیا۔ نائب صدارت اور دوسرے عہدیدار نامزد کرنے کا اختیار شیخ القرآن مولانا غلام اللہ کو دیا گیا۔ آپ نے اپنی صوابدید سے ہر جماعت کو ایک ایک عہدہ دیا اور جماعت کو نہایت ذہانت و فطانت کو منظم فرمایا۔ چند ہی روز میں سواد اعظم اہل سنت پاکستان ملک میں لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بن گئی۔

پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد میں سواد اعظم اہل سنت کے زبردست کنونشن اور اجتماعات ہوئے۔ دن میں صوبہ بھر سے تشریف لائے علماء کرام کا کنونشن ہوتا تھا اور رات کو جلسہ عام ہوتا تھا جس میں صوبہ بھر سے تشریف لائے ہوئے علماء کرام بالعموم شمولیت فرماتے اور مرکزی قائدین کا ایک وفد جسے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ نے تشکیل دیا تھا وہ خصوصی طور پر اس کنونشن اور رات کے جلسے میں شریک ہوتا تھا۔ مرکزی وفد کی قیادت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان فرماتے اور اس وفد میں مولانا محمد لقمان، قاری نور الحق قریشی، میاں فضل حق، مولانا اجمل خان، مولانا عبدالمجید ندیم، مولانا احسان اللہ فاروقی، قاری عبدالحی عابد، ختم نبوت جماعت کا کوئی نمائندہ اور راقم الحروف شریک ہوتے تھے۔ کراچی، اسلام آباد، پنڈی، پشاور، کوئٹہ، لاہور میں اس قدر عظیم الشان کانفرنسیں ہوئیں کہ پورا ملک جاگ اٹھا۔ یوں لگتا تھا کہ سواد اعظم اہل سنت کے اس پروگرام کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے سرفراز فرما دیا ہے اسی لئے اس کے چرچے شہر شہر، بستی بستی، قریہ قریہ ہونے لگے۔ بہت جلد سواد اعظم اہل سنت کے مقاصد سامنے آنے لگے۔

صوبہ سندھ کا تفصیلی دورہ حضرت شیخ القرآن کی قیادت میں ہوا۔ اس قدر دوستوں نے عام خطاب کے تقاضے رکھے کہ ہمارے لئے دوستوں کی خواہشات کو پورا کرنا ممکن نہ رہا۔ سکھر، نواب شاہ، حیدرآباد، کراچی میں فقید المثال کانفرنسیں ہوئیں۔ کوئٹہ، خاران، خضدار، لات، بلوچستان کے مرکزی شہروں میں کانفرنسوں کا جال بچھ گیا۔ عوام وخواص نے توحید وسنت کے اس کارواں کی بیحد پذیرائی کی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ عوام وخواص مشربت توحید وسنت کے جام پینے کیلئے نہایت مضطرب اور بے تاب ہیں جن کا جوش اور ولولہ دیدنی تھا۔

نورانی میاں نے جس تکفیری مہم کا ناٹک رچایا تھا وہ اس سیلاب کے سامنے نہ ٹھہر سکا بلکہ پورے ملک نے نورانی میاں کے اس زہر آلود رویہ کی مذمت کی اور انہیں ملک وملت کے نازک حالات کا احساس دلایا جس کی وجہ سے انہیں بہت ہی دھچکا لگا۔ چنانچہ نورانی میاں نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ سے سواد اعظم کے بڑھتے ہوئے اور مقبول عام پروگراموں کے اپنے لہجے میں

شکایت کی کہ ان لوگوں نے میرے وقار اور امیج کو گرانے کیلئے پوری توانائیاں صرف کردی ہیں۔
مولانا مفتی محمود نے نورانی میاں کو بتایا کہ ''اے بادصبا ایں ہمہ آوردہ تست''
''یہ سب کچھ آپ ہی کی تند و تیز اور تعصب پر مبنی تقریروں کی وجہ سے ہوا ہے۔''
آپ اپنا رویہ تبدیل کرلیں میں بھی سواد اعظم کے علمائے کرام سے کہوں گا کہ اپنے لہجہ اور گرم نرم گفتگو والا پروگرام ذرا دھیما کردیں۔

ایک میٹنگ میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے نورانی میاں کی اس گفتگو کے حوالے سے مشاورت بھی فرمائی جس میں خصوصی فیصلے ہوئے اور ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ سواد اعظم اہل سنت کا پلیٹ فارم مستقل کام کرتا ہے جس میں تمام تنظیمیں اپنا اپنا کردار اور حصہ ادا کرتی رہیں۔

سوال:۔ انٹرنیشنل ختم نبوت مشن بنانا کیا ضروری تھا جبکہ پہلے ختم نبوت تنظیم موجود تھی اور خود اس میں حصہ لیتے رہے ہیں؟

جواب:۔ آپ کے سوالات اس قدر تیز اور چبھتے ہوئے ہیں کہ ان کی تفصیل میں جاتا ہوں تو دردناک منظر اور کہانیاں سامنے آتی ہیں اگر میں خاموشی سے ٹال دیتا ہوں تو لوگوں کے دلوں میں چھپے ہوئے سوال، خدشات اور ان کی بنیاد پر میرے خلاف بے بنیاد نظریے اور خیالات پختہ تر ہوجائیں گے جن کو میں آنکھوں کنائیوں اور رویوں سے سمجھتا اور دیکھتا رہتا ہوں اس لئے ضروری ہے کہ میں نہایت احتیاط سے چند ضروری واقعات تاریخ کے حوالے سے کرتا جاؤں۔ جب کیس غلط اور صحیح کا فیصلہ ہونے کا وقت آئے گا تو کوئی تجزیہ نگاہ ان واقعات کو بھی فیصلہ کرتے وقت نظر میں رکھے گا ممکن ہے اس سے بہتوں کا بھلا ہوجائے۔

قادیانیوں کے خلاف مخدومی و حقری حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی قیادت میں ماضی میں جو 83ء میں پاکستان میں جنگ لڑی گئی الحمدللہ اس گنہگار کو بھی اس میں بھرپور کردار ادا کرنے کا موقعہ ملا بلکہ اس تحریک میں میرے سوا کسی رہنما یا کارکن کی گرفتاری ہی نہیں ہوئی۔ اس مقدس تحریک میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت اور اس کے ناموس کے تحفظ و ناموس کے لئے اس گنہگار امتی کے حصہ میں جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیاں آئیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

الحمدللہ پوری جماعتوں کے علماء اور رہنماؤں کے شانہ بشانہ ختم نبوت کے مسئلہ پر قادیانیوں کیخلاف جو جنگ لڑی گئی میرا اس میں بھرپور حصہ ہے۔ میں نے ملک بھر کا دورہ اپنے رفقاء کے

ہمراہ کیا اور تحریک میں ایک ولولہ اور جوش پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بھرپور کردار ادا کیا۔

تحریک اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کامیاب ہوئی۔ صدر ضیاء الحق نے اس تحریک کے دباؤ کے پیش نظر ایک آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے قادیانیوں کو اسلامی اصلاحات استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ اذان پر پابندی عائد کردی گئی۔ ان کی عبادت گاہوں کو مساجد کا نام دینا جرم قرار دے دیا گیا۔

قادیانوں کا سالانہ جلسہ بند کر دیا گیا۔ قادیانیوں کو اسلام کی تمام مقدس اصلاحات کا استعمال کرنا ممنوع کر دیا گیا حتیٰ کہ کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر چلنا بھی دست اندازی پولیس جرم قرار دیدیا گیا۔ الحمدللہ...... میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا۔ اس میں مجلس عمل کی وہ تمام جماعتیں شامل ہیں جنہیں دیو بندی، بریلوی، اہلحدیث عوام وخواص کا اعتماد حاصل تھا۔

لیکن بطور تحدیث نعمت یہ ضرور عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے رات دن دوڑ بھاگ کر کے ملک بھر میں اس مسئلہ کے حل کیلئے جو فضا بنائی گئی اس میں میرا بھرپور کردار اور حصہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب سیالکوٹ میں پنجاب بھر کی ایک فقید المثال کانفرنس کے اجتماع کو حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے دیکھا تو آپ نے مسرت سے اپنی دستار مبارک میرے سر پر باندھ دی۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہوسکتا ہے کہ ایک ایسی شخصیت جو مرجع عوام وخواص اور مرشد العلماء کا درجہ رکھتے ہوں انہوں نے اپنی دستار مبارک میرے سر پر باندھ کر میرے لئے روحانی اعزاز کا تمغہ امتیاز سجا دیا جو کسی مقدر والے ہی کو نصیب ہوتا ہے۔

اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ اپنی زندگی کا کوئی ناقابل فراموش واقعہ سناؤ تو میں بلاتکلف بلاسوچے سمجھے بغیر کسی توقف کے یہ واقعہ بیان کروں گا کہ وقت کے ایک ولی نے میری مخلصانہ اور حضور رسالت مآب نیاز مندانہ خدمات کے صلے میں سید عظمت و وقار عطا کر دی۔ الحمدللہ تحریک ختم نبوت کی کامیابی اور صدر ضیاء الحق کے آرڈیننس کے نفاذ کے بعد قادیانیوں کو شدید دھچکا لگا۔ انہوں نے پاکستان میں مسلمانوں کے دروازے بند ہوتے دیکھے اور پاکستان کی زمین ان کے لئے تنگ ہوگئی تو مرزا طاہر احمد کو جو قادیانوں کا سربراہ ہے ملک سے بھاگنے کا پروگرام بنایا۔

مرزا طاہر احمد نوکر شاہی اور اپنے بے پناہ روابط اور وسائل کی بناء پر پاکستان سے لندن بھاگ گیا۔ لندن میں قادیانیوں کا پہلے سے مرکز تھا۔ مرزا طاہر احمد نے لندن پہنچ کر قادیانیت کو

ایک نئی تربیت دی۔ قادیان اور ربوہ میں ہونے والا سالانہ جلسہ لندن میں کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کی تشہیر پوری دنیا میں کی گئی جس سے یہ تاثر دینا مقصود تھا کہ قادیانیت اس پاکستان میں کمزور کر دی گئی ہے تو کوئی فکر کی بات نہیں اس کیلئے تمام وسائل بروئے کار لا کر قادیانی گروہ کے ارتداد کو پوری دنیا میں پھیلایا جائیگا۔ مجھے قادیانیوں کے لندن میں سالانہ جلسہ کا اعلان پسند نہیں آیا۔ میری تشویش میں اضافہ ہوا اور میرا دل بے چین ہو گیا۔ مجھے ہر وقت اس بات کا فکر لاحق رہنے لگا کہ کسی نہ کسی طرح مرزا طاہر احمد کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ اگرچہ علمائے کرام بے وسائل ضرور ہیں مگر بے حمیت نہیں ہیں۔

مجلس ختم نبوت کا فرض

"مجلس ختم نبوت" پاکستان میں اسی کاز اور مشن کیلئے کام کر رہی ہے۔ مرزائیت کی جڑیں اکھاڑنے میں مجلس ختم نبوت پاکستان کا کلیدی اور بنیادی کردار ادا کر رہا ہے جسے پوری دنیا ممنونیت کے جذبات سے ہمیشہ یاد رکھے گی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس جماعت کے بانی اور مرکزی مخدوم و رہنما تھے۔ ان کی وفات کے بعد خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی جماعت کے سربراہ ہوئے۔ قاضی صاحب مرحوم جماعت سربراہ تھے مگر مجلس ختم نبوت کو منظم، مضبوط، مستحکم کرنے میں سب سے زیادہ محنت اور جدوجہد مولانا محمد علی جالندھری کی تھی۔ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، مولانا لال حسین صاحب اختر مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان، مولانا عبدالرحمٰن صاحب میانوی جیسی مخلص اور بے لوث رہنماؤں کی بہادری اور انتھک ٹیم مولانا محمد علی جالندھری کے ہمراہ تھی جس نے مجلس ختم نبوت کی تنظیم کو چار چاند لگا دیئے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کی وفات کے بعد جماعت کی امارت حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے سنبھالی۔ ان تمام اکابر نے اپنی بے پناہ جدوجہد سے قادیانیت کی بلند و بالا عمارت کو پیوند زمین کر دیا اور قادیانیوں کی تحریک کے سانس اکھاڑ دیئے۔

ظاہر بات ہے کہ ہر دور میں افراد کار پہلے دور کی صفات کے حامل نہیں ہوتے۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم جس قدر عالی مقام اور صاحب ایثار و عزیمت بزرگ ہیں انہیں اپنی منشاء کے مطابق جماعت میں ایسے رفقاء میسر نہیں آئے جس کی وجہ سے جماعت میں پہلا سا دم خم باقی نہیں رہا جس کا احساس حضرت مولانا خان محمد صاحب اور ان کے ساتھ عقیدت رکھنے والے اور جماعت کے کام کو بلند سے بلند دیکھنے والوں کو شدت سے ہر وقت رہتا ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کا فرض تھا کہ قادیانیوں کی لندن اور بیرون ملک سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھتی مگر شدید انتظار کے بعد جب مجلس نے قادیانیوں کے جلسہ کا نوٹس نہ لیا تو میں نے مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب (نور اللہ مرقدہ) سے مشورہ کیا اور اپنی تجویز رکھی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہاری تجویز مجھے پسند ہے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی بھی حج پر آئے ہوئے ہیں۔ ان سے بھی مشورہ کر کے لندن میں کوئی ایسی کانفرنس ضرور رکھتے ہیں جس سے قادیانیوں کو معلوم ہو جائے کہ علماء کرام قادیانی ارتدادی سرگرمیوں سے بے خبر نہیں ہیں بلکہ پوری دنیا میں اس کے تعاقب کیلئے مستعد ہیں۔

ختم نبوت کانفرنس لندن کا فیصلہ

شام کو مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی، مولانا منظور احمد چنیوٹی اور راقم الحروف نے حرم شریف میں مشورہ کر کے لندن میں ختم نبوت کانفرنس کرنے کا فیصلہ کر لیا اور طے پایا کہ ہمارے پاس چونکہ فنڈ نہیں ہیں اس لئے ہر شخص اپنا ٹکٹ خرید کر لندن پہنچ کر ختم نبوت کانفرنس کو کامیاب کرنے کیلئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے اور یہ بھی طے پایا کہ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب پہلے تشریف لے جائیں اور کسی جگہ کا انتظام کر کے وہیں کا اعلان فرما دیں۔ میں اور مولانا چنیوٹی ہفتہ بعد پہنچ جائیں گے۔

میرا بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پورے انگلینڈ میں حلقہ احباب تھا اور مولانا چنیوٹی صاحب کا وسیع حلقہ تھا۔ ہم اس سے پہلے تبلیغی کانفرنسوں میں جاتے رہتے تھے اس لئے ہمیں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد مشکل نظر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ تھا کہ انشاء اللہ یہ کام ضرور پایۂ تکمیل تک پہنچے گا اور مسلمان سرخرو ہوں گے۔

مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی لندن پہنچ گئے۔ مولانا عبدالحفیظ مکی نوجوان، درویش صفت، جید عالم دین اور صوفی منش روحانی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ باطل فتنوں کیخلاف بہت ہی صاف اور مضبوط ذہن رکھتے ہیں۔ باطل کیخلاف ان کے ذہن اور عمل میں کوئی مصلحت نہیں ہے۔ وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ قلبی اور عملی وابستگی رکھنے کے باوجود ہمیشہ باطل فتنوں کیخلاف صف آراء رہتے ہیں اور پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت مولانا زکریا صاحب نے ہماری اسی طرح ذہن سازی کی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث ہمیشہ ہمیں باطل تحریکوں کے خلاف کام کرنے کا حکم دیتے تھے۔

مولانا عبدالحفیظ کی ایک عجیب خوبی دیکھنے میں آتی ہے کہ اگر دین کا کام کرنے کیلئے ان کے پاس فنڈ نہ ہوں تو وہ اپنی جیب سے اس کام کیلئے خرچ کر دیتے ہیں۔ بعد میں فنڈ آنے پر حساب کر لیتے ہیں یا کسی دوست سے قرض لے کر اس دینی کام کو سرانجام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اہم کام وقت پر ہو جانا چاہئے، پیسے آتے رہیں گے۔ آپ نے انگلینڈ پہنچ کر دوستوں سے قرض لے کر ویمبلے ہال ختم نبوت کانفرنس کیلئے بک کرا لیا جو بہت بڑا ہال تھا اور اس میں بہت بڑے بڑے فنکشن ہوتے ہیں۔ ہر شخص وہاں کانفرنس کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ اس واقعہ کی تفصیلات چھوڑتا ہوں ورنہ اس پر ایک طویل انٹرویو ہو سکتا ہے۔

یہ ضروری تھا کہ اس کانفرنس کے انعقاد کیلئے کوئی مجلس یا کوئی انجمن بنائی جاتی اور اس کا کوئی نام ہوتا تا کہ دشمن پر رعب پڑتا اور اس نام سے کانفرنس بھی انعقاد پذیر ہو جاتی۔ اس غرض کیلئے ''انٹرنیشنل ختم نبوت مشن'' نام تجویز ہوا کیونکہ ختم نبوت کانفرنس کی نسبت سے اس طرح کا نام ہونا ضروری تھا اس لئے چیئرمین کا نام حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی کا تجویز ہوا اور جنرل سیکرٹری کا نام میرا تجویز ہوا جس کی منظوری مولانا منظور احمد چنیوٹی نے دی۔ اسی نام سے کام شروع ہوا۔ جمعیۃ علمائے برطانیہ نے بھرپور ساتھ دیا اور ویمبلے کانفرنس سنٹر لندن میں اس قدر عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس ہوئی کہ اس نے پورے یورپ میں ختم نبوت کے لئے کام کرنے کے راستے کھول دیئے اور مرزائیت کے حلقوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ چونکہ کانفرنس نیک نیتی اور اخلاص سے رکھی گئی تھی اس لئے الحمدللہ اس کی خوشبو اللہ تعالیٰ نے پورے عالم میں پھیلا دی۔

سوال:۔ ختم نبوت اکیڈمی بنانے میں کیا غرض و غایت شامل ہے۔ اس کے اثرات نظر نہیں آتے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ میں طویل عرصہ سے میدانِ تبلیغ میں کام کر رہا ہوں۔ بہت اونچے اور اس قدر آور خطیب میں نے دیکھے جو دلائل کو خطیبانہ انداز میں اس طرح عوام و خواص کے دل و دماغ میں اتارتے کہ سننے والا بے اختیار ہو کر پکار اٹھتا کہ گویا یہ میرے ہی دل کی آواز ہے۔

علمی موضوع کو عوامی انداز میں بیان کرنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ہزاروں عوام و خوص ان سے متاثر ہو کر دل و دماغ کو ایمان کی روشنی سے منور کرتے تھے۔ مگر ان اکابر خطباء اور علماء کے اٹھ جانے سے دور دور تک اس میدان میں خلا محسوس ہو رہا ہے۔ سناٹا سا ہے، منبر و محراب اور عوامی سٹیج پر جب تقریریں سنتا ہوں تو بہت ہی افسوس ہوتا ہے۔

بے مغز، بے مقصد، معانی اور معارف سے خالی، غیر نظریاتی، محض جذباتی، قرآن وسنت کے دلائل سے بے بہرہ تقریریں، ذہن سازی کی بجائے ذہنی خرابی پیدا کرتی ہیں
میں نے اس کمزوری اور اس کی اس خرابی کو محسوس کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ کیوں نا ایک ایسا تربیتی اور تحقیقی ادارہ قائم کیا جائے جو فارغ ہونے والے طلباء اور علماء کو باطل فتنوں کیخلاف علمی اور تحقیقی مواد مہیا کرے۔ جس سے کم از کم اس قدر تو حسن پیدا ہو جائے کہ تقریروں میں دلائل اور قرآن وسنت کا مواد آجائے اور علمائے کرام کو باطل کے دلائل کا توڑ سامنے آجائے۔ اس غرض سے انٹرنیشنل ختم نبوت کا آغاز کیا گیا جس کیلئے ملک کے ممتاز اور ماہر فن علمائے کرام کی خدمات حاصل کی گئی جو اپنے موضوع پر اتھارٹی سمجھے اور مانے جاتے ہیں۔
الحمدللہ...... انٹرنیشنل ختم نبوۃ اکیڈمی کو شروع ہوئے عرصہ چار سال کا ہوا ہے۔ ہر سال پہلے کی نسبت علماء اور خطباء کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس سال ایک صد پچیس 125 علماء فارغ ہوئے جن کو سند دی گئی اور دستار بندی کی گئی۔ چار سال میں ایک نئے اور جدید کورس میں طلباء کی اس طرح آمد نہایت حوصلہ افزاء ہے۔
آپ کا یہ ارشاد کہ اس کے اثرات نظر نہیں آئے وہ آپ کو اس لئے محسوس نہیں ہوا کہ یہ آپ کا میدان نہیں ہے ورنہ میرے علم میں اور مشاہدے میں آیا ہے کہ ملک کے دور دراز علاقوں اور منبر محراب سے انٹرنیشنل ختم نبوت کے سند یافتہ علماء اور خطباء نہایت کامیابی سے دینی، تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ طلباء کا رجوع جوں جوں بڑھتا جائے گا انشاء اللہ انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی کے اثرات وثمرات گہرے ہوتے جائیں گے۔
سوال: سپاہ صحابہؓ میں آپ کی شمولیت کب اور کیسے ہوئی؟ علامہ حق نواز جھنگوی کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں اور سپاہ صحابہؓ کی موجودہ قیادت سے آپ متفق ہیں؟
جواب: بغض شرک اور بغض رفض میری گھٹی میں داخل ہے۔ میں 56ء میں قاسم العلوم ملتان سے فارغ ہوا۔ اس وقت تبلیغی پلیٹ فارم پر تنظیم اہل سنت پاکستان کے قدر آور بلند پایہ اور علم وخطابت کے درخشندہ وتابندہ ستاروں کا راج تھا۔
حضرت مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری، مولانا قاری لطف اللہ صاحب، مولانا دوست محمد قریشی، مولانا عبدالستار صاحب تونسوی، مولانا قائم الدین صاحب علی پوری، مولانا حافظ عطاء اللہ صاحب، مولانا غلام قادر صاحب ملتانی جیسے علماء وخطباء اپنی خطابت، اپنے علم کا جادو جگائے ہوئے تھے۔

ان کا موضوع اور عنوان، مسئلہ توحید اور مناقب صحابہؓ ہوتا تھا۔ میری ذہن سازی ان بزرگوں کی صحبت اور تربیت سے ہوئی۔ میرے ذہن پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور عظمت رسالتؐ وعظمت اصحابؓ رسول کا نقش انہی کی تقریروں سے ہوا۔ اس وقت سپاہ صحابہؓ کے قائدین یا تو پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اور اگر ہوئے تھے تو انگلی پکڑ کر سیکھ رہے ہوں گے۔ یہ تقریباً 1956ء کی بات ہے۔ میری زندگی تر وابستگی علمائے تنظیم اہل سنت سے رہی ہے اس لئے رفض سے نفرت میرے انگ انگ میں شامل ہے۔

میں نے الحمدللہ رفض کی ضلالتوں کیخلاف پاکستان میں بھرپور کام کیا ہے۔ اس وقت اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے بھی تنظیم اہل سنت کے اکابر سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا ذہن بھی فطری طور پر شرک اور رفض کا دشمن تھا اس لئے انہوں نے بھی اپنے کام کا آغاز تردید شرک وبدعت اور رفض کیخلاف جہاد سے کیا۔

مولانا جھنگوی کو جو ماحول میسر آیا وہ رفض زدہ تھا اور شیعہ وڈیرہ اس علاقے پر سیاسی بالادستی قائم رکھنے کیلئے سنی کو ہمیشہ اپنا مزارع اور گر بنائے رکھتا تھا۔ اصحاب رسول کی توہین شیعہ زمیندار اور وڈیرے کی محبوب غذا تھی۔ اس ماحول کا لازمی نتیجہ تھا کہ اس سرزمین میں کوئی حق نواز جنم لیتا اور وہ اس دھرتی پر اصحاب رسولؐ کے دشمنوں کو سبق سکھاتا۔

الحمدللہ یہ کام مولانا حق نواز جھنگوی نے نہایت جرأت اور بہادری سے سرانجام دیا۔ میرے نزدیک مولانا حق نواز جھنگوی اسی لئے خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس سنگلاخ وادی میں اپنی عزیمت اور جرأت سے عظمت اصحاب رسول کی فصل تیار کی اور اس کے بیج پوری دنیا میں تقسیم ہوئے۔ اب ایک ایک شہر اور بستی میں یہ فصل بیجی جارہی ہے۔

مولانا حق نواز جھنگوی پر میں نے مستقل ایک کتاب لکھ دی ہے جو چھپ کر مارکیٹ میں آگئی ہے۔ اس کتاب میں تاریخی حوالوں سے اس سنگلاخ وادی کا تذکرہ آیا ہے اور مولانا حق نواز نے جو کارنامے سرانجام دیئے اس کا تذکرہ تفصیل سے آگیا ہے۔ مولانا کے سلسلہ میں میرے تمام خیالات وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ مولانا حق نواز جھنگوی عمر سے مجھ سے بہت چھوٹے تھے مگر کام میں مجھ سے بہت آگے نکل گئے میرے ان جملوں سے اگرچہ ایک حلقہ مجھے کوستا رہتا ہے کہ تم مولانا کو اپنے سے بڑا کیوں کہتے ہو!

میں ان کو بھی یہی جواب دیتا ہوں کہ مخلص وہی ہوتا ہے جس کی سوچ کا یہ پیمانہ ہو کہ اصل

عظمت تو کام کی عظمتوں کی نسبت سے قائم ہوتی ہے۔

ہم نے بھی عظمت اصحاب رسولؐ کیلئے کام کیا اور مولانا حق نواز نے بھی اس موضوع کو آگے بڑھایا۔ مولانا حق نواز نے ہم سے آگے بڑھ کر شیعہ کے کفر کو عوام کی زبان پر جاری کر دیا اور شیعہ کافر کا نعرہ پوری سنی قوم کا نعرہ بنا دیا جو مستقل تحریک کی شکل اختیار کر گیا جو کام علما نے سالوں میں کیا اور کتابوں کے صفحات کے صفحات دلائل سے مزین کر دیئے مولانا حق نواز جھنگوی نے علماء کرام کے رفض کے خلاف جذبات اور فتاویٰ کو سنیوں میں عوامی نعرہ بنا دیا جو پوری سنی قوم کی زبان پر جاری ہو گیا۔ اس نعرے کا یہ فائدہ ہوا کہ اب شیعہ نے صحابہ کرامؓ کے خلاف بھونکنے میں پسپائی اختیار کر لی ہے اور وہ یہ کہتے ہوئے سنائی دینے لگے ہیں کہ ہم صحابہؓ کو گالی نہیں دیتے بلکہ تعظیم کرتے ہیں۔ مولانا حق نواز خدائی آواز تھے۔ اب یہ آواز بلند سے بلند تر ہوتی جائے گی۔

انشاء اللہ رفض اور حکومت کا کوئی طوفان بھی اس طوفان کو دبا بھی نہیں سکتا اور روک بھی نہیں سکتا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ نے جب سپاہ صحابہؓ کی تشکیل کی اس وقت ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ سپاہ صحابہؓ اس قدر شہرت کی بلندیوں پر پہنچ جائیگی کہ پورے ملک میں اس کا غلغلہ اور شہرہ ہو گا۔

سپاہ صحابہؓ کی مقبولیت میں مولانا حق نواز جھنگویؒ، یوسف مجاہد، شیخ حاکم علی، اشفاق اقبال صدیقی اور ان ابتدائی نوجوانوں کی بے مثال قربانیوں اور ان ابتدائی نوجوانوں کی بے مثال قربانیاں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے نوجوانوں کا بڑا دخل ہے جنہوں نے ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے عظمت اصحاب رسولؐ کے پرچم کو بلند رکھا۔

مولانا حق نواز نے جماعت کو زندہ جاوید بنا دیا اور وہ دل و جان سے چاہتے تھے کہ ملک بھر کے نامور علماء اور خطیب ان کے ہمراہ چلیں ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں ان کا ساتھ دیں مگر مولانا حق نواز نے جس جرأت و عزیمت کا راستہ اختیار کیا تھا اس کو اختیار کرنا ہر عالم، خطیب، مقرر اور واعظ کے بس کی بات نہ تھا۔

یہی وجہ تھی کہ پورے ملک کے مقررین میں سے صرف مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے مولانا کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا یا مولانا ایثار القاسمی آپ کے ہم رکاب ہوئے۔ مولانا فاروقی اس وقت ملک گیر شہرت رکھتے تھے اور قاری ایثار القاسمی گلشن کی کلی تھے جو ابھی کھلنا چاہتی تھی گویا کہ دو مقرر تھے جنہوں نے مولانا حق نواز کا ساتھ دینے کی حامی بھری باقی

انا للہ وانا الیہ راجعون ہو گئے

مولانا حق نواز کو میرے ساتھ محبت تھی اور وہ میرا دینی خدمات کی وجہ سے بہت ہی احترام کرتے تھے۔ میرے پاس برابر آتے تھے اور مجھے کہا کرتے تھے اور یہ کہ سپاہ صحابہؓ ایک نوجوان کی جماعت ہے۔ اس کی باقاعدہ سرپرستی کیجئے۔ میں مولانا سے ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ سرپرستی آپ فرما ہی رہے ہیں چونکہ میں سپاہ صحابہؓ کے مشن کو جو وہ اصحاب رسولؐ کی عزت وعظمت کے تحفظ کیلئے کر رہے ہیں صحیح سمجھتا ہوں اس لئے میری تمام ترہمدردیاں آپ کے اور سپاہ صحابہؓ کے ساتھ ہیں اور میں انشاءاللہ اس سلسلہ میں دامے درمے سخنے ہر طرح صحابہ کرام کی عزت کیلئے ہر طرح آپ کا معاون اور ہمدرد رہوں گا۔

مولانا حق نواز شہیدؒ پر جب کوئی بھی امتحان آیا، قید وبند کی تکلیفیں آئیں، مقدمات بنے، حکومت نے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا۔

الحمدللہ میں نے ہر آڑے وقت میں مولانا حق نواز کا ساتھ دیا اور کوئی امتحان ایسا نہیں آیا جس میں میں نے ان کا ہاتھ نہ بٹایا ہو بلکہ بعض اوقات تو رضا کاروں کی طرح ان کی خدمات کرتا رہا ہوں۔ مولانا حق نواز کی شہادت کے بعد پوری جماعت کے ذمہ داروں نے مجھے جماعت کا سرپرست بنانا چاہا اور ایک بند کمرے میں پوری قوت اور بھرپور محبت وخلوص سے مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں جماعت کا سرپرست بن جاؤں مگر میں نے پورے خلوص سے معذرت کر کے ان کو یقین دلایا کہ مولانا حق نواز شہیدؒ کی شہادت کے بعد بھی میرے تعاون کا سلسلہ برابر آپ کے ساتھ رہے گا۔

لیکن اب اس میں صرف اس قدر فرق ہوگا کہ مولانا حق نواز جو فیصلہ کرتے تھے میں ان پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے اس کی تائید وتوثیق کرتا تھا۔

لیکن اب جو فیصلہ آپ حضرات کریں گے میں اس کی تائید وتوثیق کرنے سے پہلے سمجھنے کی کوشش کروں گا۔ اگر فیصلہ درست ہوا تو تائید کروں گا اور اگر فیصلہ درست نہ ہوا تو دلائل سے اپنا موقف بیان کر کے نیک نیتی سے اس فیصلے کو صحیح سمت دینے کی کوشش کروں گا۔

بلاسوچے سمجھے توثیق وتائید نہیں۔ آج تک میرا یہی معمول ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں سپاہ صحابہؓ کی دینی تحریک کی توثیق وتائید نہ کی ہو۔ رستہ یہ ضرور اچھا ہے اور چاہوں گا کہ سپاہ صحابہؓ کے نوجوانوں کو شتر بے مہار نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنی جماعت کے جماعتی فیصلوں کی پابندی کرنی چاہئے اور قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے۔ تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ اخلاق،

قانونی، اسلامی قدروں کی حدود میں رہتے ہوئے عظمت اصحاب رسول کے تحفظ اور شیعہ جارحیت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

شیعہ اس وقت اکیلا نہیں ہے۔ اس کی پشت پر ایران ہے۔ پاکستان کا شیعہ زمیندار اور وڈیرا ہے۔ پھر حکومت میں شیعہ کلیدی آسامیوں پر غاصبانہ قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ وہ شیعہ کے ہم نوا ہیں۔ اس لئے شیعہ جارحیت اور اصحاب رسول کے خلاف ان کی دریدہ دہنی روکنے کیلئے تدبر اور ہوش کا دامن تھامنا چاہیے۔

مولانا حق نواز کا مشن انشاء اللہ پورا ہو کر رہے گا۔ ایک دن اسمبلی شیعہ کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر کے رہے گی۔ اگر شیعہ کا یہ فاسد خیال ہے کہ علماء کو قتل کر کے وہ اپنے ناپاک عزائم اور فاسد عقائد کو پاکستان میں پھیلا سکیں گے تو شیعہ کو اپنی یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہیے۔

شریف برادران سپاہ صحابہ کو کچلنے کا پروگرام رکھتے ہیں، حکمرانوں سے خیر کی توقع بے سود ہے

مولانا محمد ضیاء القاسمی سے گفتگو

انٹرویو پینل: محمد بشیر عکاشہ، مولانا ثناءاللہ سعد شجاع آبادی، قاری عبدالغفار سلیم

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے نام اور کام سے کون واقف نہیں۔ ملک کا گوشہ گوشہ آپ کی خطابت کی شیرینی سے محظوظ اور مستفید ہو رہا ہے۔ مولانا موصوف اپنی زندگی کی 63 بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ سپاہ صحابہؓ کے قیام سے قبل تحریک تحفظ ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ سمیت تمام دینی تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کر چکے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے آپ نے مفکر اسلام حضرت مفتی محمود اور ولئی کامل درویش سیاستدان حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے دست راست کی حیثیت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ردفرق باطلہ کے موضوع پر ایک قادرالکلام اور نکتہ رس خطیب مانے جاتے ہیں اور ہر خاص و عام کو اپنے انداز گفتگو سے یکساں متاثر کرنے کا فن جانتے ہیں۔ سپاہ صحابہؓ کے قیام سے تاحال ہر موقع پر آپ کی خدمات سپاہ کو حاصل رہیں۔ بانی سپاہ صحابہؓ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور مورخ اسلام قائد ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ آپ پر مکمل اعتماد رکھتے اور آپ کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ سپاہ صحابہؓ کی موجودہ قیادت بھی آپ کی قدردان ہے۔ آپ گزشتہ سات سالوں سے سپاہ صحابہ کی سپریم کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

18 مارچ کو ماہنامہ "خلافت راشدہ" کی ٹیم نے آپ کے مدرسہ جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد فیصل آباد میں آپ سے انٹرویو لیا...... پیش خدمت ہے۔

سوال:۔ حضرت یہ فرمائیں کہ سپاہ صحابہؓ سپریم کونسل کے قیام کو تقریباً چھ سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ سپاہ صحابہؓ کی تحریک میں اس کونسل کا کیا کردار ہے۔

جواب:۔ سپریم کونسل کی تشکیل اس لئے ہوئی تھی کہ ملک بھر کی دینی شخصیات، اداروں اور جماعتوں سے رابطے بڑھا کر سپاہ صحابہؓ کے مشن اور کاز کو متعارف کرایا جائے۔ چنانچہ کونسل کی چیئرمین شپ سنبھالتے ہی میں نے فیصل آباد میں ایک عظیم الشان سنی کنونشن منعقد کرایا جس میں بریلوی مسلک کے علامہ بشیر احمد چشتی اور دیگر کئی علماء اہل حدیث مکتب فکر کے علامہ زبیر احمد ظہیر، مولانا عبدالقادر روپڑی کے فرزند، دیوبندیوں کے مختلف دینی اداروں اور جماعتوں

کے سربراہان سمیت سپاہ صحابہؓ کے تمام رہنما شریک ہوئے۔ تقریباً 800 مندوبین کے سامنے ہم نے نہایت شرح و تفصیل کے ساتھ سپاہ صحابہؓ کا مشن بیان کیا۔ چنانچہ تمام شرکاء نے یقین دہانی کروائی کہ پورے ملک میں سپاہ صحابہؓ کے ساتھ مکمل تعاون کیا جائیگا۔ دوسرے نمبر پر اس کنونشن کے بعد انفرادی طور پر ملک بھر کی دینی شخصیات سے ملنے کا فیصلہ کیا اور مختلف زعماء سے ملاقاتیں کیں۔

پیر آف گولڑہ شریف، پیر آف مانکی شریف، پیر آف سیال شریف، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ ساجد میر، مولانا عبدالقادر روپڑی، مولانا معین الدین لکھنوی، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، مولانا حسن جان، قاضی عبداللطیف سابق سینیٹر، مولانا محمد امیر بجلی گھر، مولانا محمد یوسف قریشی، مولانا اشرف علی۔

کراچی سے مولانا اسفندیار، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مفتی محی الدین، مولانا بنوری (مرحوم)، حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب، سید نفیس الحسینی، مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا اسعد تھانویؒ غرض کہ ملک بھر کے تمام مشاہیر علماء سے رابطے کئے۔ میں تمام مذکورہ حضرات کے پیچھے دوڑتا پھرا، ابھی کئی نام ایسے ہوں گے جو میرے ذہن میں نہیں آ سکے ہوں گے۔ غرض کہ ملک کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہا جہاں میں خود سفر کر کے نہ پہنچا ہوں اور اپنے فرائض منصبی ادا نہ کئے ہوں۔ میں نے تمام حضرات سے سپاہ صحابہؓ کی سرپرستی اور عملی معاونت کیلئے درخواست کی اور سب حضرات نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ اس وقت سپاہ صحابہ کا نام اور شہرت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی لہٰذا صرف ایک شخص کے علاوہ کسی نے بھی انقباض کا اظہار نہ کیا اور وہ ایک شخص مولانا فضل الرحمٰن تھے جنہوں نے فرمایا کہ "مجھے سپاہ صحابہؓ کے نام سے وحشت ہے" چنانچہ انہوں نے نہ صرف کسی قسم کی ادنیٰ سے تعاون سے بھی انکار کر دیا بلکہ وہ آج بھی سپاہ صحابہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ جس طرح انڈیا پاکستان کو...... اور اسرائیل فلسطین کو تسلیم نہیں کرتا۔ میری ان ملاقاتوں کے دوران بعض حضرات نے سپاہ صحابہ کے مشن کو بہت سراہا اور اسے جزو ایمان قرار دیا البتہ طریقہ کار پر اختلاف ظاہر کیا اور اس میں بھی نفرت نہیں بلکہ محبت جھلکتی تھی...... علماء کرام سے اس انداز میں روابط بڑھانا سپریم کونسل کا بنیادی کردار ہے۔

وقتاً فوقتاً سپاہ صحابہؓ پر مصائب کا دور شروع ہوا تب بھی میں نے رابطے نہیں چھوڑے۔

جہاں،، جب جس سے موقع ملا میں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام جماعتوں کے قائدین علماء کرام اب بھی مجھ سے بہت محبت رکھتے ہیں اور میری بات توجہ سے سنتے ہیں اور سپریم کونسل اب بھی اس مقاصد کے حصول کیلئے کوشاں اور سرگرم ہے۔

سوال:۔ مولانا فاروقی شہیدؒ اور دیگر قائدین کی گرفتاریوں کے دوران آپ کا کیا کردار رہا؟

جواب:۔ مولانا فاروقی شہیدؒ ایک مستقل عنوان ہیں۔ تحریکی زندگی کے آغاز سے ان کی شہادت کے سانحہ تک ان پر جتنے بھی کٹھن مراحل آئے میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر مولانا کی قانونی و اخلاقی اعانت کی بلکہ میری کوششوں سے ان پر فتح عظیم کے دروازے کھل گئے اور مجال ہے کہ کبھی کسی بھی موقع پر ان کی عزت و آبرو پر کوئی حرف آنے دیا ہو۔ گرفتاریوں کی صورت میں میں نے ہمیشہ باوقار طریقے سے اور غیر مشروط طور پر انہیں رہا کروایا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جون **1987**ء میں لیہ کے حادثہ کے دنوں میں فاروقی شہید پر **70** مقدمے بنائے گئے۔ جن میں قتل کے بھی کچھ مقدمات شامل تھے۔ مولانا فاروقی کو گرفتار کر لیا گیا۔ میں نے رہائی کی کوششیں شروع کیں۔ پولیس انتظامیہ جن لوگوں کو نہ چھوڑنے پر بضد تھی فاروقی شہیدؒ کا نام ان میں سرفہرست تھا۔ پاکستانی عدالتیں اپنے مخصوص مزاج کے مطابق ایسے لوگوں کو حکم شاہی کی تعمیل میں ویسے ہی قابل گردن زدنی سمجھتی ہیں۔ خطرہ تھا کہ مولانا کو سزا سنادی جاتی جیسا کہ اب مولا علی شیر حیدری کو سنائی گئی۔ میں نے مقامی انتظامیہ سے اپنے تعلقات کی بناء پر پنجاب حکومت کو مجبور کر دیا چنانچہ مولانا فاروقی کے خلاف قائم شدہ ستر کے ستر مقدمات ''ہباء''''منثوراً'' ہو گئے اور مولانا عزت و آبرو کے ساتھ رہا ہوئے۔ رہائی کے بعد جب اگلے روز مولانا ڈپٹی کمشنر سے ملنے گئے تو اس نے مولانا سے کہا کہ آپ کی رہائی قاسمی صاحب کی مرہون منت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو آپ مدت العمر جیل میں رہتے۔

1995ء میں جب اسلام آباد میں بی بی سی کے غلط رویے اور سپاہ صحابہؓ کو بدنام کرنے کی مہم کے ردعمل میں بی بی سی کے دفتر میں توڑ پھوڑ کا واقعہ پیش آیا انتظامیہ کے بعض شیعہ افسران نے مولانا فاروقی کو اس واقعہ میں ملوث ثابت کر کے انہیں برطانیہ کی بھینٹ چڑھا دینے کا پروگرام طے کر لیا۔ مولانا نے مجھ سے رابطہ کیا تو میں نے انہیں کہا کہ آپ گرفتاری دے دیں۔ آگے میں جانوں اور میرا کام۔ چنانچہ انہوں نے ڈی آئی جی کے دفتر میں پیش ہو کر گرفتاری دیدی۔ ادھر مولانا گرفتار ہوئے، اُدھر میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ تین دن مسلسل اسلام آباد میں وفاقی وزراء

کے دفاتر کے چکر لگائے۔ کسی کو چکنی چپڑی سنائیں، کسی کو تلخ ترش، میرے بعض وزراء دوستوں اور جریدہ حرمت کے ایڈیٹر زاہد ملک نے بے حد تعاون کیا۔ بی بی سی اور حکومت برطانیہ پاکستانی حکومت پر مکمل دباؤ ڈالے ہوئے تھی اور ان کا اصرار تھا کہ ''فاروقی کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے'' لیکن میری محنت رنگ لائی اور مولانا فاروقی چند ہی دنوں میں رہا ہو گئے۔

جب مولانا فاروقی برطانیہ کے دورے پر تھے۔ حکومت پاکستان نے سپاہ صحابہ کے رہنماؤں کی دھڑا دھڑ گرفتاریاں شروع کر دیں۔ افواہ گرم تھی کہ فاروقی صاحب کو واپس آتے ہی ائیر پورٹ سے گرفتار کر لیا جائیگا۔ فاروقی صاحب نے مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے کہا جب تک میں گرین سگنل نہ دوں آپ نہ آئیں چنانچہ تھوڑے دنوں بعد میں نے لائن کلیر کرا کر فاروقی صاحب کو آنے کا اشارہ کر دیا اور وہ نہایت اطمینان سے واپس آ گئے۔ کسی نے گرفتار کرنے کی کوشش ہی نہ کی۔

مولانا محمد اعظم طارق ہوں یا مولانا علی شیر حیدری یا سپاہ صحابہؓ کا کوئی بھی کارکن یا رہنما، جب بھی ان پر کوئی دُکھ آیا میں نے اپنی علالت، کمزوری اور مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دن رات سفر کر کے اپنے ذاتی تعلقات کے ذریعے انہیں مصائب، دکھوں، تکلیفوں اور پریشانیوں سے نکالنے میں بھرپور جدوجہد کی اور الحمدللہ اپنی بساط کی حد تک اس میں کامیاب رہا۔

قابل فخر بات یہ ہے کہ ان کی رہائی گورنمنٹ سے مشروط طور پر حاصل نہیں کی بلکہ نہایت باوقار طریقے سے غیر مشروط طور پر رہا کرایا۔ آج کچھ حضرات میری مساعی کو سبوتاژ کرنے میں مصروف ہیں لیکن گورنمنٹ کو کسی حلقے سے میری کسی کمزوری کی سند پیش نہیں کر سکتے کہ میں نے دوستوں کی عزت داؤ پر لگائی ہو یا جماعتی مفادات کو نقصان پہنچایا ہو۔ عرصہ دراز سے دیوبند مکتب فکر کے بعض علماء اور خطباء کی ایک لابی میرے ساتھ حسد میں مبتلا ہو کر غیر اخلاقی اور معاندانہ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے میرے خلاف پروپیگنڈہ میں لگی ہوئی ہے اور سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کو میرے بارے میں گمراہ کر رہی ہے.......... میں کارکنوں سے عرض کرتا ہوں کہ کسی بھی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے خط ہی لکھ دیا کریں تو انہیں مطمئن کیا جائیگا۔ اب ہم ہر بات بتانے سے تو رہے۔

مولانا محمد اعظم طارق کو گرفتار کرنے کے بعد حکومت نقصان پہنچانا چاہتی تھی اور اس وقت کا ہوم سیکرٹری اپنے دل کے بغض اور حسد کو ٹھنڈا کرنے کیلئے مولانا کو چوہنگ پہنچا کر تشدد کرا رہا تھا

وہ مولانا کو کسی بھی طریقے سے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا لیکن بفضل اللہ میں نے تعلقات کی بناء پر مولانا کو اس کے حوالے نہیں ہونے دیا۔ الحمدللہ مولانا جس طرح روپوشی کے بعد گرفتار ہوئے اور باوقار طریقے سے رہائی ہوئی۔ وقت آئے گا اور پردے ہٹیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ اس میں سب سے نمایاں کردار کس کا تھا۔

اب جب سے مولانا گرفتار ہیں میں نے اپنے ذاتی وسائل اور روابط پورے استعمال کئے لیکن مجھے بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ شریف برادران جب تک برسر اقتدار ہیں مولانا کو رہائی نہیں مل سکتی اس لئے آپ کوشش کریں یا نہ کریں تو مولانا کے متعلق کوئی عدالتی فیصلہ ہونے دیا جائے گا اور نہ ہی انہیں رہائی ملے گی بلکہ حکمرانوں کے اشارہ ابرو کے مطابق ہی سب کچھ ہوگا۔ چنانچہ میں نے مولانا اور دیگر ساتھیوں کو واضح رپورٹ دی ہے اور اب تک وہی کچھ ہو رہا ہے۔ آج بھی ہم مولانا کیلئے اسی طرح بے چین ہیں جس طرح سپاہ صحابہؓ کے تمام کارکن بے چین ہیں۔ مولانا نے عزیمت واستقلال کی وہ داستانیں رقم کر دی ہیں جو ابد تک کتابوں کے صفحات میں مسطور تھیں اور دور تک کوئی ایسا بندہ نہیں نظر آتا جو اس طرح کا کردار ادا کر سکے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

☆☆☆

میں مولانا کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان کے عزم واستقلال کی بنا پر ہمارے ولولوں کو حوصلہ تازہ ملا۔ ظلم کی دیواریں ان کے حوصلوں کو پست نہیں کر سکیں اور وہ وقت دور نہیں جب عوام دل کے دروازے کھول کر مولانا کا استقبال کریں گے۔

سوال:۔ ملی یکجہتی کونسل سے سپاہ صحابہ نے کیا حاصل کیا۔ تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

جواب:۔ اس سے مجھے معاف رکھا جائے تو بہتر ہے اس مسئلہ میں کارکنوں نے مجھ سے زیادتی کی ہے۔ حالانکہ میں نے کونسل کے اجلاس میں مرتب ہونے والے ضابطہ اخلاق کی شق نمبر 4 پر تحریک جعفریہ کے رہنماؤں اور سپاہ محمد کے مرید عباس یزدانی کو دستخط کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس شق میں واضح طور پر درج ہے کہ خلفاء راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظام کی محبت ایمان کا جزو ہے۔ ان کی توہین وتکفیر کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جائے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ شیعوں نے اس شق پر دستخط کر کے اپنے کفر کو تسلیم کر لیا۔ اس اجلاس میں موجودہ بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث اور جماعت اسلامی کے اکابر نے مجھے مبارکباد دی۔ اسی شق کی برکت سے سپاہ محمد میں اختلافات اور ٹوٹ پھوٹ کا ایسا عمل شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ غلام رضا نقوی کو ایران میں شیعوں نے گھیر لیا کہ تمہارے آدمی نے اس شق پر دستخط کر کے پوری شیعیت کا بیڑا غرق کر دیا۔ غلام رضا نقوی کو وہاں آئیں بائیں شائیں کر کے اپنی جان چھڑانا پڑی۔ پھر اس نے یزدانی کو غدار قرار دے کر اسے جماعت سے نکال دیا۔ یزدانی نے علیحدہ گروپ بنالیا۔ غلام رضا نقوی نے اسے قتل کرا ڈالا۔

میں کہتا ہوں اس سے بڑھ کر اور کامیابی کیا ہو سکتی تھی کہ ہم نے دشمن سے صحابہ کرامؓ کی عظمت کے علاوہ اِن کا کفر بھی منوا لیا اور اسے آپس میں لڑا بھی دیا لیکن افسوس کہ ہمارے کارکنوں نے اس کو سمجھنے کی بجائے میرے بعض حاسدین کے بہکاوے میں آ کر میرے بارے میں بدگمانی کا اظہار شروع کر دیا۔

ادھر ہمارے چکوال کے ایک بزرگ ہیں قاضی مظہر حسین صاحب اللہ ان کا بھلا کرے انہوں نے اپنے ماہنامہ رسالہ ''حق چار یار'' کا پیٹ بھرنے کیلئے ہمارے خلاف ''قلمکوف'' چلا دی اور بڑے ''خلوص'' کے ساتھ ہماری اس کامیابی کو سبوتاژ کرنے کیلئے اپنی علمیت کے پٹاخے مارتے چلے گئے۔ انہوں نے ہمارے خلاف سینکڑوں صفحات لکھے، لیکن داد دیجئے ان کے انصاف کی کہ کبھی انہوں نے ہم سے رابطہ کر کے کسی قسم کی کوئی وضاحت طلب کرنے کی زحمت نہ کی۔ ہماری زندگی میں ہمارے متعلق لکھتے وقت ان کی اس قدر بے انصافی سے ان کا مقام کتنا بلند ہوا؟ یا انہیں کیا فوائد حاصل ہوئے؟ اس سے قطع نظر.......... ہمارے بعض ساتھیوں پر یہ پروپیگنڈہ اثر انداز ہوا لیکن ہم نے جماعتی پالیسی کے تحت مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی اور اپنے کام میں مگن رہے۔

سوال:۔ انہی دنوں کسی اجلاس کے دوران آپ نے مرید عباس یزدانی کی شادی کرانے اور اسے رشتہ دلانے کی بھی بات کی تھی۔ اور شاید یہی اصل وجہ ہے کہ کارکن آپ سے نالاں ہوئے! اس کی آپ کیا وضاحت کریں گے؟

جواب:۔ لاہور کے اجلاس میں یزدانی تقریر کر رہا تھا۔ میں نے جواب میں کہا کہ اختلافات کو طے کرنے کا ایک ذریعہ جنگ ہوتا ہے اور ایک ٹیبل۔ میاں بیوی کا جھگڑا ٹیبل پر نمٹ سکتا ہے

اور............ میں نے ابھی اتنی ہی بات کی تھی کہ ایک شیعہ بولا کہ ایک میاں بیوی کی بات کرتے ہیں۔ یزدانی کی ابھی شادی ہی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا یزدانی کی شادی کا انتظام میں کرا دیتا ہوں۔ اس نے کہا رشتہ کہاں ہے؟ میں نے کہا ''شاہی محلے'' میں وہاں سب کی سب یزدانی کی ہم عقیدہ اور ہم مذہب ہیں۔ محرم میں ''غم حسینؓ'' بھی مناتی ہیں۔ میری اس بات پر ہال قہقہوں سے گونج اٹھا اور شیعوں کے منہ لٹک گئے۔

اگلے دن اخبار نویسوں نے آدھی بات لکھ دی اور آدھی گول کر گئے۔ اس سے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اخبار کی خبر کو ایمان کا جزو بنا لیا گیا۔ ہمارے کارکنوں نے بھی مجھ سے رابطہ کیے بغیر پروپیگنڈہ کا اثر قبول کر لیا۔ حاسدین نے بغلیں بجائیں اور آوازے کسے، حضرت قاضی صاحب موصوف کو بھی رسالہ چھاپنے کیلئے مواد مل گیا۔ وہ ویسے بھی صرف اپنے آپ کو عقلمند بلکہ ''عقل کل'' اور باقی سب کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ ہونے کے گھمنڈ میں انہیں اور کسی چھوٹے بڑے کی عزت کی کوئی پرواہ نہیں! حالانکہ میں خود بھی حضرت مدنیؒ کا مرید ہوں۔ ہر شخص کا اپنا میدان ہوتا ہے۔ یاد رکھئے! کوئی بھی باطل فرقے کا بڑے سے بڑا علامہ اور پادری گفتگو میں آپ کے نمائندے کو شکست نہیں دے سکتا۔ الحمدللہ مطمئن رہیے۔

سوال:۔ قائد سپاہ صحابہؓ علامہ علی شیر حیدری صاحب کو آپ کے گھر سے گرفتار کیا گیا اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جواب:۔ میرے یہاں جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد میں ہر سال ماہ شعبان و رمضان میں ختم نبوت اکیڈمی کے زیر اہتمام علماء کرام کو خصوصی کورس کرایا جاتا ہے۔ علامہ علی شیر حیدری صاحب بھی ہر سال یہاں علماء کو پڑھانے کیلئے تشریف لاتے ہیں۔ گزشتہ سے پیوستہ رمضان المبارک میں مومن پورہ لاہور میں شیعوں کی ایک مجلس عزا کے پروگرام میں فائرنگ ہو گئی اور کافی سارے آدمی ہلاک ہو گئے۔ اسی شام علامہ علی شیر حیدری صاحب نے کراچی میں ٹیلی فون پر مجھ سے رابطہ کر کے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ میں نے انہیں اس واقعہ اور پولیس کی طرف سے سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں کی اندھا دھند گرفتاریوں سے مطلع کیا اور اپنے طور پر انہیں فی الحال نہ آنے کو کہا کیونکہ مجھے احساس تھا کہ اس وقت پولیس کو سپاہ صحابہؓ کے کسی اہم ترین شخصیت کی ضرورت ہے جسے گرفتار کر کے وہ شیعوں کے اشتعال پر قابو پا سکے۔ حیدری صاحب کہنے لگے کہ میں اب جہاز

کا ٹکٹ خرید چکا ہوں لہٰذا آ رہا ہوں۔ اور پھر وہ آ گئے!

رات کو انہوں نے آرام کیا۔ صبح کو پولیس نے میرے مدرسے کا محاصرہ کر لیا۔ مجھے پتہ چلا تو میں فوراً آ گیا۔ پولیس افسران نے مجھے یقین دلایا کہ مولانا کو واپس بھیجنا ہے۔ بس ہم انہیں لے جائیں گے اور کراچی کے جہاز پر بٹھا دیں گے۔ میں بھی مطمئن ہو گیا اور مولانا بھی ان کی گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ پھر ڈی آئی جی نے شام کو مجھے بتایا کہ پنجاب حکومت نے مولانا کو لاہور طلب کر لیا ہے اور غالباً لاہور سے انہیں سندھ بھیج دیا جائے گا۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ مولانا چوہنگ سنٹر کے عقوبت کدے میں پہنچا دیئے گئے ہیں۔ میں نے ''وزیر مقابر و مردگان'' مسٹر فضل کریم سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا، میں ''پی ایم'' (وزیراعظم) سے بات کرتا ہوں...... لیکن اس نے کیا بات کرنی تھی وہ اس قابل ہی نہیں کہ کسی سے بات کر سکے۔ اس کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے میٹنگ بلائی میں نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا۔ میرا کوئی بھی ساتھی میٹنگ میں بطور احتجاج شریک نہ ہوا۔ شام کو ٹیلی فون پر یہ وزیر مقابر مجھے کہنے لگا کہ مولانا آپ تو نہیں آئے لیکن میٹنگ کامیاب رہی۔ میں نے کہا کہ آپ کی بصیرت نمایاں ہو گئی کہ امن و امان کے حوالے سے بلائی گئی میٹنگ میں سپاہ صحابہؓ کی عدم شرکت کے باوجود بھی آپ میٹنگ کو کامیاب قرار دے رہے ہیں۔ ڈیڑھ سال ہو گیا ہے میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں ملایا۔ یہ قبروں کا وزیر ہے، میرا اس سے اور مکمل صوبائی و مرکزی حکومت سے بائیکاٹ ہے۔

سوال:۔ سپاہ صحابہؓ کے سیکرٹری اطلاعات مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی اور سیکرٹری پنجاب جناب محمود اقبال صاحب عرصہ پانچ سال سے قید میں ہیں۔ ان کی رہائی کیلئے آپ نے کیا قدم اٹھایا؟

جواب:۔ میں نے انقلابی صاحب اور محمود صاحب کی رہائی کیلئے اپنی بساط کے مطابق بہت محنت کی ہے۔ نکئی کی وزارت اعلیٰ کے دور میں مجھے نکئی نے کہا تھا کہ اگر پولیس ان کو بے گناہ کہہ دے تو ہم رہا کر دیں گے۔ شیخ حاکم علی صاحب کی موجودگی میں میں نے چودھری شجاعت سے بات کی تھی۔ اس نے نکئی کو آگاہ بھی کیا...... لیکن ان کی رہائی سے قبل حکومت تبدیل ہو گئی۔ پھر نواز شریف حکومت آ گئی۔ ان سے میں بالکل مایوس ہوں۔ یہ انصاف کرنا ہی نہیں چاہتے، ان کی پالیسیوں کی وجہ سے میں نے ان سے ملاقات نہیں کی۔ نواز شریف تو اقتدار میں آنے سے قبل بھی مجھے اچھے نہیں لگتے تھے۔ یہ شخص انتہائی منتقم مزاج ہے، عدل و انصاف کبھی اس کے مزاج کو

چھو کر بھی نہیں گزرا اور باقی رہے جناب صوفی محمد رفیق تارڑ صاحب...... وہ بھی کٹھ پتلی ثابت ہوئے ہیں۔ شیعوں کے ساتھ ان کے تعلقات ٹھیک ہیں اور یہ سپاہ صحابہ کے کا موقف بھی سن لینے کے روادار نہیں!

سوال:۔ کارکن سوچتے ہیں کہ آپ نے اپنے فرزند زاہد محمود قاسمی کو تو چوہنگ سے دس دنوں میں رہا کرالیا تھا؟

جواب:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ زاہد محمود کو ریاض بسرا سمجھ کر غلط فہمی میں گرفتار کیا گیا تھا۔ یہ لاہور سے راولپنڈی جا رہے تھے، کھاریاں سے مخبری ہوگئی کہ ریاض بسرا جا رہا ہے۔ پولیس نے اسے اور ابوبکر فاروقی کو نرغے میں لے کر چوہنگ پہنچا دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کی رہائی میں میرا کوئی عمل دخل نہیں۔ چوہنگ میں جا کر پولیس کو پتہ چلا کہ یہ ریاض بسرا نہیں تو پولیس خود اسے یہاں چھوڑ کر مجھ سے معافی مانگ گئی تھی۔

سوال:۔ آپ مرکزی شوریٰ و عاملہ کے گزشتہ کئی اجلاسوں میں حاضر نہیں ہوئے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ اپنی بیماری کی وجہ سے اجلاسوں میں شریک نہیں ہو سکا اور کوئی وجہ نہیں۔

سوال:۔ کارکنوں کیلئے کوئی نصیحت یا پیغام؟

جواب:۔ کارکن بڑوں کا احترام کریں، امیر کی اطاعت کریں، نماز میں کوتاہی نہ کریں، سنی سنائی باتوں اور مفروضوں پر کوئی رائے قائم نہ کریں، تحقیق کر لیا کریں۔ حاسدین کے پروپیگنڈے سے بچیں! جماعت کے فیصلوں سے سیاسی فیصلوں کا سا سلوک نہ کریں۔

سوانح حیات مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے اقوال قاسمی

1۔ تاریخی کام باعث عزت وتکریم

میرے نزدیک عمر میں بڑا ہونا ہی عزت و تکریم کا باعث نہیں بلکہ بڑے اور تاریخی کام سرانجام دینے والی شخصیات اگرچہ عمر اور تجربے کے پیمانے میں کم ہی کیوں نہ ہوں مگر ان کے کام کی بڑائی انہیں بڑا اور لائق احترام بناتی ہے۔

2۔ توحید ورسالت کا مقدمہ اصحاب رسول سے منسلک

اگر اصحاب رسول کو اسلام کی کتاب کے دیباچہ سے نکال دیا جائے تو کتاب اسلام نامکمل اور ناقابل اعتبار رہ جاتی ہے۔ ان کے بغیر اسلام اور اسلامی اقدار واحکام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ رسالت اگر توحید کی دلیل ہے تو اصحاب رسول رسالت کی عظمتوں کے محکم اور مضبوط دلائل ہیں۔ اگر ان دلائل کو مشکوک اور مجروح کیا جائے تو توحید ورسالت کا مقدمہ مجروح ہو کر رہ جاتا ہے۔

3۔ شیعہ فرقہ اسلام کا دشمن

شیعہ فرقہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے جو چودہ صدیوں سے اسلام کی حزبِ اختلاف اور اسلامی اقدار اور روایات کے مدمقابل ہے۔ جس قدر شیعہ فرقہ نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے دنیائے کفر اس کا عشر عشیر بھی نقصان نہیں پہنچا سکی۔

4۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کا کریڈٹ

میرے نزدیک مولانا حق نواز شہیدؒ کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے شیعہ کے کفر کو اسلامی کسوٹی پر کس کر سوچ سمجھ کر عوام وخواص میں عام کیا ہے۔ امت خوابیدہ کو بیدار کر دیا اور پوری دنیا میں صحابہ کرام کی محبت کی لہر دوڑا دی۔

5۔ ماں کیا ہوتی ہے؟

ماں بچے کیلئے کتنی بڑی نعمت ہوتی ہے اس کا کچھ احساس وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ماں کا سایہ عاطفیت کھو دیا ہو۔ ماں کا سایہ بچپن میں اگر اٹھ جائے تو بچہ عمر بھر ایک انجانی سی غم کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے جو محسوس تو کی جا سکتی ہے مگر بیان نہیں کی جا سکتی اور یہ عجیب طریق فطرت ہے کہ جن بچوں کی تربیت خود فطرت نے کرنا ہوتی ہے ان کے ظاہری اسباب کی توڑ

پھوڑ بچپن ہی سے شروع کر دی جاتی ہے تا کہ ان کی تربیت فشائے فطرت خود کرے۔

6۔ قرآن سفینوں میں نہیں سینوں میں

حفاظت قرآن کیلئے اللہ تعالیٰ نے سفینوں کا نہیں سینوں کا انتخاب فرمایا ہے۔ دنیا بھر کی کتابیں کاغذ کے سفینوں میں محفوظ کی گئیں مگر قرآن حکیم گوشت کی محفوظ جلد سینوں میں محفوظ کیا گیا۔

7۔ گستاخ صحابہ دولت حفظ قرآن سے محروم

قرآن مجید کا حفظ یہ بہت بڑی دولت ہے جو ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔ دشمن اصحاب رسول پر تو ابدالآباد کیلئے قرآن مجید کے حفظ کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

8۔ عاشقان صحابہ دولت حفظ قرآن کے حقدار

سنت اللہ یہی ہے کہ جن کے سینے اصحاب رسول کی محبت اور بالخصوص خلفائے راشدین کی محبت سے سرشار ہوتے ہیں۔ حفظ قرآن کی دولت سے ان سعید روحوں کو سرفراز کیا جاتا ہے۔

9۔ مولانا عبدالحقؒ

دارالعلوم کبیر والا محدث کبیر، نابغہ عصر حضرت العلامہ مولانا عبدالخالق قدس سرہ کی علمی یادگار ہے جو اپنے وقت کے عدیم النظیر عالم اور علم تفسیر و حدیث کے بحر مواج اور علوم نبوی کے یکتائے روزگار مدرس اور زہد و تقویٰ کے روشن مینار تھے۔ پاکستان میں درس حدیث کے بہت سے اساتذہ عالی مقام تھے مگر مولانا عبدالحق قدس سرہ اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے درس حدیث کا رنگ بخاری وقت، امام المحدثین حضرت العلامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس سرہ سے ملتا جلتا تھا۔ دارالعلوم کبیر والا سے قبل آپ مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین تھے۔

10۔ علامہ محمد شریف کشمیری

جامعہ خیر المدارس ملتان کا نام ہی ملک کے مستند اور معتمد اداروں میں سرفہرست ہے۔ علامہ محمد شریف کشمیری کے درس حدیث سے جہاں علمی تشنگی بجھتی ہے وہیں پر اعتقاد اور عقیدے کو بہت جلا ملتی ہے۔ علامہ کشمیری کے ہاں عقیدے کی اہمیت علم و عمل سے بہت زیادہ توجہ کا مستحق ٹھہرتی ہے۔ ان کے ہاں عقیدہ کی صحت اور عقیدہ کی محنت پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ علامہ کشمیری کے حلقہ درس کا طالب علم عقائد میں نہایت پختہ اور عقائد کی تبلیغ میں رواداری اور سوداگری کا خوگر نہیں ہوتا۔

11۔توحید وسنت اور مشکلات

توحید وسنت کے عنوان کو بیان کرنا اور اسے عام وخواص تک پہنچانا کوئی آسان کام نہیں بلکہ اس راہ کی دشواریاں کوہ ہمالیہ کی گھاٹیوں سے بھی بڑی ہیں۔

12۔تحریک باب عمرؓ

مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری اور مولانا دوست محمد قریشی ان دنوں تنظیم اہل سنت پاکستان کے ساتھ وابستہ تھے۔اس ناطے سے میں نے الحمدللہ پورے ملک میں باب عمرؓ کی تحریک کو زندہ رکھا اور حکومت کی پابندیوں اور جانبدارانہ پالیسیوں کے باوجود پورے ملک میں شیعہ جارحیت کیخلاف احتجاجی تحریک کو زندہ رکھا۔

13۔شیعہ قرآن کا دشمن

قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے اور دنیا بھر کیلئے راہ ہدایت اور مکمل نظام حیات پر خدائی تحفہ ہے قرآن حکیم کو کوئی مسلمان نہیں جلا سکتا۔ایسی شرمناک اور مذموم حرکت وہی شخص کر سکتا ہے جو موجودہ قرآنِ حکیم کی صداقت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔

14۔دفعہ 144

جونہی کوئی غیرت مند عالم دین مسلمانوں کی بے بسی، باطل پرست فرقوں اور حکمرانوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں اور بداعمالیوں کا محاسبہ کرتا ہے سب سے پہلے ضلع اور صوبہ کے افسران میدان میں آتے ہیں۔ضلعی انتظامیہ کے پاس کسی دینی تحریک کو روکنے اور اسے فروغ پذیر ہونے سے دبانے کا آزمودہ نسخہ ہی دفعہ 144 کا نفاذ ہے۔

15۔مولانا جھنگویؒ اور مولانا قاسمیؒ کا آپس میں تعلق

مولانا حق نواز شہیدؒ کی عادت اور معمول تھا کہ وہ کوئی اہم قدم اٹھانے سے پہلے مجھ سے مشورہ ضرور کرتے تھے۔یہ ان کا مجھ پر اعتماد تھا اور تعلق خاطر تھا جسے وہ عمر بھر نبھاتے رہے۔ان کے قریبی ساتھیوں اور حلقے کو اس کا بخوبی علم تھا اور علم ہے۔مجھے بھی مولانا حق نواز شہیدؒ ان کی مخلصانہ دین کیلئے جدوجہد کی وجہ سے حد درجہ محبت اور تعلق خاطر تھا۔میں نے کبھی اس بات کا انہیں احساس نہیں ہونے دیا کہ میں ان سے عمر میں بڑا ہوں۔میں نے ان کے کام کی نسبت سے ان کو اپنی نگاہ میں وہ مقام دیا تھا جو کسی بھی بڑے رہنما کو دیا جاتا ہے۔اس بات کا مولانا حق نواز

شہیدؒ کے قریبی حلقوں کو بخوبی علم ہے کہ میرے اور مولانا حق نواز شہیدؒ کے ساتھ یہی مخلصانہ تعلقات تھے جو آخر تک قائم رہے اور اس میں الحمدللہ کبھی کوئی خراش نہیں پڑی۔

16۔ مقامی انتظامیہ رویے بدلے

نوکر شاہی اگر سمجھ سے کام لے تو مسئلہ الجھنے کی بجائے سلجھ سکتا ہے۔ افسروں کو عقل کے ناخن لینے چاہئیں اور دینی جماعتوں کے ساتھ ان کا سلوک بدلنا چاہئے۔ بجائے جلسے روکنے داخلے بند کرنے کے کھلے دل سے اجازت نامے جاری کرنے چاہئیں اور علمائے کرام کو قرآن وسنت کی تبلیغ کھلے بندوں کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔

17۔ دفعہ 144 توڑنے کا فیصلہ

مولانا حق نواز شہیدؒ نہایت ہی شریف الطبع بہادر اور جرأت مند خاندانی روایات کے حامل عالم دین تھے۔ انہوں نے پابندی توڑنے اور ڈپٹی کمشنروں کے آرڈر نہ ماننے کا فیصلہ صرف اور صرف حکام کی انہی دھاندلیوں اور غیر دانشمندانہ طریقہ کار سے تنگ ہو کر کیا تھا۔

18۔ پیشہ ور حاسد ملاں

جب بھی کوئی مجاہد، جرأت مند شخص اخلاص سے دین کی خدمت کیلئے میدان میں اترتا ہے اور اس کی جرأت اور دین میں اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے لوگ پروانہ وار اس کے گرد جمع ہوتے ہیں تو پیشہ ور مولویوں کی رگ رقابت اور حسد و بغض کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

19۔ پیشہ ور حاسد واعظین کا مکروہ طبقہ

مجھے خود اپنے متعلق ایسے بے شمار واقعات کا علم ہے جو حاسد واعظوں اور پیشہ ور مقررین اور نام نہاد مذہبی رہنماؤں نے گھڑ کر صرف اپنی آتش حسد کی وجہ سے عوام وخواص میں پھیلائے اور اس سے اپنی آگ میں جلتی ہوئی گندی ذہنیت کو بظاہر سکون بخشا اور ابدی طور پر اپنے لئے جہنم کا سامان جمع کیا اور میری بخشش اور مغفرت کا سامان پیدا کیا۔ حاسدین کا یہ مکروہ طبقہ جو خود تو دین کا کام کرتا نہیں اور دوسروں کو کام کرتے دیکھ نہیں سکتا۔ وہ جو کام قادیان رافضی اور دوسرے اسلام دشمن طبقے نہیں سرانجام دے سکتے بڑی خوشی سے وہ سرانجام دینے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔

20۔ پیشہ ور راہب ''خطیب العصر''

کچھ ''خطیب العصر'' کہلانے والے پیشہ ور راہب تو مستقل طور پر مولانا حق نواز شہیدؒ کی

توہین کرنا اور ہر جلسہ میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے مشن کیخلاف ہرزہ سرائی کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے حالانکہ ان نام نہاد واعظوں کو یہ کرتے اور کہتے ہوئے شرم کرنا چاہئے تھی اور ان کو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ جن اصحاب رسول کا نام لے کر آپ نے توندیں بڑھائیں پیٹ کی آگ بجھائی، کوٹھیاں بنائیں اور ٹرانسپورٹ چلائی اور لاکھوں روپے کے بینک اکاؤنٹ کھولے اور اندرون ملک و بیرون ملک صحابہ کے نام پر چندے جمع کئے، لوگوں کی جیبیں کاٹیں، مولانا حق نواز شہیدؒ اپنی مختصر عمر اپنی صحابہ پر قربان کر کے قربانی اور ایثار کے روشن مینار قائم کر گئے اور کبھی صحابہ کرام کی ذات کو تجارت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ ایک دن تنگ ہو کر مولانا حق نواز شہیدؒ نے راولپنڈی ٹرنک بازار کے ہزاروں کے اجتماع میں اس پیشہ ور طوطا چشم بہروپیئے ''خطیب العصر'' کو للکارتے ہوئے کہا کہ اپنی ان حاسدانہ، بزدلانہ مذموم سازشوں اور حرکتوں کو چھوڑ دو ورنہ میں تمہارے یورپ کے غلیظ سفروں کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دوں گا تب جا کر وہ حسد کی جلی بھنی غلیظ زبان چپ ہوئی۔

21۔ مشن جھنگوی کا پرجوش حامی

میں اگرچہ انجمن سپاہ صحابہ کا رکن نہیں تھا مگر مولانا حق نواز سے ذاتی تعلقات نہایت گہرے تھے۔ میں مولانا حق نواز کے مشن کا پرجوش حامی تھا اور اب بھی حامی ہوں۔ مولانا حق نواز کو جس طرح دشمن نے صدمے پہنچائے اسی طرح اپنوں نے بھی ان کیخلاف مسلسل ہرزہ سرائی کی۔ حاسد راہبوں نے اور شرگی بہروپیوں نے ان کے مشن کو غبار آلود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

22۔ مولانا جھنگویؒ کیلئے جو بس میں ہوا کیا

میں نے ہمیشہ دین کا مخلصانہ کام کرنے والوں کیلئے دل کے دروازے کھلے رکھے، ان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی۔ مولانا حق نواز بھی میرے لئے ان مخلص دوستوں میں تھے جن کو میں نے ہمیشہ احترام کی نظر سے دیکھا ان کی حوصلہ افزائی کی۔ انہیں کوئی صدمہ پہنچا تو ان کی ڈھارس بندھائی۔ وہ جیل میں گئے ان کی رہائی کیلئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لا کر ان کی رہائی کرائی۔ وہ مقدمات میں مبتلا ہوئے تو ان کے مقدمات ختم کرانے میں اپنے تمام تعلقات استعمال کر کے ان کے دکھ میں شریک ہوا۔ مولانا حق نواز کا ساتھ دینا میں اپنا دینی، اخلاقی اور دوستانہ فرض سمجھتا تھا۔

23۔ مولانا خان محمد

پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد ایسی شخصیت ہیں جن کے جسم میں ایسا دل ہے جو ہر دینی تحریک کیلئے دھڑکتا ہے اور ہر باطل تحریک کے ابھرنے سے ان کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے اور انہیں ٹھیس سی لگتی ہے۔ اس وقت ملک کی تمام دینی تحریکوں کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ کام دین کا ہو اخلاص سے اس کی بنیاد اٹھائی جائے حضرت مولانا خان محمد اس کی کامیابی کیلئے اپنی تمام توانائیاں صرف فرما دیتے ہیں۔ مولانا خان محمد روایات سلف کے امین اور قافلہ حق وصداقت کے پاکستان میں حدی خواں ہیں۔ مجھ سے ہمیشہ شفقت ومحبت سے پیش آتے ہیں۔

24۔ مولانا فاروقی نے علامہ قاسمی کو ووٹ نہ دیا

اس پورے ہاؤس میں لطیفہ یہ تھا کہ جس جماعت انجمن سپاہ صحابہ اور اس کے کارکنوں کیلئے ان کے قائد مولانا حق نواز کی رہائی کیلئے یہ سب کچھ میں صرف اور صرف رضائے الٰہی کیلئے محنت اور جدوجہد اپنی جیب سے اخراجات خرچ کر کے کر رہا تھا۔ اس کے رکن مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی نے مجھے ووٹ نہیں دیا گویا کہ انجمن سپاہ صحابہ کے ایک رکن نے اس کوشش کو اور اس جدوجہد کو میرے ہاتھوں سرانجام پانا منظور نہیں کیا۔ فاروقی کے علاوہ مولانا حق نواز اور پوری جماعت کی بھرپور تائید میرے حق میں تھی اس میں کیا راز تھا فاروقی ابھی تک اس سے پردہ نہیں اٹھا سکے۔

25۔ ''خطیب العصر'' کا اُگا شیر کا پیچھا گیدڑ کا

لیہ کنونشن میں شریک ہونا یا وہاں پر کسی کنونشن کا انعقاد کرنا اپنے آپ کو ایک کڑی آزمائش میں مبتلا کرنا تھا جس کیلئے قربانی سے گریز کرنے والے ''خطیب العصر'' اور ان کے ہمنوا تیار نہیں تھے کیونکہ وہ صرف کاغذی اور اشتہاری شیر ہیں تحریکوں میں حصہ لینا اور قربانی دینا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ صرف زبان درازی کر سکتے ہیں۔ میٹنگز میں بیٹھ کر آستینیں چڑھانا یا سازشیں کرنا تو خوب جانتے ہیں مگر ان کا اُگا شیر کا پیچھا گیدڑ کا ہے۔ وہ گلہ فروشی دین فروشی کی تجارت خوب جانتے ہیں مگر باطل کا مقابلہ کرنا ان کے بس کا روگ نہیں۔

26۔ حاسدین عصر حاضر کا پروپیگنڈہ

حاسدین عصر حاضر نے اپنی آتش حسد کو بجھانے کیلئے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ لیہ میں انجمن سپاہ صحابہ کو بیچ دیا گیا۔ ان کی جراتوں کا سودا کر لیا گیا ہے۔ معاہدہ کرنے والا بکاؤ مال ہے، سوداگر ہے۔

27۔ کارکن جماعت کا سرمایہ

کسی بھی جماعت کے کارکن جماعت کا عظیم سرمایہ اور اثاثہ ہوتے ہیں۔ جن کی ایمانی اور تنظیمی قوت سے جماعت چلتی ہے۔

28۔ فیصلہ رہنما سے سمجھو

کارکن کارکن ہی ہوتا ہے۔ کارکن کو چاہئے کہ اگر کسی راہنما یا کسی بڑے کا کوئی فیصلہ سمجھ میں نہ آئے تو تنہائی میں بیٹھ کر اس سے سمجھ لے اور بار بار سمجھنے کے بعد بھی اگر سمجھ نہ آئے تو اپنے بڑے پر اعتماد کرے کیونکہ بعض باتیں وقت گزرنے پر خود بخود سمجھ میں آجاتی ہیں۔

29۔ راہنماؤں سے تحقیق کرلو

اگر کوئی غلط فہمی ہو تو لیڈر یا راہنما سے فون پر پوچھی جاسکتی ہے۔ خود اندر ہی اندر غلط مفروضہ قائم کرلینا، سوئے ظن قائم کرنا اور غلط بنیاد سے بدظن ہو کر کڑھتے رہنا یا غیبت کرتے رہنا یا حسد جیسی مرض میں مبتلا رہنا، اخلاقی شرعی اور روحانی اعتبار سے نہایت ہی غلط اور خدا اور رسول کی ناراضگی کا ذریعہ ہے اس لئے میں جذباتی مخلص نوجوانوں سے گزارش کروں گا کہ اپنے بزرگوں، راہنماؤں، دوستوں، ساتھیوں اور عزیزوں کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے اس کی اگر وہ زندہ ہوں تو انکوائری یا تحقیقات ضرور کرلیا کریں۔ اس سے عاقبت بھی سنورے گی اور خدا اور رسول کی رضا بھی حاصل ہوگی۔

30۔ ورکر قائد بن گئے

علمائے کرام کی نئی کھیپ جو میرے زمانے میں جمعیت علماء اسلام کے ورکر ہوتے تھے جن کے ذمے جلسوں کا انتظام کرنا، لاؤڈ سپیکر لگانا، جلسہ کا انتظام کرنا اور رکشے پر اعلان کرنا ہوا کرتا تھا وہ موجودہ جمعیت کی قیادت پر قابض ہو گئے چونکہ ان کی تربیت نہیں ہوئی تھی اس لئے انہوں نے حکومت کی دستار فضیلت باندھنا ہی عظمت و سیاست سمجھا۔ حکومت کی چھتری تلے پناہ لی، حکومت کی ہاں میں ہاں ملانا، حکومت کی دہلیز پر حاضری دینا اور حکومتی ایوانوں کی حاضری اور حکمرانوں کی دریوزہ گری کرنے کو زندگی کی معراج سمجھا۔ اس سلسلہ میں اس قدر شرمناک داستانیں منصۂ شہود پر آئیں کہ تاریخ اسلاف بھی سراپا احتجاج بن گئی۔ جمعیت کے دوسرے گروپ (درخواستی) کی اس پالیسی کو اسلاف کی تاریخ سے باخبر حلقوں نے پسند نہیں کیا۔

31 حضرت ہزارویؒ پر جھوٹے الزامات

جب مجھے اور حضرت ہزارویؒ کو جمیعت سے اختلاف ہوا تھا اس وقت جمیعت کے حلقوں نے ہماری کردارکشی کرنے کیلئے وہ الزامات اور جھوٹ تراشے تھے کہ شرافت و صداقت بھی سرپیٹ کے رہ گئی تھی حالانکہ ہم نے جمیعت سے بالجبر علیحدگی کے بعد جمیعت علماء اسلام (ہزاروی گروپ) کے پلیٹ فارم سے کام کیا تھا۔ مسلم لیگ یا جماعت اسلامی کا دم چھلہ نہیں بنے تھے۔ مگر الزمات کی ایک بارش تھی جو ہم پر کی گئی۔ حکومت کے ایجنٹ اور بکاؤ مال جیسے الفاظ سے حضرت ہزارویؒ اور مجھے مطعون کیا گیا۔ بڑے مزے لے لے کر جمیعت کے مقدس ارکان ان الفاظ سے ہمیں مطعون کرتے۔

32۔ حضرت ہزارویؒ کی آہ!

اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ حضرت ہزارویؒ کی ایسی آہ جمیعت علماء اسلام کو لگی کہ آج پوری جمیعت تتر بتر ہو کر رہ گئی ہے اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا جو بے بنیاد الزامات اور گستاخی ہمارے لئے روا رکھی گئی وہی غلیظ زبان اس وقت کے نوجوان جمیعت کے ورکر ایک دوسرے گروپ کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔

33۔ خدام الدین بانٹنے والے ورکر

رہنما اور ورکر کا فرق اس وقت بھی ضروری تھا اور آج بھی ضروری ہے۔ خدام الدین بانٹنے والے ورکر اور مفتی محمود میں اس وقت بھی فرق تھا اور آج بھی وہ فرق موجود ہے۔ اس حیثیت اور امتیاز کو اسلام نے بھی قائم رکھا ہے۔

34۔ گروہی سیاست کا مکروہ ہتھکنڈہ

میں یہ بات نہایت وثوق سے کہتا ہوں کہ جمیعت کے پاس پوری جماعت کی جو افرادی قوت تھی مولانا حق نواز نے تنہا وہ افرادی قوت جمیعت علماء اسلام کو عطا کی۔ مگر جب مولانا حق نواز کو دستار فضیلت باندھنے کا وقت آیا تو جمیعت کی لیڈرشپ نے ہی گروہی سیاست کا مکروہ ہتھکنڈہ استعمال کر کے مولانا حق نواز کو اس منصب سے دور کر دیا جس کے وہ جماعتی محنت کی وجہ سے حقدار تھے اس کا جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

35۔ طوفان، تحریک اور تنظیم

طوفان اور تحریک میں تنظیم نہیں ہوا کرتی بلکہ طوفان اور تحریک پر گہری نظر رکھنے والا قائد اور راہنما طوفان اور تحریک سے جنم لینے والے افراد کو چن چن کر ان کی تنظیم کرتا ہے۔ فکری اور نظریاتی راہنما کے سامنے کام کے جس قدر شعبے سامنے ہوتے ہیں باصلاحیت افراد کو چن چن کر ان شعبوں کا کام سپرد کیا جاتا ہے۔ وہ افراد جماعت کی فکری اور نظری لڑیوں کو پرو کر ایک منظم کام کی شکل دیتے ہیں۔

36۔ جذباتی اور نظریاتی خاکے

منظم جماعت ہی طوفانوں کا مقابلہ کر سکتی ہے کیونکہ وہ فکری اور نظری طور پر تربیت یافتہ ہوتے ہیں جذباتی خاکے ٹوٹتے پھوٹتے رہتے ہیں مگر نظریاتی خاکے کوہ ہمالیہ بن جاتے ہیں۔ کوہ ہمالیہ کی بلندیوں کو تو ہمت اور جرأت سے سر کیا جاسکتا ہے مگر نظریاتی بلندیوں کو پامال نہیں کیا جاسکتا۔

37۔ ایک مرکز ومحور کی اطاعت لازم

ہر بچے کو کہنہ مشق، بوڑھے کے مقابلے میں دانشور نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بڑے اور چھوٹے کی سوچ میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ بڑا اپنے تجربے کی بنیاد پر راستہ تجویز کرتا ہے اور چھوٹا ان باتوں سے بے خبر ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنی سمجھ کے مطابق ضد کرتا ہے جس کے نتیجے میں جماعت عظیم نقصان کا شکار ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نوجوانوں کو کسی ایک مرکز اور محور کی اطاعت کا سبق سکھانا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک یہ نہیں ہوگا اس وقت تک جماعت جماعت بن ہی نہیں سکتی۔

38۔ دستور کے مطابق تربیت

جب طرح جماعتوں میں نظم وضبط ضروری ہے۔ اسی طرح جماعتی کارکنوں کی جماعتی منشور اور دستور کے مطابق تربیت بھی ضروری ہے کیونکہ کسی تحریک اور طوفان میں آئے ہوئے کارکن کسی دستور کے پابند نہیں ہوتے۔

39۔ جوش وخروش ہے مگر دستوری تربیت نہیں

مولانا حق نواز انجمن سپاہ صحابہ کے طوفان اور تحریک میں نوجوانوں کا گروہ در گروہ شامل ہونا جہاں خوش آئند سمجھتے تھے وہیں پر انہیں کسی نظم کا پابند کرنا اتنا ہی ضروری سمجھتے تھے جتنا کارکنوں کا وجود ضروری سمجھتے تھے۔ انجمن سپاہ صحابہ کے کارکنوں میں جذبہ ولولہ جوش وخروش تو ہے مگر ان کی

جماعت کے قواعد کے مطابق اور جماعت کے دستور کے مطابق تربیت نہیں ہے۔ مولانا حق نواز اس کو شدت سے محسوس کرتے تھے۔

40۔ مولانا جھنگوی شہیدؒ چندہ اکٹھا نہیں کرتے تھے

مولانا حق نواز شہیدؒ میں جہاں اور بے شمار خوبیاں تھیں ان میں ایک یہ خوبی بھی تھی کہ پیشہ ور واعظوں اور خطیبوں کی طرح چندہ اکٹھا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی پیشہ ور جماعتوں کی طرح لوگوں کو دی ہوئی رقم کو ناجائز صرف کرتے تھے۔ وہ دیانت دار، سچے اور صاف راہنما تھے۔ وہ اپنے خاص دوستوں کو جماعت کے فنڈ کیلئے فرماتے تھے اور ان کے دوست ان سے اپنی بساط کے مطابق تعاون کرتے تھے جس سے جماعت کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔

41۔ جھوٹے چندے کرنیوالے پیشہ ور خطیب

چندہ اور پھر قومی سطح پر چندہ تو بڑوں بڑوں کو ہلا دیتا ہے۔ اس سے تو بڑے بڑے جغادر لیڈر اور خطیب پھسل گئے اور لاکھوں روپے دین کے نام پر حاصل کر کے انہیں ہڑپ کر گئے۔ قوم نے جس خلوص سے دیا تھا انہوں نے نہایت بے دردی سے اس کو اپنی ذات اور اپنے مفادات پر خرچ کیا۔ اس کے نتائج جب چندہ دینے والوں کے سامنے نہ آئے تو انہوں نے اچھے اداروں اور معتمد مدارس اور جماعتوں کو چندہ دینے سے ہاتھ کھینچ لیا جس سے دینی کام کو بہت نقصان پہنچا۔ اس کی تمام تر ذمہ داری اُن خطیبوں، واعظوں اور دین کے سوداگروں پر عائد ہوتی ہے جو جھوٹے چندے اکٹھے کر کے دین کے صحیح اداروں کو بھی بدنام کر رہے ہیں۔

42۔ علماء اور مدارس

میں نہایت وثوق سے یہ بات کر سکتا ہوں کہ برصغیر میں دینی اور آزادی کی تحریکوں میں جس قدر علمائے کرام اور دینی مدارس کے طلباء نے حصہ لیا ہے اس کا مقابلہ کوئی سیاسی جماعت اور اس کے کارکن نہیں کر سکتے۔

43۔ قاسمی کا کفن پوش جلوس

فیصل آباد میں جب میں نے کفن پہن کر بھٹو آمریت کیخلاف جلوس نکالا تو بھٹو دور کی غنڈہ اور سفاک پولیس نے مجھے اور ساتھیوں کو بندوقوں کے بٹ مار مار کر لہولہان کر دیا مگر ہم نے اللہ کے فضل سے ان درندہ صفت پولیس کے بھیڑیوں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔

44۔ تحریک مدح صحابہ میں جھنگوی کا کردار

تحریک مدح صحابہ میں مولانا حق نواز شہید نے جس جرأت اور بے باکی سے شیعہ غنڈہ گردی اور پولیس کی درندگی اور چیرہ دستیوں کا مقابلہ کیا تاریخ میں یہ سنہری حروف سے لکھا جائیگا۔

45۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ

جامعہ خیر المدارس ملتان کے بانی، محدث جلیل حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ تھے وہ اپنے علمی اور دینی وقار کی وجہ سے دیوبندی مکتب فکر کے ممتاز علماء علمی اور دینی اقدار کے حامل شخصیت اور اپنی معتدل اور میانہ روی کی وجہ سے تمام اکابر میں محبت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

46۔ مولانا محمد حنیف جالندھری

جامعہ خیر المدارس ملتان کے جواں سال مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے صاحبزادے اور مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے پوتے ہیں۔ مولانا محمد حنیف جالندھری سلمہ اپنے مزاج میں مدنی اور تھانوی دونوں رنگ رکھتے ہیں۔ مدرسے اور مسجد میں ہوں تو تھانوی رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ منبر و محراب اور میدان میں ہوں تو مدنی رنگ نمایاں ہوتا ہے۔

47۔ مولانا عبدالحقؒ

دارالعلوم کبیر والا کے بانی رازی وقت، غزالی دوراں، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ تھے۔ امام بخاری اور امام ترمذی کے ذوق کے صحیح ترجمان اور اپنے استاد آیت من آیات اللہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے صحیح جانشین اور خاص شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

48۔ مولانا جھنگویؒ اور مولانا فضل الرحمٰن

جمعیت علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) میں تو مولانا حق نواز شہیدؒ خود شریک رہے۔ الیکشن بھی جمعیت کے پلیٹ فارم سے لڑا۔ جمعیت کو ایک مضبوط افرادی قوت عطا کی مگر مولانا فضل الرحمٰن سے ہمیشہ شاکی رہتے تھے۔ اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ مولانا فضل الرحمٰن مولانا حق نواز کی سرگرمیوں کو فرقہ پرستی پر مبنی قرار دیتے تھے۔ مولانا حق نواز نے ''شیعہ کافر'' کا جو نعرہ انجمن سپاہ صحابہ کو دیا تھا مولانا فضل الرحمٰن اس کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ ہی مولانا حق نواز کا طریقہ کار انہیں پسند تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی کے آخری دنوں میں مولانا حق نواز نے سٹیج پر مولانا فضل الرحمٰن پر تنقید شروع کر دی تھی۔

49۔ مولانا جھنگویؒ اور مولانا سمیع الحق

جمعیت علماء اسلام (درخواستی گروپ) کے ساتھ مولانا حق نواز کے اچھے تعلقات ہونے لگے تھے۔ مولانا سمیع الحق نے ہمیشہ مولانا حق نواز کا مصائب میں ساتھ دیا۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی بھی بھرپور ساتھ دیتے تھے۔ مولانا حق نواز (درخواستی گروپ) کی حکمرانوں کے ہاں حاضری اور دریوزہ گری کو پسند نہیں کرتے تھے مگر ان کی قیادت کے ساتھ ذاتی مراسم خوشگوار تھے۔

50۔ مولانا جھنگویؒ اور مولانا خان محمد

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد ملک کی تمام دینی تحریکوں کی ہمیشہ سرپرستی فرماتے ہیں۔ مولانا خان محمد کی یہ منفرد خصوصیت ہے کہ انہوں نے ہمیشہ حق کا اور حق پرستوں کا ساتھ دیا ہے۔ جب بھی اہل حق ظالم حکمرانوں یا وقت کے فرعونوں کے مقابلے میں نکلے۔ مولانا خان محمد نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ اسی طرح باطل فرقوں کے خلاف ملک میں جب بھی کوئی تحریک چلی تو مولانا حق نواز نے اہل حق کا دل کھول کر ساتھ دیا۔ مولانا حق نواز شہید کے ساتھ مولانا خان محمد کو خصوصی تعلق تھا اور مولانا حق نواز بھی مولانا خان محمد سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف حاضری دیتے رہتے۔ مختلف امور میں حضرت سے مشورہ کرتے اور حضرت کی رائے کے مطابق چلتے اور حضرت کی دعائیں لیتے۔

51۔ عبدالمجید ندیم کی ہٹ دھرمی

سنی جماعتوں میں جو جماعتیں شیعیت کے خلاف کام کر رہی ہیں یا برائے نام انہوں نے اس کام کے بورڈ آویزاں کر رکھے ہیں انہوں نے افسوسناک حد تک مولانا حق نواز کا ساتھ نہیں دیا جن میں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت کے سید عبدالمجید ندیم سرفہرست ہیں۔ نہ صرف ساتھ نہیں دیا بلکہ مخالفت میں بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن ان کی باتوں کو پذیرائی حاصل نہ ہو سکی اور انہیں سنی عوام نے یکسر مسترد کر دیا بلکہ ندیم تو صرف کاروبار کی حد تک محدود ہو کر رہ گئے۔ یوں بھی شیعہ سنی محاذ پر ان کا کوئی کارنامہ نہیں سوائے اس کے کہ تجارتی نقطہ نظر سے ایک دین کے نام پر دکان سجا رکھی ہے۔ ان کا کوئی دینی رول نہیں رہا ہے نہ کوئی دینی ادارہ ہے اور نہ کوئی جماعت کا مرکز ہے۔ اور نہ ہی علماء ان کے ساتھ ہیں اور نہ ہی پاکستان میں ان کا کوئی مدرسہ ہے۔ ہاں دین کے نام پر ملک اور بیرون ملک سے لاکھوں روپیہ بٹورتے ہیں اور نامعلوم کس مصرف میں خرچ کرتے ہیں۔ عوام بیچاروں کو تو کوئی علم نہیں ہے وہ ان کے گلے کی راگنی سے متاثر ہو کر ان کو

دین کے نام پر چندہ دے دیتے ہیں مگر پاکستان میں ان کا کوئی ایسا مدرسہ اور دینی ادارہ نہیں ہے جس میں زکوٰۃ اور صدقات کا مصرف ہو۔ ندیم کو آخری عمر میں محتاط ہونا چاہئے۔ قبر کی رات بہت طویل ہوگی اور وہاں ان باتوں کا سخت مواخذہ ہوگا۔

52۔ اکابرین تنظیم اہل سنت

آج سے پون صدی پیشتر تنظیم اہل سنت کی بنیاد سردار احمد خان پتافیؒ نے رکھی جس کی پہلی کانفرنس لاہور میں ہوئی جس کا افتتاح شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا اور تنظیم اہل سنت کی سرپرستی قبول فرمائی۔ امام اہل سنت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاریؒ نے تنظیم اہل سنت کے پودے کی آبیاری کی۔ خطیب اسلام مولانا قاری لطف اللہ شہیدؒ، مناظر اعظم مولانا دوست محمد قریشیؒ، امام المقررین مولانا قائم الدین عباسی علی پوریؒ، مولانا حافظ عطاء اللہ، شاعر صحابہ کمترؒ نے اس پودے کو پروان چڑھایا۔

53۔ مولانا جھنگویؒ اور مولانا عبدالستار تونسوی

مولانا اِس دور میں تنظیم اہل سنت کی قیادت مولانا عبدالستار تونسوی کے ہاتھ میں ہے۔ مولانا تونسوی نے عمر بھر شیعہ کی اصحاب دشمنی کا مقابلہ کیا ہے۔ ان کے ماضی کے کردار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ان کے اردگرد بیٹھنے والوں نے انہیں مولانا حق نواز کے مقابل لاکھڑا کیا جس کا جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ اے کاش! مولانا تونسوی مولانا حق نواز کی سرپرستی کرتے اور اس طرح تحریک مدح صحابہ اور بھی رنگ دکھاتی۔ مولانا حق نواز شہیدؒ مولانا تونسوی کا احترام کرتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مولانا تونسوی کے ساتھ محاذ آرائی ہو مگر مولانا تونسوی کے نادان عزیزوں نے انہیں افسوسناک طرزِ عمل اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جو بہر حال افسوسناک ہے۔ انجمن سپاہ صحابہؓ کی پہلی کانفرنس کے موقع پر جھنگ میں علمائے کرام کا جو کنونشن ہوا اس میں مولانا تونسوی اور ان کی جماعت کو بھرپور نمائندگی دی گئی۔

54۔ مولانا جھنگویؒ اور قاضی احسان الحقؒ

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کو شہید القرآن کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ قاضی احسان الحقؒ نہ صرف مولانا حق نواز کا ساتھ دیتے تھے بلکہ آپ کے شانہ بشانہ مولانا حق نواز کی تحریک کو فروغ دینے کیلئے دامے درمے سخنے تعاون کرتے۔ یوں قاضی احسان الحقؒ مولانا حق نواز شہیدؒ کے

خاص رفیق اور معاون تھے۔ مولانا عبدالستار توحیدی اپنی پیرانہ سالی کے باوجود مولانا حق نواز کا نہایت بہادری اور جرأت کے ساتھ ساتھ دیتے۔

55۔ کافروں کا کفر اور عقائد کرنا فشائے قرآن

یہ رہنمائی بھی قرآن حکیم نے دی ہے کہ کافروں کے عقائد کو عوام کے سامنے رکھا جائے تا کہ ان کا کفر لوگوں کے سامنے آسکے۔ کافروں کا کفر اور ان کا کفریہ عقیدہ عوام کے سامنے بیان کرنا عین فشائے قرآن اور فشائے رحمان ہے۔

56۔ مولانا جھنگویؒ اور مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ

میں نے مولانا حق نواز کا ہمیشہ ساتھ دیا اور اب بھی ان کے مشن اور پروگرام کو زندہ رکھنا ضروری سمجھتا ہوں مگر اپنی گوناں گوں بیماریوں کی وجہ سے اس قدر بھاگ دوڑ نہیں کرسکتا جو ایک جوان خون کرسکتا ہے۔ اسی لئے میں ہمیشہ مولانا حق نواز کو عرض کرتا کہ اب میں قیادت کی ذمہ داری نہیں نبھا سکتا ہاں آپ کی قیادت میں پیچھے پیچھے ضرور ساتھ چلتا رہوں گا اور کبھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ اس پر مولانا حق نواز بہت خوش ہوتے اور بعض اوقات آبدیدہ ہوکر میری طرف دیکھتے رہتے جس سے مجھے اندازہ ہوتا کہ مولانا حق نواز مجھ سے اظہار تشکر و مسرت فرما رہے ہیں اور الحمدللہ میں نے مولانا حق نواز کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا اور زندگی بھر ان کا بھرپور ساتھ دیا جس کا ان کے قریبی رفقاء کو علم ہے اور میرے لئے بھی تحریک مدح صحابہ میں جان دینے والے جرنل کے ساتھ ان لمحات میں ساتھ دینا انتہائی سعادت ہے۔

57۔ سرپرست اور چیئرمین کی خواہش نہیں

دو روز بعد جھنگ سے فون آیا۔ محمد یوسف مجاہد بول رہے تھے کہ حضرت انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کی ایک میٹنگ میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کو جماعت کا سرپرست بنایا گیا ہے اور آپ کو انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کی سپریم کونسل کا چیئرمین بنا دیا گیا ہے۔ سرپرست کوئی عہدہ نہیں اور چیئرمین ایک عہدہ ہے۔ غالباً انہوں نے یہ بات اپنی خفت مٹانے کیلئے کہی مگر میں اب بھی حلفاً کہتا ہوں کہ میری نہ سرپرستی کیلئے کوئی خواہش تھی اور نہ ہی سپریم کونسل کے چیئرمین کے عہدہ کی کوئی آرزو تھی۔ میں مولانا حق نواز کی بار بار آرزو اور اصرار کے اس وقت بھی جماعتی زندگی اختیار کرنے سے معذرت خواہ رہا اب جبکہ وہ بھی نہ رہے تو مجھے کیا خواہش ہوسکتی ہے؟ نوجوان جس ہجوم عاشقاں کو اپنے گرد دیکھ کر خوش ہوتے ہیں یہ ہجوم میں ماضی میں اپنے گرد دیکھ چکا ہوں بلکہ

اس وقت بعض دینی جماعتوں کے سربراہ اور معززین میرے حلقہ عقیدت وارادت میں شامل تھے اور کارکن کے طور پر جلسوں کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

58۔دوست کو ذاتی وقار اور شہرت کیلئے داؤ پر نہ لگاؤ

میں نے کبھی کسی دوست کو نہ پہلے کبھی اپنی ذاتی وقار اور شہرت کیلئے داؤ پر لگایا نہ اب اس کو جائز سمجھتا ہوں جو دوست جہاں کہیں جیسا کہیں دین کا کام کرتے ہیں مجھے حقیقی مسرت ہوتی ہے اور ان کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

59۔سرپرستی کے منصب سے قاصر ہوں

میں نے مولانا حق نواز شہیدؒ کا ان کی زندگی میں بھرپور ساتھ دیا ہے۔اب ان کے بعد بھی میں آپ حضرات کا بھرپور ساتھ دوں گا مگر اس سرپرستی کے منصب کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہوں۔

60۔مشن جھنگوی زندہ رکھوں گا

میں پاکستان میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے مشن کو زندہ دیکھنا چاہتا ہوں اس کام کیلئے انشاءاللہ اپنی تمام توانائیاں صرف کردوں گا چونکہ بیمار ہوں اور بیماری نے مجھے بہت توڑ پھوڑ دیا ہے۔اپنی بساط کی حد تک مولانا حق نواز شہیدؒ کی آواز اور مشن میں انشاءاللہ اپنا پورا حصہ ڈالوں گا۔اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے شیخ القرآن سے اقوال قاسمی

1۔ میری عقیدتوں کے چار مرکز

زمانہ طالب علمی میں جو اکابر میری عقیدتوں اور والہانہ محبتوں کا مرکز تھے ان میں فنافی التوحید مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید نور اللہ مرقدہ، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ، امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہ سرفہرست ہیں۔ انہیں تاریخ کا شاہکار اور عظمت رفتہ کے عظیم روشن مینار قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ شخصیتیں نابغہ روزگار اور عبقری حیثیت کی حامل تھیں۔ ان کو فرد واحد بھی کہا جا سکتا ہے اور ایک انجمن اور ایک ادارہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

2۔ شیخ القرآن میرے آئیڈیل

تعلیم کے ساتھ جب بھی فرصت ملتی شیخ القرآن کے انداز میں انہی کی طرز پر طلباء میں بیٹھ کر تقریر کرتا اور تمام رفقاء اس سے محظوظ ہوتے اور خوش بھی ہوتے۔ شیخ القرآن میرے آئیڈیل اور میری محبوب شخصیت بن گئے۔ شیخ القرآن سے وابستگی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئی۔

3۔ خطابت شیخ القرآن

شیخ القرآن کی خطابت میں بلا کی کاٹ تھی۔ شیخ القرآن کا درس قرآن تقریر سے بھی زیادہ پر مغز اور ایمان افروز ہوتا تھا۔ اس لئے شیخ القرآن اور درس قرآن دونوں ایک نام ہو کر رہ گئے تھے۔

4۔ مولانا عبدالخالقؒ

مولانا قاسم العلوم ملتان کے شیخ الحدیث، محدث اعظم حضرت العلامہ مولانا عبدالخالق قدس سرہ تھے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالخالقؒ بخاری وقت، امام المحدثین مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کا درس حدیث طلباء اور علماء میں مقبول عام تھا۔ سچی بات ہے ان سے حدیث پڑھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اب کسی دوسرے شیخ الحدیث سے پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیا درایت اور علوم قرآن وحدیث سے نظر تھی۔ نادر روزگار تھے ان کا وجود عبقری تھا۔

5۔ رسوم دین بنا دی گئیں

چند ضمیر فروش اور نام نہاد جاہل علماء کی مسند پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنی دکان چمکانے اور ہوس زر کیلئے دین کی روح کو بدل ڈالا اور اپنی طرف سے چند ایسے مسائل وضع کر لئے جو آسان

تھے اور جاہل عوام میں قبولیت کیلئے چنداں محنت کی ضرورت نہ تھی۔ صرف چند رسوم پر عمل کرنے کا نام اسلام رکھ لیا اور ان رسوم اور بدعات کیخلاف جہاد کرنیوالے کو وہابی کا فتویٰ دے دیا۔

6۔ اہل بدعت دین ربانی سے گریزپا

دیوبند اور شیخ القرآن دین ربانی کے داعی ہیں اور اہل بدعت اس دین قربانی سے گریزپا ہیں اس لئے اپنے فاسد عقائد پر جب ضرب کاری لگانے والے عالم کو دیکھتے ہیں تو اس کا سامنا کرنے کی بجائے اس کی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

7۔ علمائے دیوبند کی خدمت اسلام اور دین

برصغیر میں جو خدمت اسلام اور دین کی علمائے دیوبند نے کی ہے اس کی نظیر چراغ رخ زیبا لے کر تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی۔ علمائے دیوبند نے برصغیر میں جان کی بازی لگا کر خدا اور اس کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلشن کی خون دل سے آبیاری کی ہے۔ الحمدللہ کوئی باطل فتنہ ایسا نہیں ہے جس کی سرکوبی کیلئے علمائے دیوبند نے کارہائے نمایاں سرانجام نہ دیئے ہوں۔

8۔ عقیدہ ختم نبوت اور مسیلمہ پنجاب

انگریز کیخلاف جہاد اور مسیلمہ پنجاب قادیانی دجال کی جھوٹی نبوت کیخلاف علم بلند کر کے جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں کو علمائے دیوبند نے آباد کیا۔ کوئی فتنہ ایسا نہ تھا جس کے خلاف علمائے دیوبند نے جہاد نہ کیا ہو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے لئے قربانیاں دینے والے علمائے دیوبند ہی تھے اور کفن سر پر باندھ کر مسیلمہ پنجاب کی جھوٹی نبوت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے والے علمائے دیوبند ہی تھے۔

9۔ مرزائی، تبرائی، رضاخانی متحدہ پلیٹ فارم

اہل بدعت اسی حسد اور عناد میں جل بھن گئے کہ ہائے علمائے دیوبند، اسلام کا ہراول دستہ کیوں ہیں۔ اسی حسد اور بغض کی وجہ سے ہمیشہ سازشوں میں مصروف رہتے اور علمائے دیوبند کیخلاف الزام تراشیوں اور دشنام طرازیوں کا تانا بانا بنتے چلے گئے اور جب بھی موقع ملا جھوٹے پروپیگنڈے اور جھوٹے دجل سے علمائے دیوبند کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔ مرزائی، تبرائی، رضاخانی ایک متحدہ پلیٹ فارم قائم کر کے علمائے حق پر گولہ باری کرتے ہیں۔

10۔ گستاخ رسول کافر ہے

علمائے دیوبند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنے ایمان کی جان اور زندگی کا سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں۔

11۔ شیخ القرآن سے ذاتی مراسم

مجھے ابتداء ہی سے خطابت کا شوق تھا اور میں بہت ہی محنت سے جمعہ کیلئے تیاری کر کے خطبہ دیتا تھا۔ شیخ القرآن بھی ایسے غیور نوجوانوں پر بے پناہ شفقت فرماتے تھے جو شرک و بدعت کی بیخ کنی کیلئے میدان عمل میں مصروف جہاد رہتے تھے۔ شیخ القرآن سے ذاتی مراسم کا دور شروع ہو گیا۔ فیصل آباد میں جامعہ قاسمیہ کے سالانہ اجتماعات میں شیخ القرآن کو مدعو کیا جانے لگا۔

12۔ شیخ القرآن کی مجاہدانہ زندگی

اسلام کو ایسی تاریخ اور سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں جس کی روح میں اسلام کی بالادستی شامل نہ ہو۔ پاکستان میں سیاسی نشیب و فراز اور طوفان تو اٹھتے ہی رہتے ہیں۔ شیخ القرآن کی زندگی کا ہر لمحہ انقلابی اور جہاد کے نغموں سے سرشار تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ القرآن کی راجہ بازار کی وسیع و عریض جامع مسجد ہی قومی اتحاد کی تحریک کا ابتدائی اور اساسی قلعہ ثابت ہوئی۔

13۔ حقیقت اور احسان

حقیقت کا اعتراف نہ کرنا خود ایک فریب ہے اور احسان فراموش کر دینا خود ایک غیر اخلاقی فعل ہے۔

14۔ جان، عزت، مقصد

جان انسان کی عزیز ترین متاع ہوتی ہے۔ عزت و آبرو اس سے بھی پیاری مگر مقصد حیات ان سب سے اونچا ہوتا ہے۔

15۔ شیخ القرآن مر کر بھی زندہ

مر کر جینا اسے تو کہا جاتا ہے کہ انسان خود فنا ہو جائے اور مقاصد کو زندہ کر جائے اور ان کی روشنی چار دانگ عالم میں پھیلا جائے اور مولانا غلام اللہ خانؒ مر کر بھی زندہ ہیں۔

16۔ مسئلہ ختم نبوت بیان کی روح

مسئلہ الہ اور توحید باری تعالیٰ کا بیان تو آپ کی زندگی کا سرمایہ افتخار تھا ہی مگر مسئلہ ختم نبوت آپ کے بیان وایمان کی روح کی حیثیت رکھتا تھا۔

17۔ جماعتوں کی تشکیل کا مطلب

میرا مقصد کسی خاص فرد کو مطعون کرنا نہیں ہے بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جماعتیں تشکیل کرنے کا مطلب تو یہی ہوتا ہے کہ آڑے وقت میں مل بیٹھ کر کسی مصیبت کا مداوا کیا جائے اور مصائب وآلام کا جماعتی سطح پر مردانہ وار مقابلہ کیا جائے۔ اگر ایک فرد نے ہی قربانی دینا ہوتی ہے تو جماعتوں کی تشکیل اور ان کا وجود بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

18۔ تاریخی اجتماع جمعہ

الحمدللہ میرا 25 برس سے معمول ہے کہ جمعہ نہ تو چھوڑتا ہوں اور نہ ہی بغیر مطالعہ اور مضمون کی تیاری کے جمعہ پڑھاتا ہوں۔ بعض اوقات ایک ہفتہ پورا جمعہ کی تقریر کا مضمون اور مواد ترتیب دینا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے جمعہ کا اجتماع ملک کے مثالی اجتماعات میں شامل ہے۔ الحمدللہ میرے رب کا شکر ہے اور احسان عظیم ہے۔

19۔ روحانی وراثت اور قلبی محبت

مجھے دیکھ کر شیخ القرآن اس محبت اور شفقت سے آگے بڑھے کہ مجھے زندگی بھر اس کا کیف و سرور یاد رہے گا۔ اور جاتے ہی اس مسرت میں اپنا قیمتی رومال میرے سر پر ڈال دیا یہ گویا کہ اعزاز تھا مجھے شیخ القرآن کی روحانی وراثت کا اور سند تھی شیخ القرآن کی قلبی محبت کی۔ مجھے بھی اس بے پناہ شفقت سے بہت ہی مسرت ہوئی اور میں خوشی کے آنسو نہ روک سکا۔

20۔ شیخ القرآن اور علمائے دیوبند

شیخ القرآن علمائے دیوبند کے مسلک اور ان کے مشرب کی پوری ملک میں دلائل کے ساتھ ترجمانی فرماتے تھے۔ یہی ان کی خصوصیت تھی جس کی وجہ سے شیخ القرآن کو دیوبندی مکتب فکر میں صرف احترام اور تعظیم کی نظر سے ہی نہیں دیکھا جاتا بلکہ آپ کی قیادت اور دینی رہنمائی پر بھی اعتماد کیا جاتا ہے۔ شیخ القرآن کو اکابر دیوبند سے والہانہ عقیدت تھی۔

21۔ مسئلہ حیات النبی پر میرا موقف

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا مسلک اور موقف وہی ہے جو میرے مرشد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ اور علمائے دیوبند کا ہے۔ میرے دوستوں کو معلوم ہے کہ میں نے طوفانوں میں بھی اپنے اکابر کے مسلک کو نہیں چھوڑا اور میں اسی میں اپنی نجات اور اسی کو اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھتا ہوں۔ یہی نہیں باقی مسائل میں بھی میں نے جمہور اہل سنت کے مسلک ہی کو جزر جان بنایا اور علمائے دیوبند نے اہل سنت کے مسلک کو جس بقید تعبیر سے صحیح سمجھ کر اپنایا میں اسی راہ پر چلنا سلامتی سمجھتا ہوں۔

22۔ ناصبیت اور خارجیت سے بیزاری

الحمدللہ مجھے اہل سنت کے علم وتقویٰ اور حضرات اکابر دیوبند کی تحقیقات پر اعتماد ہے۔ جس طرح مسئلہ حیات النبی میں مجھے حضرات اکابر دیوبند پر اعتماد ہے اسی طرح مجھے ناصبیت اور خارجیت سے بھی اختلاف رہا ہے کیونکہ میرے اکابر ان راستوں پر بھی نہیں گئے جن راستوں پر آج کا بے علم، غیر محقق، علم وتقویٰ سے عاری واعظ، مقرر، مدرس، دیوبندی کہلانے کے باوجود جا رہا ہے۔

23۔ علمائے دیوبند کا مرکزی محور قرآن وسنت

میرا مسلک ہے کہ میرے اکابر علمائے دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ جن مسائل پر علمی تحقیق کر کے ہمارے لئے راہ متعین کر گئے ہیں میرے جیسے علم وعمل سے ہماری افراد کو انہی راستوں پر آنکھیں بند کر کے چلنا چاہئے کیونکہ ان اکابر نے قرآن وسنت کی روشنی میں وہی راستہ بتایا ہے جو قرآن حکیم اور سنت رسول کا بے غبار اور صحیح راستہ ہے۔ علمائے دیوبند کا مرکزی محور قرآن و سنت اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہی مرکز فکر ونظر ہے۔

24۔ دیوبند مستقل فرقہ نہیں

دیوبند کوئی اینٹ پتھر کا نام نہیں۔ دیوبند قرآن، حدیث اور فشائے رسول پر صحیح صحیح عمل کرنے کا نام ہے۔ علمائے دیوبند نے کسی مستقل فرقہ کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ جمہور اہل سنت نے قرآن و سنت کی روشنی میں جس مسلک کو اپنایا ہے علمائے دیوبند اسی کی پیروکار ہیں۔

25۔ مسئلہ حیات النبی پر شیخ القرآن کے دستخط

شیخ القرآن نے اس مسلکی اختلاف کی بحث میں علمائے دیوبند کے احترام واکرام میں کوئی دقیق فروگزاشت نہیں کیا۔ اس بحث (مسئلہ حیات النبی) میں ان دستخطوں کے بعد اس مسئلہ (حیات النبی) پر بحث ختم ہو جانی چاہئے تھی اور کچھ نہیں تو مسلک کے تحفظ کیلئے ہی اس مسئلہ (حیات النبی) کے بعد زور خطابت شرک و بدعت کے استحصال اور رفض وضلالت کے قلعے مسمار کرنے پر صرف ہونا چاہئے تھا مگر بد قسمتی سے ایسا نہ ہوسکا۔

26۔ عزت زیور علم سے

سچ پوچھیے تو بڑائی اور عزت زیور علم سے ملتی ہے، جھوٹے دعوؤں سے نہیں۔ الحمدللہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے اپنے آپ کو آج تک دین کا سپاہی اور علوم دین کا طالب علم ہی سمجھا ہے۔ ذاتی انا، حسد، بغض، فریب اور دجل و تلبیس میری زندگی سے ہمیشہ دور رہے ہیں۔

27۔ مولانا دین پوری دینی خدمت سے محروم

اس دورے میں مختلف مقامات پر مولانا عبدالشکور دین پوری باوجود وعدہ کے تشریف نہیں لائے۔ مولانا عبدالشکور دین پوری نے جواب میں وضاحت فرمائی کہ چونکہ مرکزی قائدین کے دورے میں میرا نام صدر مجلس رکھا گیا تھا یہ میری جماعت (مجلس تحفظ حقوق اہل سنت) کے ناظم کو پسند نہیں تھا اس لئے انہوں نے اس دینی کام میں مجھے بھی شرکت سے روک دیا اور اس طرح ایک جماعت کے صدر و ناظم باہمی رقابت کا شکار ہو کر ایک دینی خدمت سے محروم ہو گئے اور پھر شیخ القرآن کی بار بار یاد دہانیوں کے باوجود مولانا عبدالشکور دین پوری اور ان کے ناظم کہیں بھی شریک نہیں ہوئے۔

30۔ نورانی میاں کی شکایت

فتنہ تکفیر جو رضاخانی راہبوں کا پیدا کردہ تھا اس کی اس قدر موثر سرکوبی ہوئی کہ نورانی میاں نے خود مفتی محمود سے شکایت کی اور انہیں لجاجت سے کہا کہ شیخ القرآن اور ان کے رفقاء کو روکا جائے انہوں نے ہمارے خلاف ایک طوفان برپا کر دیا ہے۔ یہی احساس تھا جو سواد اعظم اہل سنت ان راہبوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے جن کے غرور اور نخوت سے چال چلن بگڑ گئے تھے۔

31۔ کچھ مقدس چہرے

سوادِ اعظم اہل سنت کی تحریک جوں جوں آگے بڑھتی گئی کچھ مقدس چہرے بھی اس کی خداداد مقبولیت سے گھبرا گئے اور انہوں نے اس کو ناکام کرنے کی بھرپور کوشش کی حالانکہ یہ تحریک انہی مقدس چہروں کا تحفظ و تقدس چاہتی تھی۔ اکثریت نے سوادِ اعظم اہل سنت کے اس پروگرام کا ساتھ دیا اور شیخ القرآن پر بے پناہ اعتماد کیا جس کی وجہ سے اہل بدعت کی کمر ٹوٹ گئی اور رضا خان راہب بلوں میں گھس گئے۔ شیخ القرآن نے اس آڑے وقت میں علمائے حق کی آبرو بچائی اور دشمن کی تمام طوفانی تدبیروں کو خاک میں ملا دیا اور دشمن تتر بتر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری ملت اسلامیہ توحید و سنت کے ترانوں سے گونج اٹھی۔

32۔ شیخ القرآن اور مسئلہ حیات النبی

شیخ القرآن کو علمائے دیوبند کی مختلف جماعتوں کے باہمی اختلاف پر شدید رنج تھا اور وہ ہمیشہ اس پر دکھ کا اظہار کیا کرتے تھے۔ دیوبندی مختلف جماعتوں کا آپس میں اختلاف کوئی اصول تو ہے نہیں۔ بس یہی طریق کار کا اختلاف ہے یا باہمی غلط فہمیاں اور رنجشیں البتہ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ سے علمائے دیوبند کو چند مسائل پر اختلاف ہے وہ ایسا نہیں ہے جسے بیٹھ کر باہمی خوشگوار فضا میں حل نہ کیا جا سکے۔ لیکن بعض گوشے یا افراد اس اختلاف کو اپنی انا یا ہٹ دھرمی کا مسئلہ بنا کر ہوا دیتے رہتے ہیں۔ لیکن شیخ القرآن اپنی جماعت کے ساتھ اختلاف کو بھی خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرنے کے خواہش مند تھے۔ چنانچہ قاری محمد طیب قاسمیؒ کی تشریف آوری پر مسئلہ حیات النبی کو جس خوشگوار ماحول میں حل کیا گیا اس میں بھی شیخ القرآن کی سلامتی طبع اور اعتدال پسندی کو بہت دخل تھا۔

33۔ ٹوٹے دل اخلاص سے جڑتے ہیں

کام کرنے والوں کو جن دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس کا ہر کس و ناکس کو علم نہیں ہوتا۔ ہمارے رفقاء اور بزرگ تو گھر پر بیٹھ کر تمام مسائل کا حل اپنے تصوراتی منصوبوں میں تلاش کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں مگر ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کیلئے اخلاص کی دولت اور ذاتی انا سے ہٹ کر کام کرنے کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔

مجموعہ رسائل قاسمی سے اقوال قاسمی

1۔حاضروناظر صرف اللہ

ہر وقت اور ہر مقام پر سمیع وبصیر اور موجود ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔وہ اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے ہر وقت موجود اور ہمارے افعال واعمال کو دیکھنے والا اور جاننے والا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ اور ہر زمان میں حاضر وناظر ماننا بے دینی ہے۔

2۔حاضروناظر کی اصطلاح خودساختہ

میرا دعویٰ ہے کہ حاضر وناظر کی اصطلاح تمہاری اپنی وضع کردہ ہے۔قرآن وحدیث یا فقہ حنفی میں اس کا اطلاق کہیں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہوا۔

3۔سفر اُحد اور حاضروناظر

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ اور ہر وقت حاضر وناظر ہیں تو پھر آپ کا سفر احد کرنا غلط ہوا۔اور اگر آپ کا سفر احد کرنا درست ہے اور وہاں پر جہاد کرنا صحیح ہے تو پھر آپ حضرات کا عقیدہ حاضر وناظر غلط ہے۔

4۔عذاب الٰہی

جس مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوں گے وہاں عذاب الٰہی نہیں آئے گا۔

5۔چلا ذمت

جس جگہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہونگے وہاں چلا کے بات کرنا ناجائز ہے؟

6۔بریلویوں کو چیلنج

مفتی احمد یار نعیمی نے یاایھا النبی کا ترجمہ کیا ہے کہ اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی۔میں چیلنج کرتا ہوں کہ خلفائے راشدین سے لے کر ہندوستان کے مترجم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ تک کسی نے اس کا ترجمہ غیب کی خبریں بتانے والے نبی کیا ہو تو منہ مانگا انعام حاصل کرلیں۔

7۔قرآن کی معنوی تحریف کرنے والے

جب یہ لوگ معنوی اعتبار سے تحریف کرتے ہوئے نہیں شرماتے اور قرآن مجید کے معانی کو

تبدیل کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تو ان سے کسی اور مقام پر انصاف کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

8۔ پریشان ہونے والا حاضر و ناظر نہیں

اگر آپؐ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ فرمادیتے کہ میں تو حاضر و ناظر ہوں میں تو ذرے ذرے کی خبر رکھتا ہوں جو پوچھو گے بتادوں گا۔ مگر آپ کا پریشان ہوجانا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تھے۔

9۔ تلاش کرنے والا حاضر و ناظر نہیں

آپ کا تلاش کرنا اور صحابہ کرام سے تلاش کرانا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر مقام اور ہر وقت حاضر و ناظر نہیں تھے۔

10۔ حاضر و ناظر اور عذاب قبر کفار

اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ اور ہر قبر میں حاضر و ناظر تسلیم کرلیا جائے تو پھر کفار کو عذاب قبر نہیں ہوسکتا۔

11۔ علمائے دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا مسلک کس طرح نکھرا ہوا ہے۔ کتاب و سنت پر پورا اترنے والا ہے۔ اگر آپ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو آپ کو بیسیوں آیات اور احادیث صحیحہ سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

12۔ غزوات اور حاضر و ناظر

اگر آپؐ ہر جگہ حاظر و ناظر ہیں تو قرعہ ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر غزوات میں تشریف لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر ہی صحابہ کرام کی قیادت فرماتے۔ بدر، احد، احزاب، خیبر، بنی مطلق اور دیگر غزوات میں تشریف لے جانے کا کیا مطلب ہے؟

13۔ عقل و خرد سے خالی انسان

جب عقل و خرد ہی انسان کے سلب ہوجائیں تو وہ بے چارہ کوئی عقل کی بات کر ہی نہیں سکتا۔ اس کے تمام دلائل سراب کی مانند ہوں گے۔

14۔ تیجا اور ساتواں رسم ہے

تیجا اور ساتواں کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے نہ ہی قرآن وحدیث سے اس کے جواز پر کوئی دلیل موجود ہے بلکہ یہ ایک رسم ہے جسے غیر مسلم قوموں سے اخذ کر کے مسلمانوں پر مسلط کر دیا گیا ہے۔

15۔ تیجا مردود اور غیر اسلام رسم

یہ صاف اور کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ یہ رسم غیر مسلم اقوام سے مسلمانوں میں بعض جاہل اور خودغرض واعظوں نے رائج کی ہے۔ یہ سنت کے خلاف بدعت کا محاذ ہے اس لئے اسے مردود اور غیر اسلامی رسم کہا جائیگا۔

16۔ رسم چنا

ایصال ثواب کیلئے مستحق حضرات کو اشیاء دینا ضروری ہے۔ تین دن تک جو دعوت اور برادری میں کھانا کھلانے کی رسم موجود ہے اور تیسرے دن چنے وغیرہ منگوا کر تقسیم کرنا یہ سب ممنوع ہیں۔

17

بریلوی اور رضا خان گروہ اہل حق کے سامنے آنے کی سکت نہیں رکھتے۔ میں پورے انگلینڈ میں ان کا تعاقب کروں گا اور جب تک ان کی گستاخ زبانوں کو گنگ نہیں کر دیتا میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔

18۔ اوعنایتیا!

اگر میں اسی انداز سے کہوں کہ اوعنایتیا! اپنی زبان بند رکھ اور سلیقے اور شائستگی سے بات کر تو اس گفتگو کو بھی پسند نہیں کیا جائیگا۔ مولوی عنایت اللہ سوچ سمجھ کر شریفوں کی طرح کہاں بولنا ہوگا۔ خبردار! اگر آئندہ اس غیر شریفانہ انداز میں گفتگو کی تو آپ کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں گا۔

19۔ گھل دیو

مولوی عنایت اللہ آپ کے ہوش وحواس کیوں اڑ گئے۔ عقیدہ کوئی حلوہ تھوڑا ہی ہے کہ گھل دیو، گھل دیو کی رٹ لگا دی ہے۔ عقیدہ لکھ کر دینے کی چیز تو ہو سکتا ہے مگر پلیٹ میں ڈال کر بھیجنے کی چیز نہیں۔

20۔ فرنگی پولیس سے مدد

مولوی عنایت اللہ آپ نے ابھی غیر اللہ سے مدد مانگنا شروع کر دیا۔ ابھی تو ہمارے فاضل

مناظر نے اپنا موقف اور دلائل بھی بیان نہیں کئے کہ آپ کو فرنگی پولیس سے مدد لینے کے لئے شور مچانا پڑا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

21۔ جان نہیں چھوڑیں گے

اور رضا خان ذریت سن لو! اگر تم چاہتے ہو کہ اس طرح شور مچانے سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی تو یہ تمہاری بھول ہے۔ ہم انشاء اللہ تمہارے اس مسلسل شور کو بھی ختم کر کے رہیں گے۔

22۔ 4 دفعہ مناظرے سے بھگایا۔

بیٹا (مولوی عبدالوہاب اچھروی) تم ابھی بچے ہو۔ تم ابھی خاموش رہو اور بچپن کی عادات نبھاؤ۔ میں نے آپ کے والد (مولوی محمد عمر اچھروی) کو 4 دفعہ مناظرے سے بھگایا ہے اس لئے تمہیں چپ بہتر ہے ورنہ تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو اپنے بڑوں کا دیکھ رہے ہو۔

23۔ الفاظ واپس لو

اگر بھونکنا ہی تھا تو اس کے لئے آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بتیرے جانور اور تھے آپ ان کو بھی ساتھ لے آتے تو سٹیج پر حامد علی شاہ کی نیابت کا کام وہ بخوبی انجام دے سکتے تھے۔ اس لئے میں اس وقت تک آپ کو نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ یہ الفاظ واپس نہیں لیتے۔

24۔ زانی حامد علی شاہ

(حامد علی شاہ) آپ ذرا میرے بارے میں کچھ بیان تو کریں اگر میرے مقتدی آپ کو کچا نہ چبا گئے تو میں حرامی ہوں گا۔ آپ کو سرگودھا میں پیر سیالوی نے غبن اور زنا کے جرم میں پاکستان بدر کرایا۔ آپ نے ہالینڈ میں کئی بھولے بھالے مریدوں کے گھر لوٹے، ان کی دنیا بھی لوٹی اور عزت بھی۔ ہالینڈ میں آپ کی پٹائی جوتوں سے رضاخانی جماعت نے کی اور آپ وہاں سے دم دبا کر بھاگے۔

25۔ حکومت معاویہ عطیہ الٰہی

حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت ان کی اپنی جدوجہد اور ذاتی کوششوں کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ عطیہ الٰہی اور انعام خداوندی تھا۔ عطائے خدا کو آمریت اور ملوکیت کے عنوان سے تعبیر کرنا یہ اس آدمی کا کام ہو سکتا ہے جو خود آمر اور ملوکیت پسند اور شاہ پرست ہو۔

26۔ معاویہؓ پر نورِ ایمان کی چادر

حضرت معاویہؓ کو سپیشل نورِ ایمان کی چادر پہنائی جائے گی تاکہ ان کے ایمان اور ان کی عظمت پر تنقید کرنے والے دیکھ لیں کہ حضرت معاویہؓ کس شان سے جنت کی طرف جا رہے ہیں۔

27۔ معاویہؓ جنتی ہیں

حضرت امیر معاویہؓ جنتی ہیں اور دنیا کی کوئی تنقید اور تردید آپ کے اس اعزازِ الٰہی اور جنتی ہونے کی الاٹمنٹ کو ان سے نہیں چھین سکتی۔

28۔ علیؓ اور معاویہؓ میں باہمی احترام

حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ باوجود اس اختلاف کے آپس میں ایمان و ایقان اور باہمی احترام و عقیدت کا جذبہ رکھتے تھے۔

29۔ اہل سنت علیؓ اور معاویہؓ کے غلام

حضرت معاویہؓ کے فضائل و مراتب اور آپ کی عظمت سے انکار کرنے والا اہل سنت نہیں ہو سکتا۔ اہل سنت حضرت علیؓ کے غلام پہلے ہیں اور حضرت معاویہؓ کے غلام بعد میں ہیں۔ مگر غلامی دونوں کی کی جائے گی تو ایمان سلامت رہے گا ورنہ ایمان کی خیر نہیں ہے۔

30۔ پیغمبر اسلامؐ کو نام سے خطاب مت کرو

جب میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرنا ہو تو ان کو نام لے کر خطاب نہ کرنا۔ سارے قرآن میں کہیں بھی آپ کا نام لے کر آپ کو خطاب نہیں کیا گیا۔

31۔ یا محمد کہنے والے گستاخ رسول

جب رحمت دو عالم کو اللہ تعالیٰ نام لے کر یعنی یا محمد کہہ کر خطاب نہیں فرماتے تو اس صدی کا جاہل اور گستاخ ملا کیونکر یا محمد کہہ کر خطاب کر سکتا ہے۔ جو حضرات! اساں یا محمد کہنا اے، انہاں نجدیاں سڑدیاں رہنا اے، اس قسم کے اشعار پڑھتے ہیں وہ گستاخ رسول ہیں۔ انہیں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے بلکہ اس طرح وہ بھی بے ادبی اور گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

32۔ قرآن و حدیث سے ناآشنا

جن حضرات کو قدرت نے قرآن و حدیث کے مفہوم سے ناآشنا رکھا وہ اس گلشن کی مہکتی

ہوئی کلیوں کی خوشبو سونگھ ہی نہیں سکتے۔ شرک و بدعت کا ایسا نزلہ ہوا کہ ان کے تمام مشام بند ہو چکے ہیں۔ ان کو تفسیر قرآنی سے بھلا کیا لگاؤ ہو سکتا ہے اور قرآن و سنت کی حقیقت لذت سے کس طرح بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔

33۔ رخسار نبوت کی نورانی جھلک

اگر نور سے مراد نور ہدایت ہے۔ نبوت کی روشنی اور ضیاء پاشیاں ہیں تو بگوش ہوش یہ سن لیں کہ اگر تمام کائنات کی روشنیوں کو جمع کر لیا جائے تو ہمارا مسلک ہے کہ یہ تمام روشنائیاں اور رعنائیاں رخسار نبوت کی ایک نورانی جھلک کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

34۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے مثال

خدا کی شان ہے کہ جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بے مثل بنایا ہے اسی طرح آپ کے معجزات کو بھی تمام انبیاء کے معجزات سے بے مثال و بے نظیر بنایا ہے۔

35۔ محافل میلاد اور عرس

میلاد کی مجالس اور عرس کی محافل میں نہ ہی اللہ تعالیٰ آپ کو بلاتے ہیں اور نہ حضور تشریف لے جاتے ہیں۔

36۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

علمائے حق کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام کائنات ایک طرف ہو اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایک طرف ہو تو تمام کائنات مل کر بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے اور مقام کو نہیں پہنچ سکتی۔

37۔ بڑے بھائی اور خدا جیسا کہنے والا کافر

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی جتنا سمجھے وہ کافر ہے اور یہ بھی سن لیجئے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا جیسا کہتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

38۔ نماز کے فوائد

نماز سے انسان کو خدا کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ نماز سے انسان کو روحانی بلندی اور بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔

39۔التحیات صحت مند عقائد کا گلدستہ

التحیات صحت مند عقائد کا گلدستہ ہے۔اس التحیات کے ہوتے ہوئے تمام فاسد اور غلط عقائد کا سکہ نہیں چل سکتا۔

40۔قول محمدؐ غلط نہیں ہوسکتا

خدا کی قسم زمین اپنی جگہ سے ہٹ سکتی ہے، آسمان اپنی جگہ بدل سکتا ہے، آفتاب اپنی جگہ چھوڑ سکتا ہے، چاند اپنی چاندنی چھوڑ سکتا ہے مگر میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول غلط نہیں ہوسکتا۔